ISSN: 2411-0949

سیرتِ طیبہ پر تحقیقی مجلہ

ششماہی انٹرنیشنل

شاھد

خاص نمبر

صوفیہ کی سیرت نگاری

جلد: ۱۰ شمارہ نمبر: ۲۰
جولائی تا دسمبر ۲۰۲۴ء

مؤسس مدیر:
پروفیسر ڈاکٹر دلاور خان

شاہد ریسرچ فاؤنڈیشن پاکستان

ISSN DRJI Cosmos DOAJ

بسم الله الرحمن الرحيم

إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

ششماہی شاہد انٹرنیشنل

سیرت النبی ﷺ پر تحقیقی مجلہ

شمارہ نمبر ۲۰، جولائی تا دسمبر ۲۰۲۴ء، جلد نمبر ۱۰

خاص نمبر صوفیہ کی سیرت نگاری

سرپرست اعلیٰ:

پروفیسر ڈاکٹر عبدالجبار قریشی

سابق چیئرمین: شعبہ اسلامیات، وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس اور ٹیکنالوجی، کراچی

مؤسس و مدیر:

پروفیسر دلاور خان

پرنسپل، گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، ایجوکیشن سٹی ملیر کراچی

معاون مدیر:

ڈاکٹر فیاض شاہین

لیکچرار، ہمدرد یونیورسٹی، کراچی

زر تعاون فی شمارہ=

شاہد ریسرچ فاؤنڈیشن

پتہ: 3/327- C، بلاک نمبر ا، گلستانِ جوہر، کراچی۔

موبائل نمبر: 0322-2413267، ای میل: shahidrf322@gmail.com

قومی مجلس مشاورت

☆ پروفیسر ڈاکٹر سلیم مظہر
سربرہ: مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد
☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں شمس عباس
شعبہ عربی و علومِ اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد سہیل شفیق
صدرِ شعبہ تاریخ اسلام، جامعہ کراچی
☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی
سابق استاذ: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
☆ پروفیسر ڈاکٹر حسن امام
صدرِ شعبہ اسلامیات، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی
☆ پروفیسر ڈاکٹر محمود عالم آسی
وزٹینگ فیکلٹی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، کراچی ریجن
☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بدایونی
سپر ییئر کالج شاہ فیصل کالونی، کراچی
☆ پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم رانا
ڈین فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز، منہاج یونیورسٹی
☆ پروفیسر ڈاکٹر تنظیم الفردوس
صدرِ شعبہ اردو، جامعہ کراچی
☆ پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی
شعبہ عربی، منہاج یونیورسٹی، لاہور
☆ پروفیسر ڈاکٹر مجیب احمد
انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
☆ ڈاکٹر شاکر حسین خان
وزٹینگ فیکلٹی، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی
☆ ڈاکٹر محمد مہربان باروی شامی
وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی
☆ ڈاکٹر سید عطاء اللہ شاہ بخاری
لیکچرار شہید ذوالفقار علی بھٹو یونیورسٹی آف لاء، کراچی

بین الاقوامی مجلس مشاورت

☆ ڈاکٹر احمد (مدینہ منورہ)
☆ ڈاکٹر خلیل طوقار (ترکی)
☆ ڈاکٹر رضوان فضل الرحمٰن (طیّبہ یونیورسٹی، مدینہ)
☆ پروفیسر ڈاکٹر کوثر مصطفیٰ (بنگلہ دیش)
☆ پروفیسر ڈاکٹر غلام زرقانی (امریکا)
☆ ڈاکٹر نرگس جابری نسب (ایران)
☆ ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی (ایران)
☆ ڈاکٹر شیخ سیلم علوان الحسینی (آسٹریلیا)
☆ پروفیسر ڈاکٹر علیم اشرف جائسی (انڈیا)
☆ محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی (امریکا)

محترم مقالہ نگاران سے گذارشات

(۱)۔ مقالات سیرت طیبہ کی مختلف جہتوں کے حامل ہوں۔

(۲)۔ مقالے کا اسلوب نگارش تحقیقی ہو۔

(۳)۔ ملکی اور بین الاقوامی مسائل کا حل سیرت طیبہ کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔

(۴)۔ مقالہ عملی اور اطلاقی پہلو کا حامل ہو۔

(۵)۔ مقالات اردو، عربی، فارسی اور انگریزی زبان میں تحریر کیے جاسکتے ہیں۔

(۶)۔ مقالات A4 سائز پر "ایم ایس ورڈ" پر کمپوز کرا کے ای میل کے ذریعے ارسال کیے جائیں۔

(۷)۔ مقالے کے ساتھ انگریزی زبان میں اس کی تلخیص ضرور شامل کی جائے۔

(۸)۔ وہی مقالات شاملِ اشاعت ہوں گے جن کی پروف ریڈنگ کرائی گئی ہو۔

(۹)۔ حوالہ، حواشی اور کتابیات مروجہ معیاری طریقہ پر تحریر کی جائیں۔

(۱۰)۔ مقالے کی اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا جائے۔

(۱۱)۔ کسی بھی مقالے کی اشاعت کے لیے ادارے کی طرف سے نام زد کردہ ماہرین کی تائید ضروری ہے۔

(۱۲)۔ ناقابل اشاعت مقالات واپس ارسال نہیں کیے جائیں گے۔

(۱۳)۔ اشاعت کی صورت میں مقالہ نگار کو مجلے کے دو اعزازی نسخے روانہ کیے جائیں گے۔

(۱۴)۔ سیرت پر مشتمل کتب پر تبصرے کے لیے ادارے کو کتاب کے دو نسخے ارسال کیے جائیں۔

نوٹ: شائع شدہ مقالات کے صحتِ متن اور حوالہ جات کی ذمہ داری مقالہ نگار پر عائد ہوتی ہے۔ مقالہ نگار کی رائے سے مجلس ادارت کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

حسنِ ترتیب

ا۔ صوفیہ کی سیرت نگاری کے منہج اختصار کا جائزہ: (اداریہ) ____ 08 - 07

پروفیسر دلاور خان

۲۔ مولد النبی ﷺ سید عبد القادر الجیلانی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ "جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند" _ 30 - 09

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی

۳۔ کشف المحجوب میں مباحث سیرت اور سید ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا منہج و استدلال ______ 52 -31

ڈاکٹر محمد کریم خان　ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ

۴۔ "کشف المحجوب" اور پیغام اطاعتِ رسول ﷺ __________ 62 - 53

ڈاکٹر سلیم اللہ جندران

۵۔ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے صوفیانہ سیرت نگاری کے منہج کا مطالعہ ______ 72 - 63

پروفیسر دلاور خان

۶۔ مطالعہ سیرت النبی ﷺ، لطائف اشرفی کی روشنی میں ____________ 86 - 73

ڈاکٹر سہیل شفیق

۶۔ حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت نگاری کے اسالیب کا تجزیاتی مطالعہ ____ 101 - 87

پروفیسر دلاور خان

۷۔ مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت سیرت نگار نبی الامی ﷺ __________ 130 - 102

ڈاکٹر شاکر حسین خان

۸۔ حضرت مجدد ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سیرت نگاری کے منہج و اسلوب کا مطالعہ ____ 142 - 131

ڈاکٹر افتخار احمد خان

۹۔ذکرِ رحمت للعالمین ﷺ بزبانِ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ ________ 153 - 143

لیئق احمد

۱۰۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت سیرت نگار (تفسیر مظہری کا خصوصی مطالعہ) _____ 171 - 154

حافظ نوید اقبال محمد ہمایوں عباس

۱۱۔شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ________________ 190 - 172

حضرت سید پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ صلح حدیبیہ: آقا کریم ﷺ کی سیاسی بصیرت اور اثرات __________ 207 - 191

حضور سید العلما سید شاہ آلِ مصطفیٰ سید میاں قدس سرہٗ

۱۳۔یک لفظی سیرت النبی ﷺ کے منہج کا مطالعہ "جمال رسول ﷺ" کے تناظر میں __ 218 - 208

پروفیسر دلاور خان

۱۴۔ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت نگاری کے صوفیانہ اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ_ 219- 246

ڈاکٹر شاکر حسین خان

۱۵۔صوفیانہ ادب میں سیرت نگاری کے رجحانات _______ 257 -247

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

۱۶۔ عربی ادب میں صوفیہ کی مولود نگاری کی روایت ________ 293 -258

پروفیسر دلاور خان

محور خیال:

(اداریہ)

صوفیہ کی سیرت نگاری کے منہج اختصار کا جائزہ

سیرت نگاری میں کتب سیرت کے اختصار کا منہج سب سے پہلے ابن ہشام نے اختیار کیا۔ انہوں نے سیرت ابن اسحاق کی تلخیص تیار کی۔ ان کے بعد اس منہج اختصار نے دیگر سیرت شناسوں کو متاثر کیا۔ جس کے نتیجے میں کئی کتب سیرت منصہ شہود پر نمودار ہوئیں۔ اور کتب سیرت کی مطول کی تلخیص کا سلسلہ دراز سے دراز ہوتا گیا جو آج تک جاری و ساری ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔

اول تلخیص: اس قسم میں سیرت نگار کسی ایک مطول کا انتخاب کرتا ہے پھر اپنی زبان و اسلوب میں اس کی تلخیص مدون کرتا ہے۔ اپنی تلخیص کو مطول سے ممتاز کرنے کے لیے اسے جدید نام سے منسوب کرتا ہے۔ ان میں سے بعض تلخیصات خود سیرت النبی ﷺ کے اہم مصادر قرار پائیں۔ جس میں ابن ہشام کی مختصرات سر فہرست ہیں۔ اس کے علاوہ حافظ ابن الناس کی ''نور العیون فی تلخیص سیرۃ الامین الامامون'' حافظ مغلطائی کی ''سیرت مغلطائی'' حافظ ابن جوزی کی ''خلاصۃ الوفا'' ابراہیم بن محمد بن المرام کی ''الذخیرۃ فی مختصر السیرۃ'' احمد بن ابی بکر کی ''خلاصۃ الاثر فی سیرۃ سید البشر'' محمد احمد الکفیری الدمشقی کی ''زھرالروض'' محمد کرامت علی دہلوی کی ''السیرۃ العطرۃ: محمد خاتم الرسل'' اور امام ذہبی کی ''المنتقی من الروض الانف'' وغیرہم نمائندہ تلخیص کتب سیرت ہیں۔

دوم اختصار: اس قسم میں سیرت نگار کسی ایک مطول کی تلخیص کی بجائے کئی کتب سیرت کو مد نظر رکھ تمام یا چند عناوین کو اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہے جسے اصطلاحات سیرت میں ''مختصرات'' کہتے ہیں۔ ان میں سے چند نمائندہ کتب یہ ہیں: احمد بن فارس کی ''اوجز السیر لخیر البشر'' علی بن محمد خلاتلی کی ''السیرۃ النبویۃ'' ابن عبدالبر حزم قرطبی ''کی'' الدرر فی اختصار المغازی والسیر'' ابن حزم اندلسی کی ''جوامع السیرۃ'' محب الدین طبری کی ''خلاصۃ سیرۃ سید البشر'' ابن کثیر دمشقی کی ''الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول'' ابو عیسیٰ اللیثی کی ''اختصار سیرۃ الرسول'' ابن عربی کی ''اختصار السیرۃ النبویۃ'' وغیرھم۔

جمہور صوفیہ کی سیرت نگاری کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ انہوں نے دیگر سیرت نگاروں کی طرح سیرت نگاری میں مطول، شرح، تہذیب اور تلخیص کی بجائے ''منہج اختصار'' کو اختیار کیا۔ جس سے مختصرات سیرت النبی ﷺ کا عظیم الشان ذخیرہ معرض وجود میں آیا جس کا تسلسل تا حال جاری ہے۔ یہاں ذہن میں ایک سوال ذہن میں اُبھرتا ہے کہ آخر صوفیہ نے مختصرات النبی ﷺ کا انتخاب کیوں

کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: جب سیرت نگار سیرت نگاری کا فریضہ سرانجام دینے کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے پہلے اسے اس بات کا اندازہ لگانا ہوتا ہے کہ وہ معاشرے کے کس طبقے کے لیے لکھ رہا ہے اس کی ذہنی و علمی سطح کیا ہے اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر وہ سیرت النبی ﷺ کے مقاصد، اسلوب، متن اور منہج کا انتخاب کرتا ہے۔ یہ وجہ ہے اگر سیرت نگار اہل علم و دانش کے لیے سیرت نگاری کا فریضہ سرانجام دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ محدثانہ، ادبی، کلامی اور فلسفیانہ اسلوب و منہج اور متن کا انتخاب کرے گا۔ اور اس کی ہیئت مفصل و مطول ہوگی۔ اس کے برعکس اگر وہ عوام الناس اور مشغولیت میں گھرے افراد کی تعلیم و تربیت کے لیے سیرت نگاری کرنا چاہتا ہے تو اسے اس طبقے کی ذہنی و علمی کیفیت و سطح کو مد نظر رکھتے ہوئے مفصل و مطول کی بجائے مختصر سیرت نگاری کو قلم بند کرنا پڑے گا۔ دوسرے لفظوں میں شارٹ کورس برائے سیرت تاکہ قاری کم وقت اور چند اوراق کے مطالعہ سے سیرت کے جوہر سے روشناس ہو سکے۔ اسی لیے وہ اختصار، تلخیص کی ہیئت میں سیرت نگاری کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ جو چند اوراق پر مبنی کتابچوں اور رسائل کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ ان مختصر اوراق سے وہ قاری کو سیرت کے فلسفے سے شناسی عطا کر دیتا ہے۔

یہ ہی وجہ ہے کہ صوفیانہ سیرتی ادب میں ہمیں اکثر مفصل اور مطول کی بجائے مختصر سیرت نگاری کی ہیئت ملے گی۔ جو سوانحی، بیانیہ اسلوب اور عام فہم ہوگی۔ تاکہ کم وقت اور کم عبارت میں سیرت کے اصل جوہر کو مریدین اور عوام الناس کے ذہن نشین کرایا جا سکے۔ اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ صوفیہ کی مختصرات کو محفوظ رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ یہ ہی وجہ ہے اس کا اکثر ذخیرہ مفقود ہو چکا ہے۔ یا کتب خانوں کے مخطوطات کی شکل میں دیمک زدہ ہو چکے ہیں۔ تو دوسری طرف جدید سیرت نگاروں نے جب بھی مختصرات کو موضوع تحقیق بنایا ہے تو وہ اس عظیم صوفیانہ سیرتی ادب سے چشم پوشی کرتا بھی دکھائی دیتا ہے۔ جس سے وہ یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ سیرتی ادب کے فروغ میں صوفیہ کا کردار نہ ہونے کے برابر ہے۔ جو کہ خلاف واقع ہے۔ اس تاثر کو زائل کرنے کے لئے ہم نے زیر مطالعہ "سیرت نگاران صوفیہ" نمبر شائع کرنے کا ارادہ کیا تو صوفیانہ سیرتی ادب ایک بے کنار سمندر دکھائی دیا جسے ایک خصوصی نمبر میں سمونا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن معلوم ہوا۔ اور یہ حقیقت بھی آشکار ہوئی کہ سیرت کے مختلف عناوین پر علیحدہ علیحدہ خصوصی نمبر شائع کئے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح " قادری صوفیہ کی سیرت نگاری، چشتی صوفیہ کی سیرت نگاری، نقشبندی صوفیہ کی سیرت نگاری اور سہروردی صوفیہ کی سیرت نگاری پر کام کرنے کی کافی گنجائش موجود ہے۔ آخر میں ان تمام مقالہ نگاران کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں اپنے تحقیقی مقالہ جات ارسال کئے۔ امید ہے یہ خصوصی نمبر سیرتی جرائد میں ایک سنگ میل ثابت ہوگا۔ جس کی وجہ سے سیرتی ادب کی کئی راہیں وا ہوں گی۔

پروفیسر دلاور خان

مدیر اعلیٰ: شاہد ریسرچ جرنل انٹرنیشنل کراچی

مولد النبی ﷺ

سیّد عبد القادر الجیلانی الحسنی الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند

پروفیسر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی
(دار المدینہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد)

Abstract:

"The term Mawlid is derived from Arabic root word "Walad" meaning "To give birth". Although it is generic term for any day of birth, usually refers to the observance of the birth of the holy Prophet Muhammad (Peace be up on him). In the Islamic History, after the birth of the holy prophet Muhammad (Peace be up on him), first Mawlid was celebrated by the grandfather of the holy prophet (Peace be up on him) he recited a poem on birth day of the holy prophet (peace be up on him) and organized gathering after seven day of the birth. This tradition in Muslim society is continue till up date. Then Text of Mawlid was especially composed in prose and poem. Thousands Mawlid were written in Arabic language; Text of Mawlid writing is old tradition of Arab. Manuscript of Mawlid written by Hazrat Syed Abdul Qadir Jilani is existed in Digital Library of king Saud University of Riyaz. In the start of this Manuscript is written "مَوْلِدُ النَّبِیّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهُ تَأْلِيفُ كُتِبَ فِي الْقَرْنِ الثَّالِثِ عَشَرَ الْهِجْرِی ۔ مَكْتَبَةُ جَامِعَةِ الْمَلِكْ سَعُودُ الْجِيلَانِی عَبْدِ الْقَادِرِ بْنُ مُوسَى الْعُنْوَانُ: مَوْلِدُ النَّبِیّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الْمُؤلِف: قِسْمُ الْمَخْطُوطَاتِ الرقم: ۵۶۷۵-۱۸۵ے الجِيلَانِی عَبْدِ الْقَادِرِ بِن مُوسَى عدد الأوراق"۔ This is basically written on Mawlid but also covers Towheed, Meraj, Light and Announcement of the prophet hood. This is a master piece of Arabic literature. It has been translated in to Urdu language, added also references and at the end of this Mawlid Translation foot notes are written".

تعارف مخطوطہ:

عربوں میں نثری میلادناموں کی ایک روایت اب بھی موجود ہے، ماہ ربیع الاول میں یہ میلادنامے ذوق وشوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں ان میں حضرت سید جعفر بن حسن حسینی شافعی برزنجی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ میلادنامہ سرفہرست ہے، پیش نظر رسالہ بھی انہی میلادناموں کے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے. اس کا ایک مخطوطہ اور ایک مطبوعہ نسخہ دستیاب ہوا ہے، دستیاب مخطوطہ سعودی عرب کے شہر ریاض میں قائم کنگ سعود یونیورسٹی کی آن لائن ڈیجیٹیل لائبریری میں ۵۶۷۵ کے تحت موجود ہے، اس کے آغاز میں کتاب کے بارے میں یوں تحریر کیا گیا ہے: مَوْلِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَلَّهُ تَأْلِيفُ الْجِيلَانِي عَبْدِ الْقَادِرِ بْنُ مُوسَى۔ كُتِبَ فِي الْقَرْنِ الثَّالِثِ عَشَرَ الْهِجْرِي ۔مَكْتَبَةُ جَامِعَةِ الْمَلِكُ سَعُودُ قِسْمُ الْمَخْطُوطَاتِ الرقم: ۵۶۷۵-۱۸۵۷۔الْعُنْوَانُ: مَوْلِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم الْمُؤلف : الجيلَانِي عَبْدِ الْقَادِرِ بنِ مُوسَى عدد الأوراق:

مذکورہ بالا یونیورسٹی کی لائبریری نے اس رسالے کو محفوظ کر کے علم دوستی اور دیانتداری کا مظاہرہ کیا ہے، یونیورسٹی کے علم دوست حضرات اس علمی خدمت پر قابل مبارکباد ہیں۔ جبکہ اسے انٹرنیٹ پر Up Load کیا گیا ہے۔علامہ محمد عمر حیات قادری صاحب نے ہی پیش نظر رسالے کا مخطوط نسخہ بھجوایا تھا اور پھر اُنہوں نے ہی اس کا ایک مطبوعہ نسخہ بھی نہ صرف حاصل کیا بلکہ فوری طور پر ای میل کے ذریعے مجھے ارسال بھی کر دیا، یہ نسخہ مرکز جيلاني للبُحُوثِ العِلْمِيّه استنبول سے ڈاکٹر سید محمد فاضل جیلانی الحسنی حفظہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس رسالے کی پیشانی پر تحریر ہے: سِلْسِلَةُ كتُبِ الشَّيْخِ السَّيِّدِ الشَّرِيفِ عَبدِ الْقَادِرِ الجيلاني –

ہمارے پیش نظر مخطوط میں رسالے کا نام مَوْلِدُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہے۔ جبکہ ڈاکٹر صاحب کے شائع کردہ رسالے کے سرورق پر: البلبل الصَّادِي بِمَولِدِ الهَادِي صَلَّى اللهُ عَليهِ وآله وسَلَّم تحریر ہے۔ڈاکٹر صاحب نے آیات واحادیث کی تخریج کے ساتھ انتہائی مفید حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے مگر انہوں نے نہ تو یہ وضاحت فرمائی کہ اُن کے پیش نظر مخطوط کہاں سے حاصل کیا گیا اور نہ ہی دیگر مخطوطات سے اس مخطوطے کا تقابل کیا گیا تھا، مگر پھر بھی عاشقان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبین غوث

اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان مہیا ہو گیا، اللہ تعالی انہیں اس عظیم علمی اور روحانی خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ راقم الحروف نے اپنی استطاعت کے مطابق عربی متن میں مخطوط اور مطبوع کا مقارنہ کیا اس دوران حاشیہ میں ترکی سے طبع ہونے والے نسخہ کی نشاندہی (ت) کی گئی ہے، رسالے کی پیرابندی کی گئی ہے اور علامات ترقیم کا اہتمام بھی کیا گیا ہے، ترجمہ کے دوران کہیں کہیں قوسین میں مختصر وضاحت بھی کی گئی ہے، امید کی جاتی ہے کہ عرب ممالک میں قیام پذیر اہلِ محبت اس رسالے کے مزید مخطوطے تلاش کریں گے تاکہ ان مخطوطات کا تقابل کر کے مزید بہتر نسخہ تیار کیا جا سکے۔

مولود نگاری اور عربی ادب میں مخطوطہ کا مقام:

عرب دنیا میں رائج میلادناموں کے اسلوب و آہنگ میں ڈھلا ہوا محبوب سبحانی حضرت غوث اعظم جیلانی کا ہے۔ رسالہ کا مسجع مقفی طرز بیان کہیں بھی تکلف پر مبنی نظر نہیں آتا بلکہ شروع سے آخر تک سلیس شستہ اور رواں دکھائی دیتا ہے بلکہ بیشتر مقامات پر اس رسالے کی انفرادی شان جلوہ گر نظر آتی ہے۔ قرآنی آیات کے اقتباسات سے جہاں رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو اجاگر کیا گیا ہے وہیں زبان وبیان کی دلکشی میں اضافہ بھی کیا ہے، پیش نظر رسالہ اگرچہ میلاد کا عنوان لئے ہوئے ہے مگر اس کا ایک حصہ معراج کے بیان پر مشتمل ہے جو دلوں میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو راسخ کر رہا ہے، زیر نظر رسالے میں جہاں علمی گہرائی اور تصوف کی چاشنی پائی جاتی ہے وہیں اس کے ایک ایک جملے سے عربی زبان کی حلاوت اور فصاحت جھلکتی ہے، یہ میلادنامہ اپنے ظاہری محاسن کے ساتھ ساتھ اپنے اندر علمی روحانی اور وجدانی معانی اور مفاہیم کا ایک جہان لئے ہوئے ہے، آخر لکھا ہوا کس شخصیت کا ہے؟ وہ سیدنا غوثِ اعظم، جنہیں رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی المرتضی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ نے براہ راست علمی فیضان سے نوازا، آپ کے الفاظ فصاحت، بلاغت اور سلاست سے تو آراستہ ہیں ہی مگر یہ کلمات طیبات اپنے اندر محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اثرات اور وجدانی کیفیات کی ایک دنیا بھی سمیٹے ہوئے ہیں، اس لئے کہ یہاں آورد کا تو شائبہ بھی نہیں بلکہ یہ رسالہ اپنے آغاز سے اختتام تک آمد ہی آمد ہے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ حب الٰہی اور محبت رسول کے جام پینے کے بعد حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے خاص کیفیات میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔

مخطوط کے حاشیہ پر دو رباعیاں درج تھیں مجھے ان کے حوالے سے تشویش سی رہی کہ انہیں متن میں کہاں ثبت کیا جائے؟ اور جب ڈاکٹر سید محمد فاضل جیلانی صاحب کا طبع کردہ نسخہ سامنے آیا تو اُس میں

یہ دونوں رباعیاں موجود نہیں تھیں جس سے مجھے یہ رائے قائم کرنے میں مدد ملی کہ شاید پیش نظر مخطوط میں یہ دونوں رباعیاں کاتب نے یا کسی قاری نے عربی متن کے بائیں طرف تحریر کر دی ہوں گی، وہ دونوں رباعیاں درج ذیل ہیں:

یا ناشد المعالی غنی — فی مدیح المصطفی یا مُنشدی

ثم کررھا وزدنی شجنا — انھا تحلو من الصوت الندی

اے بلندیوں کے نغمے الاپنے والے نعت خوان ذرا مجھے بھی مصطفی کریم (ﷺ) کی نعت سنا دے۔ پھر ایک کے بعد دوسری نعت سنا کر میرے سوز و گداز کو اور بڑھا دے، آپ کی نعت ہر دلنشیں آواز سے زیادہ شیریں ہے۔ (ت)

غن لی سوطا بمدح المصطفی — فمدیح المصطفی عندی حلا

طیب الألحان بالصوت الحسن — انه یجلو عن القلب الحزن

مجھے مصطفی کریم ﷺ کی مدح سناؤ آپ کی مدح میرے لئے نہایت شیریں ہے۔ آپ کی مدح میں اچھی آواز کے ساتھ بہترین الحان دل سے حزن و ملال دور کرتے ہیں۔ (ت)

مولود النبی ﷺ

سیدنا الشیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

اے وہ ذات! جس نے اپنی عظمت کے نقوش اپنے عرش کے پردوں میں ظاہر فرمائے اور اُس نے کتاب زیست کے ہر ورق پر اپنی فردانیت کے نقوش خوبصورت حروف سے ثبت فرمائے۔ اور اُس نے اپنے ارادے اور احکام کے مخالفین کو اپنے قدرت والے (بے مثل) ہاتھوں کی گرفت اور قوت سے کچل کر رکھ دیا۔ تیرے لئے ہی حمد اور مسلسل سرمدی شکر ہے اُس بندے کی طرف سے جس پر اُس کے ربّ کی نعمتوں کے بادل خوب برسے اور جسے اُس کے خالق و مالک نے اپنی نعمتوں اور اپنی عطا کے دریاؤں سے مالا مال فرمایا، بندہ (اپنے ربّ کی حمد و ثنا میں) کتنا بھی مبالغہ کرے اُسے اپنی تنگ دامانی کا اعتراف کرنا ہی پڑے گا، اور اپنے ربّ کی حمد و ثنا کرنے والے عاجز بندے کے لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے حمد کئے ہوئے ربّ کی حمد و ثنا کی حقیقت کو پا سکے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے اُسے استحقاق کے بغیر اپنی

نعمتوں سے نوازا۔ اور اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں بندوں سے وعدہ لینے سے قبل اپنے بندہ خاص پر اُس کے تمام امور میں ایسے لطیف طریقے سے کرم فرمایا کہ بندے کو بھی خبر نہ ہوئی۔

توحید ورسالت کی گواہی:

اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں، تو یکتا ہے اور لاشریک ہے، میں (تیری وحدانیت کے حوالے سے) غیب پر ایمان رکھنے والے مؤمن کی طرح گواہی دیتا ہوں، ایسی گواہی جو شک وشبہ سے خالی اور یقین کی بنیادوں پر استوار ہے اور دل سے ہر وہم اور شک کو دور کرنے والی ہے، (اس گواہی کے ساتھ ہی) میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ تیرے وہ معظم و مکرم بندے ہیں جن کے ذریعے تو نے کائنات کے خزانوں کے بند دروازے کھول دیئے۔ اور تیرے ایسے رسول (ﷺ) ہیں کہ تو نے اُن کے طفیل جسے چاہا اُس پر مزید فضل و کرم فرمایا اور اُسے اپنی حفاظت عطا فرمائی، وہ تیرے ایسے نبی (ﷺ) ہیں کہ تو نے اُن کو عطا کی گئی قوتوں کے ساتھ ہر اُس شخص کی حفاظت اور مدد فرمائی جس نے تجھ سے دستگیریوں کا سوال کیا، تمام مخلوقات سے قبل آپ ہی کی عزت افزائی کی گئی اور آپ ہی کو کائنات کی تخلیق بلکہ تخلیقی عمل سے بھی پہلے رسالت کے لئے چنا گیا، آپ وحی سے رہنمائی پانے والے، ازلی راز کے حامل اور غیبی امور کے امین ہیں۔ اور آپ (قیامت کے دن) حمد کا پرچم تھامنے والے عظمت کا جھنڈا گاڑنے والے، احکام قضاوقدر کی گواہی دینے والے ہیں، دنیا میں تعینات کے اولین انوار کا سب سے پہلے مشاہدہ کرنے والے، عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے والے حاکم اور اپنی رسالت کا اظہار فرمانے والے ہیں۔ آپ عدل کا ترازو فضل و کرم کی زبان، جود وسخا کو (قلوب واذہان) میں راسخ کرنے والے، حکمتوں کا منبع، نعمتوں کا مرکز، شریعت کے حاکم اور احکام شریعت کو نافذ کرنے والے ہیں، کائنات کے حقیقی بادشاہ کی طرف سے امر کے مالک ہیں، کامیابی کے متلاشی پرندے کو پر بخشنے والے ہیں، آپ نے اپنی عزت کی سلطنت اور اپنی سلطنت کی عزت میں منفرد اور نرالی شان حاصل کی تو دیگر (دنیوی) ممالک کے بادشاہ آپ کے جلال کی ہیبت کے سامنے جھک گئے، (دنیوی) ممالک کے حکام نے دل کی گہرائیوں سے آپ کی تعظیم و توقیر بجالاتے ہوئے آپ کی اطاعت اختیار کی، بلاغت کے پرندوں نے آپ کی جلوہ گاہ کا طواف کیا، علوم نے آپ کی لائی ہوئی ہدایت سے تقویت پائی، آپ نے اپنے غلبہ کی تلوار سے ہر اُس شخص کا سر قلم فرمادیا جس نے آپ کی مخالفت کی اور

جس نے آپ سے دشمنی رکھی، دنیا میں آپ کی ہدایت اور آپ کی ملت کے انوار سے انسیت پیدا کرنے والے ہی آخرت میں قرب کے مقام پر فائز ہوں گے۔

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے:

ہمارے سارے حواس آپ کے جمال جہاں آرا کے اسیر ہیں اور زبانیں تو (اللہ تعالیٰ کے بعد) آپ کے علاوہ کسی کو پکارنے کی روادار ہی نہیں ہیں اور کان (کلام الٰہی کے بعد) آپ کے علاوہ کسی کا کلام سننے کے معاملے میں بہرے ہیں اور آنکھوں کو آپ کے جمالِ جہاں آرا کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اور آپ سے ہی روایت سچی ہے ورنہ راوی جھوٹا ہے، آپ ہی کی طرف سفر وسیلہ ظفر ہے ورنہ سواریاں تیار ہی نہیں کی جاتیں۔ اور اگر آپ نہ ہوتے تو ملکوت اعلیٰ میں وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً۔ (۱) کی نوبت ہی نہ بجائی جاتی اور نہ ہی عالم بالا میں وَ نَفَخْتُ فِيهِ مِن رُوحِي۔ (۲) کی روشنیاں پھیلتیں۔ آسمانوں میں فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ۔ (۳) کے پرچم لہرائے گئے تو آپ ربّ کے لئے سجدہ ریز ہو گئے رنگ ونور کی دنیا میں اِنَّ اللہ اصطفی -(۴) کے جلوے جگمگائے اور دستِ قدرت نے آدم علیہ السلام کو کُن کی کان سے اس شان کے ساتھ ظہور بخشا کہ آپ اپنی عظمت کی چٹائی پر (شان عجز ونیاز کے ساتھ) تشریف فرما عزت کا تاج پہنے ہوئے تھے۔ ملا اعلیٰ کے رہنے والوں نے آپ کی طرف شدید حیرت سے دیکھا، عالم بالا کے خیمہ نشین فرشتوں نے آپ کی طرف تعجب کی انگلیوں سے اشارہ کیا۔ فرشتوں کے لئے آپ کی صورت کی تحریر میں موجود رموز کے معانی منکشف نہ ہوئے۔ وہ آپ کی (بے مثل) بشریت کے پردے میں چھپے ہوئے حقائق کے اشارات نہ سمجھ سکے، اُن کی فصاحت آپ کی ذات میں پنہاں راز کے خزانے کو سمجھنے (اور تعبیر کرنے) سے قاصر تھی، یوں تقدیر نے فرشتوں پر نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لك (۵) کے اپنے ہی دعوے کو انہی کے اعتراف لا علم لنا۔ (۶) کے ذریعے پلٹ دیا تب انہیں قدیم کی بارگاہ سے عزت کی زبان نے پکار کر کہا: "اے نور کے محلات والو! یہ ازلی ارادے کی سیاہی سے انسانی دنیا کی لوح تخلیق پر ٹپکنے والا پہلا قطرہ اور پہلا نقطہ ہے اور ربانی قضا و قدر کی کمان سے وجودی فضا کی طرف احدی ارادے کی قوت سے پھینکا جانے والا پہلا تیر ہے، بشری لشکروں کے آگے چلنے والی پہلی صورتوں کا پہلا ظہور ہے، آپ انبیاء کے روحانی باپ اور اصفیاء کا عنصر ہیں۔ آپ انشاء (تخلیق) کے حروف کی شکل ہیں، کتاب ہستی کے کلمات کے نقطوں سے عبارت ہیں، کائنات اگر دھڑ ہے

تو آپ اُس کی آنکھ کی پتلی ہیں۔ آپ (معراج کی شب) صلصالی عنصر (بشریت) (۷) سے بلندیوں (نورانیت کے اعلیٰ مقامات) کی طرف ترقی کا سفر طے کرتے گئے فخر اور تکبر کے الاؤ سے مزید دور ہوتے گئے حمَاٍ مسنون۔ (۸) کے ہاتھ نے آپ کا دامن تھام لیا اور سلالۃ من طبین۔ (۹) کی انگلیوں نے آپ کے عزت والے دامن پر گرفت مضبوط کی، تقدیر نے کہا: ”انہیں چھوڑ دو ان کا بلندیوں کی طرف پرواز کرنا ہمارے انتخاب کے پر سے ہے، آپ کا ناز“ ہماری نشانیوں کے اضافے کے ساتھ ہے، معزز وہی ہے جسے ہم نے چن لیا ہو اور مکرم وہی ہے جسے ہم نے عزت کے لئے منتخب کر لیا ہو۔

نورانیت مصطفی ﷺ دوم:

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کی ذات اور آپ کا نور ملکوتی نشانیوں اور غیبی اشارات والا تھا، قبل از میں آپ کرم کی خصوصیات سے آراستہ ہوئے حتی کہ یہ امر آپ کے عدم سے وجود کی طرف تشریف آوری کا سبب بنام مصطفی کریم ﷺ کے صدقے خیمہ ہستی کے ستون قائم ہوئے، اور آپ کی عظمت کے طفیل علوی (سماوی) اور سفلی (زمینی) کائنات ایک لڑی میں پروئی گئی۔ آپ کتاب حکومت کے کلمہ کا راز ہیں، فعل خلق کے حروف کا معنی ہیں نئی چیزوں کی تخلیق کے کاتب کا قلم ہیں، چشم جہان کی پتلی ہیں، نبوت کے ہار کا سب سے قیمتی موتی ہیں، تاج رسالت کا تابندہ ہیرا ہیں، گروہ انبیاء کے قائد ہیں، رسولوں کے لشکر کا ہراول دستہ ہیں، مقربین کے امام ہیں، آپ حسب و نسب کے اعتبار سے اولیٰ ہیں کیونکہ آپ اہلِ زمین کے سب سے عظیم روحانی باپ ہیں، نیز موجودات کی ایجاد میں قابل فخر اصل ہیں، آپ کا نور حضرت آدم علیہ السلام میں منتقل ہوا اور اُن سے اس دنیا میں بہترین ذریت کی طرف بڑھا، یہ نور آپ کے دادا حضرت عبد المطلب (اور پھر آپ کے والدین کریمین) تک طیب پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا رہا، آپ ﷺ ہی کی برکت سے یہ نسب ہر طرح کی کثافت اور قباحت سے پاک رہا، آپ کا نسب دنیا اور آخرت والوں کی عزت و کرامت کا باعث ہے۔

اعلانِ نبوت:

آپ کو ڈھال اور خود (حفاظت الہیہ) کے ساتھ عظیم فرشتے (جبریل علیہ السلام) کے ذریعے (لوگوں کی طرف) بھیجا گیا، آپ نے لوگوں کو اللہ کی طرف علی وجہ البصیرت بلایا۔ (۱۰) دنیا کے چھوٹے بڑے نے آپ کی اطاعت قبول کی، آپ کے دعوت و تبلیغ کی طرف متوجہ ہوتے ہی (آپ کی

سچائی کی) نشانیاں ظاہر ہوئیں، آپ کے اعلانِ نبوت کے ساتھ ہی چھپے ہوئے معجزات ظاہر ہوئے، آپ فصحائے عرب کے زمانے میں مبعوث ہوئے تو آپ نے اپنی فصاحت کے بل بوتے پر انہیں اُن کی زبانوں کی بلاغت بھلادی، آپ کے اشارے کی عظمت کے سامنے فصحائے عرب کے معارف کی عقلیں سجدہ ریز ہوگئیں، آپ فصحائے عرب کے انکار اور اُن کی ہٹ دھرمیوں کے ہجوم میں نرالی شان و شوکت سے ظاہر ہوئے، آپ نے تمام فصحاء کو قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْأِنْسُ وَالْجِنُّ...(۱۱) کے ذریعے قرآن کی مثل لانے سے عاجز کر دیا۔ آپ کے جوامع الکلم کے سامنے فراستوں کے سورج گہنا گئے، فصحائے عرب کے افکار کے چمکتے دمکتے چاند آپ کے حکمت بھرے کلمات کے سامنے ماند پڑ گئے۔

سفر معراج:

اللہ رب العالمین کی طرف سے جبریل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کو براق پر سوار کیا تاکہ وہ (اللہ کے حکم سے) آپ کو ازلی جلال کے جمال کا مشاہدہ کروائیں اور ابدی عزت کا نظارہ کروائیں چنانچہ آپ ساتوں آسمانوں کو چیرتے چلے گئے، تب رات اپنے خیموں کو پھیلائے ہوئے اور انہیں آفاق میں سجائے ہوئے تھی، وہ وقت (آپ کے سفر معراج کی برکت سے) گلشن کی مسحور کن خوشبو سے بھی زیادہ معطر اور سپیدۂ سحر سے بھی زیادہ روشن اور تابناک ہو گیا۔ آپ کے لئے معراج کی رات اسریٰ بِعَبْدِہٖ۔(۱۲) کے ہاتھوں بساطِ کائنات کو لپیٹ دیا گیا۔ ”انہیں عزت واحترام سے لاؤ تاکہ میں انہیں اپنا قرب عطا کروں۔“ یہ حکم صادر ہوتے ہی فضاؤں کی وسعتیں سمٹ گئیں، آپ کے سامنے آسمانی امور لِنُرِیَهٗ مِنْ آیَاتِنَا۔(۱۳) کی خوبصورت پوشاکوں کی صورت میں ظاہر کئے گئے، آپ کے سامنے کونین کے سر بستہ راز بے نقاب کئے گئے، آپ کو دارین کے امور اور جن وانس کے علوم پر مطلع کیا گیا، آپ کو یہ سب کچھ لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی ۔(۱۴) کی مجلس میں عطا کیا گیا، جب آپ افق اعلیٰ میں تھے (۱۵) تو رسولوں کے سردار آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے لئے آئے، رسولوں کو حکم دیا گیا کہ وہ آسمانوں کے دروازوں پر آپ کی تشریف آوری کا انتظار کریں، فرشتوں کے سردار آپ کی سواری کے سامنے (سرمستی اور سرشاری کے ساتھ) خادمانہ حیثیت سے اپنے سِدْرَۃُ الْمُنْتَهٰی کی طرف دوڑتے تھے، اُن کے سرداروں نے اللہ تعالیٰ سے رحمت دوعالم ﷺ کی زیارت اور آپ سے ہم کلامی کا سوال کیا تھا۔

اور التجا کی تھی کہ اُن کی مشتاق آنکھوں کو نبی اکرم ﷺ کی زیارت کے ذریعے ٹھنڈک اور اُن کے قلوب و اذہان کو آپ سے ہم کلامی کے ساتھ شاد کامی بخشی جائے، پس ان فرشتوں کے علوم کی انتہا اور عقول کا سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى آپکے روئے روشن کی تابانیوں اور آپ کے لہجے کی حلاوت میں ڈوب گیا۔

جونہی آپ کے مبارک چہرے سے پھوٹتی نور کی کرنیں آسمان کے دروازوں سے ٹکرائیں تو سراپا نور فرشتوں کی آنکھیں اُن نوری کرنوں کے جلال سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور اُن کرنوں کے جمال سے ملاء اعلیٰ کے رہنے والوں کی آنکھیں چندھیا گئیں، عالم بالا کے خیمہ نشینوں کی گردنیں چہرۂ والضحیٰ سے نکلتی نوری کرنوں کی ہیبت سے جھکتی چلی گئیں، نوری محلات کے رہنے والے بچھتے چلے گئے۔ اور روحانی کروبیوں کی آنکھیں آپ کی عظمت کا عروج دیکھ کر حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ اور مقرب فرشتے صف بستہ کھڑے ہو گئے، حضائر القدس تسبیح کرنے والوں کی تسبیح سے گونج اٹھے، وجد سے سرشار لوگوں کے انفاس سے پاکیزگی کے جہان جھوم اُٹھے، عرش اور کرسی آپ کی زیارت کی بدولت وجد میں تھے، آپ کی آمد کی خوشی میں جنت کے باغات سج گئے تھے، سماوی دنیا میں آپ کی تشریف آوری سے دھوم مچ گئی تھی، اور عالم بالا اس نعمت کی وجہ سے اپنی خوش قسمتی پر ناز کر رہا تھا، آسمانوں کے دروازے چمک اُٹھے اور سماوات روشنی سے بھر گئے۔

نبی مختار کی چشم مبارک کے لئے سربستہ راز کھول دیئے گئے تھے۔ اور صاحب انوار ﷺ کے لئے پردے ہٹا دیئے گئے تھے، روح الامین (خادم کی حیثیت سے) آپ کے آگے تھے، وہ آپ کو لے کر، وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ -(۱۶) کے دائرے تک پہنچے، اور پھر آپ سے یوں عرض گزار ہوئے: "اے کونین کے حبیب! آپ اپنی منفرد شان کے ساتھ اپنے رب کی ملاقات کے لئے تیار ہو جائیں۔" جبریل امین نے آپ کو نور کے ہالے میں چھوڑا اور خود پیچھے ہٹ گئے، ایڑیاں اٹھا کر آگے دیکھنے والا اپنی حد کے پاس رک جاتا ہے، پس انبیا حرمت والے حرم کی حدود میں خدمت سرانجام دینے کے ارادے سے ایستادہ تھے، جبکہ ملائکہ جلال کی بلندیوں میں تعظیم کے قدموں پر کھڑے تھے، اور عشاق کی ارواح اشواق کے مقامات پر اس شوق میں جھومتی رہیں کہ آپ کی واپسی پر آپ کی زیارت سے شاد کام ہو سکیں، آپ کا سفر ایک ایسی جگہ تمام ہوا جہاں لوحِ اعظم کے صفحات پر وحی کے قلم کے چلنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ آپ (ﷺ) نے مقام، دَنَا فَتَدَلّٰى ۔(۱۷) کی طرف اشواق کے پروں سے پرواز

کی، آپ کو سراپا کرم میزبان نے قَابَ قَوْسَیْنِ (۱۸) کے گلشن میں ٹھہرایا، اور آپ کے لئے قرب یا اُس سے بھی زیادہ قرب کی چادریں بچھائی گئیں۔ (۱۹) آپ نے رب کریم جل جلالہ کی طرف سے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ کی صدائے دلنواز سماعت فرمائی، آپ ﷺ نے ربّ کی طرف سے سلام کو دل و جان سے قبول فرمایا، پھر آپ نے اپنے انقباض کو انبساط میں اور انسانی اندیشوں کو انسیت میں تبدیل کیا، نیز آپ نے، فاوحیٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ (۲۰) کی عطاؤں کو دامن میں سمیٹا پھر آپ پر، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى۔ (۲۱) کے نظاروں کو عیاں کیا گیا، آپ نے سلام کا جواب دینا چاہا تو تقدیر نے آپ کے کلام سے پہلے آپ کا دہن مبارک کھولا اور اُس میں علم ازلی کے سمندر میں سے ایک قطرہ ٹپکا دیا، اس ایک قطرے کی بدولت آپ کو اولین و آخرین کا علم حاصل ہو گیا، تب آپ کے عظیم اخلاق اور وسیع جود و کرم کی زبان نے کہا: "یہ بارگاہ سراپا کرم نعمتوں کا مرکز اور رحمت کا سرچشمہ ہے، نیز فضل و کرم کی جگہ ہے، فتوت (سخاوت و مروت) کی بساط اور بھلائیوں کا سرچشمہ ہے، وفا اور دلبری کی کتاب میں احباب کے ساتھ مواسات میں تردد کرنا اچھا نہیں سمجھا گیا۔ لہذا آپ نے (اپنی امت پر) اپنی فطری رحمت کے ساتھ شفقت فرمائی، آپ نے اپنی نیکی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے احباب کی تعریف فرمائی۔ اور انہیں اپنے مرتبہ ومقام کی بزرگی میں سے کچھ حصہ عطا فرمایا، آپ نے اپنے احباب کو وہاں یاد رکھا جہاں ذاکر اپنے آپ کو بھول جاتا ہے، آپ اپنے منفرد مرتبہ ومقام کے باوجود اپنے احباب کو ربّ سے مناجات کے وقت نہیں بھولے، آپ ربّ کریم کے سلام کے جواب میں یوں گویا ہوئے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ

"سلامتی ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر"

اللہ تعالیٰ کو آپ کا یہ عمل پسند آیا تو اُس نے اپنے حبیب (ﷺ) سے فرمایا: اے سرداروں کے پیشوا! اے عزت والوں کے امام! مخلوق میں جلالت آپ ہی کے لئے ہے، (پیدائش میں) سب سے پہلے بھی اور (بعثت میں) سب سے بعد بھی آپ ہی ہیں، ظاہری اور باطنی طور پر بندوں میں اعزازات آپ ہی کو زیبا ہیں، مروت اور وفا کو آپ ہی پر ناز ہے، فتوت اور پاکیزگی آپ ہی پر بجتی ہے، کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا؟ (۲۲) کیا ہم نے آپ سے آپ کا وہ بوجھ نہیں اتارا جس نے آپ کی مبارک پشت کو بوجھل کر رکھا تھا؟ کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند نہ کیا؟ کیا ہم نے ازل میں آپ

کو تمام انبیاء و مرسلین پر شرف عطانہ فرمایا؟ کیا ہم نے آپ کو سرخ و سیاہ کی طرف نہ بھیجا؟ کیا ہم نے آپ کو اعلیٰ علیین میں عزت و کرامت کے لئے منتخب نہ کیا؟ کیا ہم نے عیسیٰ کو آپ کی بشارت دینے والا نہ بنایا؟ انہوں نے کہا تھا: "میں اپنے بعد ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہو گا"۔(۲۳)

وہ کہتے تھے:

رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی -(۲۴)

"اے میرے ربّ میرے سینے کو وسعت عطا فرما۔"

جبکہ آپ سے کہا جاتا ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ؟(۲۵)

"کیا ہم نے آپ کا سینہ آپ کے لئے کشادہ نہیں کیا؟"

وہ کہتے تھے:

رَبِّ ارنی -(۲۶)

"اے میرے ربّ! مجھے اپنا جلوہ دکھا۔"

اور آپ سے کہا جاتا ہے:

اَلَم تَرَاِلَى رَبِّكَ؟(۲۷)

"کیا آپ نے اپنے ربّ کی طرف نہ دیکھا؟"

آپ دنیا میں اپنی امت پر گواہ ہیں اور آخرت میں وہی ہو گا جو آپ چاہیں گے، اگر آپ اپنی شریعت کے تمہیدی مرحلے سے فارغ ہوں تو دعاء میں محنت کریں۔ اور اپنی امت کے معاملے میں اپنے ربّ کی طرف متوجہ ہو جائیں۔(۲۸)

اے کائنات کے سردار! آپ کو معراج کی رات ایک نورانی سواری رفرف آسمانوں پر لائی، قابَ قوسین(۲۹) آپ کی مقدس وادی ہے فَأَوحَىٰ إِلىٰ عَبْدِهِ ما اوحٰی۔(۳۰) کے کلمات آپ کے لئے ایک ایسی بلبل کی مانند ہیں جو کانوں میں پسندیدہ نغموں کے ذریعے رس گھولتی ہے، ان کلمات کے ذریعے آپ کو وہ منزل عطا ہوئی جس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تمنا کی تھی، یہ، ماذاغ البصر وما طغیٰ(۳۱) (دیدار الہی) کی منزل ہے، آپ انبیاء کے دیوان میں (بعثت کے اعتبار سے) لکھا جانے والا آخری حرف

ہیں، آپ، تِلكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا۔(۳۲) کے منشور میں لکھی جانے والی آخری سطر ہیں، آپ کا باطنی جمال افق اعلیٰ۔ (۳۳)میں ظاہر تھا،آپ کے جمال کی پوشاکوں میں سے ایک، لَقَدْ رَاى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى(۳۴) جیسی خلعت فاخرہ تھی، آپ کے طفیل کائنات کی مانگ کے لئے ایسا تاج بنایا گیا جو اپنی مثال خود آپ تھا(وہ سب کچھ دیگر انبیاء کے لئے نیا تھا) جو اُنھوں نے اُس عظمت والی رات میں دیکھا جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کروائی، قبل ازیں کسی نبی نے قَابَ قَوْسَيْنِ۔(۳۵)(قرب الٰہی) کے گلشن کے جھونکوں میں سے ایک جھونکا بھی نہ پایا اور نہ ہی اُن میں سے کسی ایک کو بھی السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ- کہا گیا تھا، کبھی اَوْ اَدْنٰى کے (۳۶) حجاب کے پاس رک گئے ،فقط دَنَا فَتَدَلّٰى۔(۳۷) کی شان والے ہمارے آقا و مولائی ﷺ آگے بڑھے اور آپ کے لئے کائنات کے سربستہ راز لَقَدْ رَاى۔ (۳۸) کی خلعتوں کی صورت میں اجاگر کئے گئے ، آپ نے ان حقائق کی طرف محویت سے نہیں بلکہ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ۔(۳۹) کے ادب سے آراستہ ہو کر دیکھا، آپ کو ارشاد ہوا: ”اے خاتم الرسل ! آپ کائنات کے جسم کی روح ہیں، آپ گلشن حیات کا پھول ہیں، آپ دارین کا چشمہ حیات ہیں، آپ ہی کے لئے وحی کے سلسلے منظم کئے گئے، آپ ہی کے مشامِ جان پر لطف وکرم کی قدیم ہواؤں کے جھونکے چلے، آپ ہی کے لئے تقدیر نے وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى ۔(۴۰) کا پرچم گاڑا، ملکوت اعلیٰ کی فضائیں آپ کی نعت کی خوشبو سے معطر ہوئیں، شریعت کا چراغ آپ کو عطا کئے گئے علوم کے نور سے روشن ہوا، آپ کے روشن کلمات کی تابانیوں سے حکمتوں کے آسمان چمک اٹھے، تمام انبیاء (معراج کی رات) آپ کی عظمت کا نظارہ کرتے ہوئے آپ کے پیچھے کھڑے تھے، تقدیر کے منادی نے پکار کر کہا: ”اے کائنات کی سب سے بڑی سعادت (حاصل کرنے) والو! اور مخلوق پر حجت (قائم کرنے) والو! یہ (محبوب آج) بلندیوں کی معراج پر ہے، یہ روشنیوں میں سورج ہیں، آپ نبوت کے تاج کا گوہر تابدار ہیں۔“تب محبت اور محبوب کے درمیان براہ راست مکالمات ہوئے، قرب کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز محبوب نے اپنے رب سے کہا: ”تیری نعمت کے دائرے میں رہنے والا تیری عصمت کے حصار سے شادکام ہے، تیرے عہد کی آغوش میں پرورش پانے والا تیرے کرم کی گود میں ہے، تیرے لطف وعنایت کی غذا پانے والا تیری مسلسل نعمتوں کی برسات سے دنگ رہ گیا ہے، اُس کی زبان فرط تعجب سے گنگ ہے، اُس کی آنکھ تیری لگاتار نعمتوں کے نظارے سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہے، تو

اُس کی زبان سے گرہ کھول دے، اور اُس کے بیان سے پردے ہٹادے اور اُس کے دل کی قوتوں کو مزید حوصلہ عطا فرمادے۔"

تب آپ کو آپ کے عزت وعظمت اور عظیم عطاوالے ربّ نے یوں جواب دیا:"ہم نے آپ سے جلال کے پردے ہٹادیئے اور آپ پر کمال کی صفات واضح کر دیں تاکہ آپ وہ کچھ دیکھ سکیں جو کبریائی کی چادر کے پیچھے ہے اور اس امر کا نظارہ کریں جو عظمت سے بلند تر ہے، اس کے ساتھ ساتھ ہم نے آپ کے قلب اطہر کو حکمت ودانش کا گھر بنادیا اور آپ کی زبان کو فصاحت سے آراستہ کر دیا، آپ کے عنصر کو بلاغت کا سرچشمہ بنادیا، جب آپ آسمانی سیر کے سفر سے واپسی اختیار کریں تو میرے بندوں کو خبر دیں کہ میں بہت بخشنے والا ہوں اور نہایت رحم کرنے والا ہوں۔(۴۱)اور میری مخلوق کو یہ خبر بھی پہنچادیں: "میں قریب ہوں، پکارنے والے کی پکار سنتاہوں اور اُس کی دعا قبول کرتاہوں۔"(۴۲)

ربّ کریم کے اس فرمان کے بعد رسول کریم (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالتَّسْلِيمُ) نے اپنی مبارک زبان سے یہ کلمات حمد وثناء ارشاد فرمائے:"جیسے تو نے خود اپنی ثناء ذکر فرمائی ہے میں اُس طرح تیری حمد وثنا کا احاطہ نہیں کر سکتا۔"(۴۳)پھر آپ اس حال میں واپس ہوئے کہ ما كَذَبَ الفُؤادُ مَارای(۴۴)کا چاند آپ کی دونوں چشمان مبارک کے سامنے تھا، فَأوحى إلى عَبْدِهِ مَا أَوحَى(۴۵)کی بشارت آپ کے کانوں اور قلب اطہر میں رس گھول رہی تھی، آپ کی محبت سے سرشار فرشتوں کے سردار آپ کے نقوشِ پاپر اپنی پیشانیاں رکھ رہے تھے، جبکہ جبریل امین آپ کے سامنے (نیاز مندی سے) آپ کے ناز کے پردے اٹھائے ہوئے تھے، حضرت آدم علیہ السلام آپ کی عظمت کے پرچم اٹھائے ہوئے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کی محبوبیت کے جھنڈے لگارہے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ کو رب العزت کی بارگاہ کی طرف (نمازوں میں کمی کے لئے) بار بار لوٹا رہے تھے تاکہ (رب کریم کے مشاہدے سے شادکام ہونے والی آپ کی آنکھوں کو) بار بار دیکھیں، حضرت عیسی علیہ السلام چاہتے تھے کہ وہ زمین والوں کے درمیان آسمان پر قاب قوسین کے مرتبے پر فائز ہونے والی ہستی کی عزت و تکریم کا چرچا کریں، حضور ﷺ کے آگے آگے (ربّ کریم کی طرف سے) ایک منادی اعلان کر رہا تھا: یہ ہمارا انعام ہے۔(۴۶)اور وہ عبدًا انْعَمْنَا عَلَيْهِ۔(۴۷)کے نغمے بکھیر رہا تھا۔

آپ کی عظمت کا تاج مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ —(۴۸) ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ (۴۹) آپ کی پوشاک کا حسن و جمال ہے، آپ کو عزت و عظمت بخشنے والے ربّ نے کائنات کے سارے طبقات میں آپ کی تکریم کے لئے یہ اعلان فرمادیا: إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔(۵۰)

"بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو! اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو"۔

رحمت دوعالم ﷺ کے نسب اور آپ کی ذات مبارک کی طہارت:

آپ کا نسب شریف سارے انساب سے پاکیزہ تر ہے، آپ بہترین اصل سے ہیں، آپ انتہائی پاکیزہ عنصر سے ہیں، بہت ہی فضیلت والی طاہر اصل سے ہیں، احساب میں آپ کا حسب سب سے زیادہ باعزت ہے، انتہائی پاکیزہ طبیعت والے ہیں، بنو نجار کے عزت والے (ننھیالی) گھرانے سے ہیں، اور کامل ترین اور ظاہر عزت والے ہیں، کبھی کبھار اصل (ماں باپ) اپنی فرع (اولاد) کے سبب عزت پاتے ہیں اور کبھی قدیم مال نئے مال پر فخر کرتا ہے (یعنی انبیائے سابقین بعد میں آنے والے رحمت عالم پر فخر کرتے تھے) یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آپ کی عزت و عظمت آباء واجداد کے لئے بھی عزت کا سبب بنی اور اولاد کے لئے بھی۔ اور آپ کی برکت زندوں اور انتقال کر جانے والوں کو بھی حاصل ہوئی، آپ پر پہلے والوں نے بھی فخر کیا اور بعد والوں نے بھی، آپ کی وجہ سے درمیان والے اور کنارے والے (قریبی) بھی شرفیاب ہوئے، آپ ﷺ کا نسب واضح دلائل والا اور آپ کا گھرانہ معزز ترین گھرانہ اور آپ کی آل انتہائی معزز و مکرم آل ہے، اہل بیت کے لئے آپ کی نسبت کے طفیل عزت و وقار ثابت ہے۔ زمین میں آپ کا اسم گرامی (سیدنا) محمد (ﷺ) اور آسمان میں (سیدنا) احمد (ﷺ) محبوب ترین اسماء میں سے ہے، آپ خاتم النبیین اور تمام رسولوں سے زیادہ معزز اور مکرم ہیں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے اُس کی بارگاہ میں سب سے زیادہ عزت والے اور سب لوگوں سے بڑھ کر قدر و منزلت والے ہیں، قارئین کرام! بارگاہ رسالت مآب میں درود و سلام کے نذرانے پیش کیجئے۔

(صَلُّوا عَلَى الْحَبِيبِ)

رحمت دوعالم ﷺ کی پیدائش کے وقت عجائبات کا ظہور

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیھا ماہ رجب میں جمعہ کی شب میں امید سے ہوئیں، آپ کی وجہ سے والدہ محترمہ کو نہ بوجھل پن محسوس ہوا، نہ آپ پر تھکاوٹ طاری ہوئی، ان ایام میں عجائب کا ظہور آپ ﷺ کی منفرد شان کی بہترین دلیل ہے، آپ کے لئے جنتوں کو آراستہ کیا گیا اور کائنات نے آپ کی آمد کی خوشی منائی، آپ کی آمد پر دوزخ کے دروازے بند کر دیئے گئے، شیطان کی دلیل شرمندگی سے دوچار ہوئی، بتوں کو ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور آپ کی ولادت پر ایوان کسریٰ کے کنگرے گر گئے، تاریکیوں کو روشنی ملی، افلاک روشن ہوئے اور فرشتوں نے تسبیح کے ساتھ دھوم مچادی۔ آپ کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہر مہینے میں ایک ندا دینے والا یوں ندا کرتا: "دنیا والو! تمہیں خوشخبری ہو کہ صاحب علامت اور نبی خاتم (ﷺ) کے ظہور کا وقت قریب ہے، آپ عمدہ اخلاق اور رحمتوں کے ساتھ تشریف لانے ہی والے ہیں۔" دورانِ حمل عجائبات کا ظہور ہوتا رہا، خوشخبریاں آپ کی قدر و منزلت کا چرچا کرتی رہیں، یہاں تک کہ آپ کی آمد کا وقت آگیا، پھر آپ کی آمد نے کائنات کو اپنے انوکھے نور سے روشن کر دیا، دنیا کا کونا کونا روشن ہوا اور عالم ملکوت کی روشن منازل آراستہ ہوئیں اور عالم بالا سے یہ اعلان کیا گیا: "اے زمین والو! اُس ہستی کے اجالوں سے روشنی لے لو جنھیں سراج منیر (۵۱) بنا کر بھیجا گیا ہے اور اُن کی ہدایت کے جام سے شراب طہور پی لو، کیونکہ تم امام الانبیاء کی روحانیت کے حصار میں ہو۔

یہ سب کچھ اپنی جگہ تھا اور دوسری طرف آپ کی ولادت کے وقت فرشتے آپ کے استقبال کے لئے صف بستہ تھے اور انبیاء کی روحیں آپ کے جمال جہاں آراء کے جلوے سمیٹنے کے لئے حاضر تھیں، اس زمینی سورج کے طلوع ہونے پر آسمانی سورج چھپ گیا، مدنی چاند کے طلوع ہوتے ہی سماوی ستارے احتراماً ڈوب گئے، شہابی ستارے مکی آفتاب کے طلوع ہوتے ہی بجھ گئے، ساری روشنیاں محمدی نور کے سامنے ماند پڑ گئیں، آپ کی عظمت آپ کے حسن و جمال کی کرسی پر ظاہر کی گئی اور آپ اس دنیا میں تشریف لائے۔ اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔

حوالہ جات و تعلیقات

(۱) درج آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے: وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ (سورۃ البقرۃ: ۳۰) اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا: میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ بولے: کیا ایسے کو (نائب) کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا، خون ریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بولتے ہیں۔ فرمایا: مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

(۲) درج آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ۔ (سورۃ الحجر: ۲۹)

تو جب میں اُسے ٹھیک کر لوں اور اُس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک لوں تو اُس کے لئے سجدے میں گر پڑنا۔

(۳) سابقہ آیت کی طرف ہی اشارہ ہے۔

(۴) درج آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

إِنَّ اللهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ۔ (سورۃ آل عمران: ۳۳) بے شک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہان سے۔

(۵) درج آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ (سورۃ البقرۃ: ۳۰) بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خونریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں؟ فرمایا: مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

(۶) درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے: قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ (سورۃ البقرۃ: ۳۲) بولے پاکی ہے تجھے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

(۷) غالباً درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ -(سورۃ الرحمن:۱۴)

اس نے آدمی کو بنایا بجتی مٹی سے جیسے ٹھیکری۔

(۸)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ -(سورۃ الحجر:۲۶) اور بے شک ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو اصل میں سیاہ بودار گارا تھی۔

(۹)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ (سورۃ المؤمنون:۱۲) اور بے شک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔

(۱۰)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ (سورۃ یوسف:۱۰۸)، تم فرماؤ یہ میری راہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور جو میرے قدموں پر چلیں دل کی آنکھیں رکھتے ہیں اور اللہ کو پاکی ہے اور میں شریک کرنے والا نہیں۔

(۱۱)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل:۸۸)

تم فرماؤ: اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لا سکیں گے اگر چہ اُن میں ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

(۱۲)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ (سورۃ بنی اسرائیل:۱)

پاکی ہے اُسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی کہ ہم اُسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

(۱۳)۔ سابقہ آیت کی طرف ہی اشارہ ہے۔

(۱۴)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى (سورۃ النجم:۱۸)

بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(۱۵)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى (سورۃ النجم:۷)

اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔

(۱۶)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ -(سورۃ الصافات:۱۶۴)

اور فرشتے کہتے ہیں: ہم میں ہر ایک کا ایک مقام معلوم ہے۔

(۱۷)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى -(سورۃ النجم:۸) پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اُتر آیا۔

(۱۸)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى۔ (سورۃ النجم:۹)

تو اُس جلوے اور اُس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

(۱۹)۔ سابقہ آیت کی طرف ہی اشارہ ہے۔

(۲۰)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَآ أَوْحٰى - سورۃ النجم:۱۰

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

(۲۱)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى (سورۃ النجم:۱۳) اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔

(۲۲)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ -(سورۃ الانشراح): کیا ہم نے تمہارے لئے سینہ کشادہ نہ کیا؟

(۲۳)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ أَحْمَدُ۔ (سورۃ الصف:۶)

اور یاد کرو جب عیسی بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توارت کی تصدیق کرتا ہوا اور اُن رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد ہے۔

(۲۴)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي (سورۃ طٰہٰ:۲۵) عرض کی: اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کھول دے۔

(۲۵) درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ (سورۃ الانشراح:۱) کیا ہم نے تمہارے لئے سینہ کشادہ نہ کیا؟

(۲۵)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ۔ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ۔ (سورۃ الاعراف:۱۴۳)

اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اُس سے اُس کے رب نے کلام فرمایا۔ عرض کی: اے میرے رب میرے مجھے اپنا دیدار دیکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا، ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔

(۲۶)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا۔ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا۔ (سورۃ الفرقان:۴۵)

اے محبوب! کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ؟ اور اگر چاہتا تو اُسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا، پھر ہم نے سورج کو اُس پر دلیل کیا۔

(۲۷)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ۔ (سورۃ الانشراح:۷۔۸) تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو۔ اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

(۲۸)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (سورۃ النجم:۹)

تو اُس جلوے اور اُس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

(۲۹)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى (سورۃ النجم:۱۰) اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

(۳۰)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (سورۃ النجم:۱۷) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

(۳۱)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (سورۃ البقرہ:۲۵۳)

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو ایک دوسرے پر افضل کیا، ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

(۳۲)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَهُوَ بِالأفقِ الأعلى -(سورۃ النجم:۷)

اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا۔

(۳۲)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے: لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى (سورۃ النجم:۱۸)

بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(۳۴)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى -(سورۃ النجم:۹)

تو اُس جلوے اور اُس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

(۳۵)۔ سابقہ آیت کی طرف ہی اشارہ ہے۔

(۳۶)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے: ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى -(سورۃ النجم:۸)

پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اُتر آیا۔

(۳۷)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الكبرى (سورۃ النجم:۱۸) بے شک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(۳۹) درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۔وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّ أَبْقٰى۔(سورۃ طٰہٰ:۱۳۱)

اور اے سننے والے! اپنی آنکھیں نہ پھیلا اُس کی طرف جو ہم نے کافروں کے جوڑوں کو برتنے کے لئے دی ہیں جیتی دنیا کی تازگی کہ ہم انہیں اُس کے سبب فتنہ میں ڈالیں اور تیرے ربّ کا رزق سب سے اچھا اور دیرپا ہے۔

(۳۸)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى ۔(سورۃ الضحیٰ:۵)

اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

(۳۹)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (سورۃ الحجر:۴۹) خبر دو میرے بندوں کو کہ میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔

(۴۰)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ۔ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ۔ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَ لْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ۔ (سورۃ البقرہ:۱۸۶)

اور اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، دعاء قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے، تو انہیں چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔

اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو ھریرۃ اور اُنہوں نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: لا أحصی ثناء علیك كما أثنيت على نفسك. (صحیح مسلم - کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود)

(۴۱)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى (سورۃ النجم:۱۱)

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

(۴۲)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى - (سورۃ النجم:۱۰)

اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

(۴۳)۔ درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (سورۃ ص:۳۹)

یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔

(۴۴)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِبَنِي إِسْرَائِيلَ۔ (سورۃ الزخرف:۵۹) یہ تو نہیں مگر ایک بندہ جس پر ہم نے احسان فرمایا اور اسے ہم نے بنی اسرائیل کے لئے عجیب نمونہ بنایا۔

(۴۵)۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ ط وَ الَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللهِ وَ رِضْوَانًا۔ (سورۃ الفتح:۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور اُن کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے۔

(۴۶)۔درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی -(سورۃ النجم:۱۷) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

(۴۷)۔اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا -(سورۃ الاحزاب:۵۶)

بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو! اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

(۴۸)۔درج ذیل آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے:يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا -(سورۃ الاحزاب،۴۶،۴۵)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

کشف المحجوب میں مباحث سیرت اور سید ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا منہج واستدلال

ڈاکٹر محمد کریم خان
(لیکچرار، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات)
ڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ
(اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر و تہذیب، یونیورسٹی آف مینجمنٹ اینڈ ٹیکنالوجی، لاہور)

Abstract:

The esteemed Syyad Abul Hassan Ali Bin-Usman Hajveri(رحمۃ اللہ علیہ) (400 to 465 AD) was a matchless saint and religious scholar, the author of "Kashaf-ul-Mahjoob". He has based argumental on Holy Quran and Ahadith of the Holy Prophet(ﷺ). He corroborates his opinion with the Seerat of the Holy Prophet(ﷺ) and Arabic poetry, stories and personal observation. Hajveri Syyad(رحمۃ اللہ علیہ) has presented several incidents from the life of Holy Prophet(ﷺ).

Keywords: Syyad Abul Hassan Ali Bin-Usman Hajveri, Matchless, Kashaf-ul-Mahjoob, Holy Quran, Seerat

حضرت سید ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (۴۰۰ھ۔۴۶۵ھ) ایک کامل ولی اور متبحر عالم دین تھے، آپ کی تصنیف "کشف المحجوب" مسائل شریعت وطریقت اور حقیقت ومعرفت کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے، یہ کتاب پہلی چار صدیوں کے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کے حالات اور تعلیمات کا بہترین خزینہ اور خلاصہ ہے، نیز یہ کتاب فارسی زبان اور برصغیر میں تصوف و احسان پر لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب ہے، اس نادر و بے مثل کتاب کو جو مقبولیت و پذیرائی حاصل ہوئی، وہ اس موضوع کی کسی اور فارسی زبان میں لکھی جانے والی کتاب کے حصہ میں نہیں آئی۔ اسی طرح برصغیر کے اولیاء میں سے جو شہرت دوام سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوئی، وہ بھی کسی اور کا مقدر نہ ہوئی، یہ کتاب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد خاص حضرت ابوسعید ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر لکھی، اس کا اکثر حصہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شہر لاہور میں تحریر کیا، اس کتاب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن، حدیث، سیرت، تفسیر و اصول تفسیر، اصول حدیث، فقہ و اصول فقہ، عربی زبان وادب منطق و فلسفہ، علم کلام، تاریخ و تصوف اور دیگر علوم و معارف کی ابحاث کو سمویا ہے، آپ نے اس کتاب میں بہت ساری قرآنی آیات، تقریباً ڈیڑھ سو احادیث مبارکہ، دو سو ابحاث سیرت، ستائیس کتب، تین سو مشائخ کے اقوال اور دیگر فنی و عقلی مستدلات سے اپنی تحقیق کو مزین کیا ہے۔ اس کتاب کے تحریر کرنے میں آپ کا منہج یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن و حدیث اور سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استشہاد کرتے ہیں، پھر اقوال سلف، عربی اشعار، حکایات، ذاتی مشاہدات اور استدلالات کے ساتھ اپنے مؤقف کو واضح کرتے ہیں۔ سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے بیسیوں واقعات کو اپنی اس تصنیف میں بطورِ دلیل ذکر کیا ہے، ان تمام کا احاطہ کرنے کے لیے کئی دفتر درکار ہیں، اس لیے اس مقالے میں صرف چار پہلوؤں (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کے لیے حریص ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان کی لغزش کا خوف کھانا، مہمان کا عزت و احترام کرنا اور فقر کو پسند فرمانا) پر اختصار کے ساتھ لکھا جا رہا ہے، اس مقالے میں سیرت طیبہ کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کے منہج واسلوب اور استنباط و استدلال کو بھی بیان کیا جا رہا ہے، تاکہ آپ کے تبحرِ علمی، ملکہ استدلال اور محققانہ طرز استدلال کا پہلو نمایاں ہو سکے۔

ا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کے لیے حریص ہونا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم کے پھیلاؤ اور تعلیم و تعلم پر بہت حریص تھے، اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اطلبوا العلم ولو بالصین۔(۱)

علم حاصل کرو اگرچہ تمہیں چین جانا پڑے۔

اس حدیث مبارکہ کو امام بیہقی، امام سخاوی، خطیب بغدادی، امام غزالی اور علامہ ابن عبد البرّ نے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث کا متن مشہور اور سندیں ضعیف ہیں۔(۲)

حضرت سید ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف "کشف المحجوب" میں سب سے پہلا باب علم کے بارے میں "باب اثبات العلم" کے عنوان سے قائم کیا ہے۔ حدیث چین کو آپ نے اس باب کے شروع میں ذکر کیا ہے۔ سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے تحت ایک تمہید ذکر کی ہے، جس میں علماء و علم کی فضیلت، حدود اور علم کی تقسیم نافع اور غیر نافع کے طور پر بیان کی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس تمہید میں تین آیات قرآنیہ، پانچ احادیث مبارکہ اور ایک حکایت سلف سے استدلال کیا ہے۔ ان تمام کی تفصیل حسب ذیل ہے:

ا۔ آیات قرآنیہ:

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (۳)

اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

وَیَتَعَلَّمُوۡنَ مَا یَضُرُّہُمۡ وَلَا یَنۡفَعُہُمۡ (۴)

اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا اور فائدہ نہ دے گا۔

وَلَمَّا جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَہُمۡ نَبَذَ فَرِیۡقٌ مِّنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ ٭ۙ کِتٰبَ اللّٰہِ وَرَآءَ ظُہُوۡرِہِمۡ کَاَنَّہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ (۵)

اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح اپنے پس پشت پھینک دیا گویا انہیں کچھ علم ہی نہیں ہے۔

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

اللہ تعالیٰ نے برائے نام عالم بے عمل کی، علماء کے زمرہ میں شمولیت کی نفی فرمادی۔ اس لیے کہ سیکھنا، حفظ کرنا اور یادداشت کو محفوظ کرنا، یہ بھی سب کے سب عمل ہی کے قبیل سے ہیں اور اسی عمل کے ذریعہ ہی سے تو بندہ ثواب کا مستحق بنتا ہے۔ اگر عالم کا علم اس کے اپنے کسب و فعل سے نہ ہو تو وہ کسی

ثواب کا حق دار ہی نہیں بن سکتا۔ یہ باتیں یہی دو گروہ کرتے ہیں، ایک تو وہ گروہ جو علم مخلوق میں عزت و مرتبہ اور جاہ و منزلت کے لیے حاصل کرتا ہے اور عمل سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ تو ایسا گروہ یقیناً علم سے بے بہرہ ہے کہ وہ عمل کو علم سے جدا کرتا ہے۔ وہ نہ تو علم کی ہی قدر جانتا ہے اور نہ ہی عمل سے واقف ہے۔ یہاں تک کہ بعض جاہل کہہ دیتے ہیں کہ "قال" یعنی علم نہیں چاہیے بلکہ حال یعنی عمل چاہیے اور کوئی نادان یوں کہہ گزرتا ہے کہ عمل چاہیے علم نہ چاہیے یہ دونوں نظریے باطل ہیں۔(۲)

احادیث مبارکہ:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم (۷)

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے۔" حدیث الباب (۸)

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

واضح رہنا چاہیے کہ علم بے حد و غایت ہے اور عمر بہت مختصر۔ اس لیے تمام علوم کا سیکھنا لوگوں پر فرض نہیں ہے جیسے علم نجوم علم طب، علم حساب اور نادر و عجیب صنعتیں وغیرہ۔ مگر ان میں سے اس قدر سیکھنا جتنا شریعت سے متعلق ہے ضروری ہے۔ مثلاً علم نجوم سے اتنا سیکھنا جس سے رات دن کے اوقات معلوم ہو سکیں، علم طب سے اتنا جو صحت و تندرستی کے لیے ضروری ہو اور علم حساب سے اس قدر کہ جس سے فرائض یعنی میراث وغیرہ کی تقسیم کر سکے۔ پس علم اسی قدر فرض ہے جس پر عمل ہو سکے۔ اس لیے کہ حق تعالیٰ نے ایسے علم کی مذمت فرمائی ہے جو کسی کو نفع نہ پہنچا سکے۔(۹)

اعوذ بك من علم لا ینفع (۱۰)

"اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو۔"

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

باخبر رہنا چاہیے کہ تھوڑے سے علم کے لیے بھی عمل بہت زیادہ درکار ہے لہٰذا ضروری ہے کہ علم، عمل کے ساتھ مقرن و متصل ہو۔(۱۱)

المتعبد بلا فقه کالحمار فی طاحونة (۱۲)

"بغیر علم کے عبادت کرنے والا کولہو کے گرد چکر کاٹنے والے گدھے کی طرح ہے۔"

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

ہر چند کہ وہ گدھا چلتا، دوڑتا اور بھاگتا ہے لیکن وہ اپنی ہی جگہ چکر میں رہتا ہے اور کچھ مسافت طے نہیں کرتا۔ اسی طرح بغیر علم کے عبادت کرنے والا ہے کہ اسے منزل نہیں ملتی۔(۱۳)

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا مشاہدہ:

میں نے عام لوگوں میں ایک گروہ کو دیکھا ہے کہ وہ علم کو عمل پر فضیلت دیتے ہیں اور دوسرے گروہ کو دیکھا ہے کہ وہ عمل کو علم پر فضیلت دینے کا قائل ہے۔ حالانکہ ان دونوں گروہوں کا نظریہ باطل ہے۔ اس لیے کہ بلا علم عمل در حقیقت عمل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عامل تب ہی عمل کرتا ہے جب وہ علم کے ساتھ محفوظ ہو۔ تاکہ بندہ حکم رب جان کر اس پر عمل کرے اور ثواب کا حق دار بنے۔ جیسے نماز، جب تک بندے کو پہلے طہارت کے ارکان کا علم، اسی طرح پانی کی شناخت کا علم، جہت قبلہ کا علم، کیفیت نیت کا علم اور ارکانِ نماز کا علم۔ جب تک ان امور کا علم نہ ہو نماز کیسے ہو گی؟ پس جب بلا علم عمل اسے بے عمل بنا دیتا ہے تو کس طرح جاہل کو اس سے جدا کریں۔ اب رہا اس گروہ کا نظریہ جو علم کو عمل پر فضیلت دیتا ہے۔ تو یہ بھی محال ہے۔ کیونکہ بے عمل علم حقیقتاً علم ہی نہیں ہو سکتا۔(۱۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

همة العلماء الدراية وهمة السفهاء الرواية(۱۵)

علماء کی ہمت درایت کو سمجھنا ہے اور ناسمجھوں کی ہمت روایت کرنا ہے۔

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

اس قسم کی اور باتیں جو جہالت کی ہیں، علم کی وجہ سے وہ علماء سے دور ہو جاتی ہیں لیکن وہ شخص جو علم کو دنیاوی عزت و جاہ کی غرض سے حاصل کرے وہ عالم نہیں ہے۔ کیونکہ دنیاوی عزت و جاہ کی خواہش جہالت کے ہی قبیل میں سے ہے، کیونکہ علم سے بڑھ کر کوئی اور مرتبہ ہے ہی نہیں۔ جب اسے علم ہی نہیں تو وہ زبانی لطائف و اسرار کو کیا کیا جائے گا۔ جب وہ علم سے بہرہ ور ہے تو وہ تمام مقامات و شواہد اور درجات و مراتب کا حق دار ہے۔(۱۶)

حکایت:

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے راستہ میں ایک پتھر کو پڑے ہوئے دیکھا۔ اس نے اپنی زبان حال سے کہا کہ مجھے پلٹ کر دیکھو۔ پھر جب میں نے اسے پلٹا تو اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی

تھی، ”لا تعمل بما تعلم فکیف تطلب مالا تعلم “(۱۷)یعنی جب تم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تو اس کی تلاش کیوں کرتے ہو، جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔یعنی جب تم اپنے علم پر عمل نہیں کر سکے تو اب یہ محال ہے کہ نادانستہ کو طلب کر سکو۔ مطلب یہ کہ پہلے اپنے علم پر عمل کرو تاکہ اس کے بعد اس کی برکت سے نا معلوم کو جان سکو۔(۱۸)

حدیث چین پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا تبصرہ:

اس حدیث مبارکہ کے بارے میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک اور چیز ہے جس کی صحت کے متعلق ہمارے محدثین ٹیکنیکل نقطہ نظر سے اعتراض کریں گے لیکن بہر حال وہ بھی اثر انگیز چیز ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”علم سیکھو چاہے وہ چین ہی میں کیوں نہ ہو“ عقلی اور تاریخی نقطہ نظر سے مجھے اس پر اعتراض کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ بہر حال اس سلسلے میں پہلا سوال ہوگا کہ آپ ﷺ کو چین کا علم کیسے ہوا؟ جب کہ عرب ایشیا کے انتہائی مغرب میں ہے اور چین ایشیا کے انتہائی مشرق میں ہے اور ان دونوں ممالک میں کسی طرح کا کوئی ربط یا تعلق نظر نہیں آتا۔ ان حالات میں رسول اللہ ﷺ کو کیسے علم ہوا کہ چین میں علوم و فنون پائے جاتے ہیں؟ سوال معقول ہے لیکن اگر ہمارا مطالعہ ذرا وسیع ہو اور ہمیں اپنی علمی میراث سے ذرا زیادہ واقفیت ہو، تو پھر یہ سوال باقی نہیں رہتا، بلکہ خود بخود حل ہو جاتا ہے مثلاً ”مسعودی“ کی کتاب ”مروج الذھب“ کے نام سے ہمارا ہر پڑھا لکھا شخص واقف ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ اسلام سے پہلے چینی تاجر عمان تک آتے تھے، بلکہ عمان سے آگے، ابلہ یعنی بصرہ تک بھی پہنچتے تھے اور یوں یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں عربوں کے لیے چین اور چینی اجنبی نہیں تھے۔ اس سے بھی زیادہ قابل غور واقعہ ایک اور ہے کہ محمد بن حبیب البغدادی نے جو ابن قتیبہ کا بھی استاد ہے، اپنی کتاب ”المحبر“ میں لکھا ہے کہ ہر سال فلاں مہینے میں ”دبا“ نامی مقام پر ایک میلہ لگتا تھا، جس میں شرکت کے لیے سمندر پار سے بھی لوگ آیا کرتے تھے، ان لوگوں میں ایرانی بھی ہوتے تھے، چینی بھی، ہندی اور سندھی بھی، مشرقی لوگ بھی اور مغربی لوگ بھی۔ دبا کی اہمیت کے سلسلے میں ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کو یاد دلاؤں۔ جب عمان کا علاقہ اسلام قبول کرتا ہے، تو عمان میں ایک گورنر ہوتا ہے، اس کے علاوہ آنحضرت محمد ﷺ ایک اور گورنر کا تقرر صرف بندرگاہ کے امور کے لیے فرماتے ہیں۔ اس سے اس مقام کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ غالباً اس انٹر نیشنل میلے

کی وجہ سے بہت سے مسائل پیدا ہوتے ہوں گے، تجارتی جھگڑے، کاروباری معاملات وغیرہ، اس لیے عہد نبوی ﷺ میں خصوصی افسر کی ضرورت محسوس کی گئی۔ ان دو واقعات کے بعد مسند احمد بن حنبل پر نظر ڈالتے ہیں۔ جس کے بعد ہمیں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ رسول اللہ ﷺ کی ان چینیوں سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں ذکر کر چکا ہوں کہ مسعودی کے بیان کے مطابق چینی تاجر اپنے جہازوں میں سمندری راستے سے عمان کے علاوہ ابلہ یعنی بصرہ تک جاتے تھے۔ اس دوسری روایت میں آپ دیکھ چکے ہیں "با" نامی بندر گاہ میں جو جزیرہ نمائے عرب کی دو سب سے بڑی بندر گاہوں میں سے ایک بندر گاہ تھی، ہر سال میلہ لگتا تھا، وہاں ہر سال چینی لوگ آتے تھے۔ ان دو چیزوں کو ذہن میں رکھ کر مسند احمد بن حنبل کو پڑھیں۔ اس میں لکھا ہے کہ قبیلہ عبد القیس کے لوگ جو عمان و بحرین میں رہتے تھے، مدینہ آئے اور اسلام قبول کیا۔ ایک چھوٹی سی چیز پر آپ کی توجہ منعطف کراتا ہوں۔ وہ یہ کہ اس میں بحرین کا جو لفظ آیا ہے، اس روایت میں اس سے مراد وہ جزیزہ نہیں جسے ہم آج کل بحرین کہتے ہیں، جو جزیزہ نمائے عرب میں خلیج فارس کے اندر واقع ہے۔ اس زمانے میں اس جزیرہ کا نام "اوال" تھا اور بحرین کا لفظ اس علاقے کو ظاہر کرتا تھا، جسے آج کل ہم "الاحساء" اور "القطیف" کا نام دیتے ہیں۔ بہر حال اس میں لکھا ہے کہ بحرین کے لوگ جن کا نام قبیلہ عبد القیس ہے، اسلام لانے کے لیے مدینہ آتے ہیں۔ اس روایت میں اس بات کی بھی تفصیل ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں سے کچھ سوالات کیے۔ مثلاً فلاں شخص ابھی زندہ ہے؟ یا کیا فلاں سردار ابھی زندہ ہے؟ فلاں مقام کا کیا حال ہے؟ آپ ﷺ کے ان سوالات کو سن کر وہ لوگ حیرت سے پوچھتے ہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ تو ہم میں سے زیادہ ہمارے ملک شہروں اور باشندوں سے واقف ہیں۔ یہ کیسے ہوا؟ ان لوگوں کے اس سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ "میرے پاؤں تمہارے ملک کو بہت عرصے تک روندتے رہے ہیں۔" دوسرے لفظوں میں وہاں بہت دنوں تک مقیم رہا ہوں۔ اس صراحت کے بعد ہمیں شبہ نہیں رہتا کہ رسول اللہ ﷺ غالباً شادی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر نہ صرف شام جاتے تھے، جس کی صراحتیں موجود ہیں بلکہ مشرق عرب کو بھی جاتے تھے تاکہ "دبا" کے میلے میں شرکت کر سکیں اور کوئی تعجب نہیں آپ ﷺ نے یہیں پر چینی تاجروں کو بھی دیکھا ہو اور ممکن ہے ان سے کچھ گفتگو بھی کی ہو۔ کیونکہ اگر چینی وہاں آیا کرتے تھے تو انہیں کچھ ٹوٹی پھوٹی عربی آجانی چاہیے۔ اس کے علاوہ وہاں پر یقیناً

ایسے مترجم ہوتے ہوں گے جو چینی اور عربی دونوں زبانیں جانتے ہوں۔ بہر حال اس کا امکان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان چینیوں سے ملاقات کی اور میرا گمان ہے کہ ان کے ریشمی سامان پر خاص کر آپ ﷺ کی توجہ ہوئی ہو گی، کیونکہ چین کا ریشم نہایت ہی مشہور چیز تھی، ممکن ہے کہ ان کی صنعت و حرفت کے متعلق آپ ﷺ نے بہت ہی اچھا تاثر لیا ہو، اور ان سے پوچھا ہو کہ تمہارے ملک سے یہاں تک آنے میں کتنے دن لگتے ہیں۔ تو مثلاً انہوں نے کہا ہو کہ چھ مہینے لگتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک اندازہ قائم کرنے کے لیے یہ کافی تھا اور اس روشنی میں اب اس حدیث کو پڑھئے ”علم سیکھو چاہے چین ہی جانا پڑے“ (جو تمہارے لیے دنیا کا بعید ترین ملک ہے) کیونکہ علم کا سیکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔(۱۹)

۲۔ آپ ﷺ کا زبان کی لغزش کا خوف کھانا:

آپ ﷺ ہر بات غور و فکر اور تدبر سے فرماتے تھے اور دوسروں کو زبان کی حفاظت کی اکثر تلقین فرماتے تھے، اس بارے میں آپ ﷺ کا فرمان ہے:

أخوف ما أخاف علی امتی اللسان (۲۶)

مجھے اپنی اُمت کے بارے میں سب سے زیادہ اندیشہ زبان کا ہے۔

امام ترمذی کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

عن سفیان بن عبد اللہ الثقفی قال: قلت یا رسول اللہ ﷺ حدثنی بأمر اعتصم به قال قل ربی اللہ ثم استقم قال قلت یا رسول اللہ ﷺ ما أخوف ماتخاف علی؟ فأخذ بلسان نفسه ثم قال: هذا (۲۱)

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کسی ایسے کام کا حکم دیجیے، جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ فرمایا: کہ میرا رب اللہ ہے، پھر اس پر ثابت قدم رہ۔ عرض کیا: آپ کو میرے بارے میں زیادہ خوف کس چیز کا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑا پھر فرمایا: ”اس کا“

اس حدیث مبارکہ سے ائمہ دین نے حسب ذیل مسائل کا استنباط کیا ہے:

★ بات کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے۔

★ بغیر تفکر و تدبر کے کی ہوئی بات سے بعض دفعہ بھاری نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔(۲۲)

★ کسی لفظ کو زبان پر لانے سے پہلے عواقب پر غور و فکر کرنا چاہیے۔

★ جس بات سے نقصان ہو وہ نہ کرنا بہتر ہے۔(۲۳)

★ زبان کی حفاظت کرنی چاہیے۔(۲۴)

★ اسلام میں فحش اور برائی والا کلام جائز نہیں ہے۔(۲۵)

★ انسان جس کلام کے حسن و قباحت سے واقف نہ ہو اسے زبان پر نہ لائے۔(۲۶)

★ زبان سے اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔(۲۷)

★ اچھی بات کرنے سے دل کی صفائی و پاکیزگی میں اضافہ ہوتا ہے۔(۲۸)

★ مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔(۲۹)

★ جس کو اللہ تعالیٰ نے زبان کی برائی سے بچالیا وہ جنت میں جائے گا۔(۳۰)

★ انسان کی سلامتی زبان کی سلامتی میں ہے۔(۳۱)

★ گفتگو شراب کی مانند ہے جس سے عقل مدہوش ہوتی ہے جب آدمی اس کے پینے یعنی باتیں کرنے میں پڑ جائے تو اس سے اس کا نکلنا بھی دشوار ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اس سے بچا بھی نہیں سکتا۔ چونکہ اہل طریقت کو معلوم ہے کہ گفتگو آفت ہے اس لیے بجز انتہائی ضرورت کے کلام نہیں کرتے۔(۳۲)

سید ہجویر کا منہج:

سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو "باب آدابھم فی الکلام والسکوت" کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے، اس بحث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دس آیات مبارکہ، دو احادیث طیبات، دو حکایات اور ایک عربی شعر سے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے۔ ان سب کی تفصیل درج ذیل ہے:

آیات قرآنیہ:

ا۔ و من احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین۔(۳۳)

اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے بے شک میں (اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کے متبعین میں سے ہوں۔

۲۔قول معروف ومغفرۃ خیر من صدقۃ یتبعھا اذی(۳۴)

اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو۔

۳۔قولوا آمنا باللہ وما انزل علینا (۳۵)

تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتارا گیا۔

۴۔ ولقد کرمنا بنی آدم و حملناھم فی البر والبحر و رزقناھم من الطیبات وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا(۳۶)

اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری (شہروں، صحراؤں، سمندروں اور دریاؤں) میں (مختلف سواریوں پر) سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور ان کو اپنی بہت سی مخلوق سے افضل کیا۔

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

یك قول مفسران اندریں معنی نطق است پس ھرچند که گفتار از حق ببندہ نعمتی ظاھر است آفت آن نیزبزرگست(۳۷)

مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد بولنے کی طاقت عطا کرنا ہے، لہذا اگرچہ حق تعالیٰ کی طرف سے گویائی بندوں کے لیے واضح نعمت ہے لیکن اس کی آفت بھی بہت بڑی ہے۔

۵۔أم یحسبون أنا لا نسمع سرھم ونجوھم بلی و رسلنا لدیھم یکتبون(۳۸)

کیا وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور ان کی سرگوشیاں نہیں سنتے، کیوں نہیں (ضرور سنتے ہیں) اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے بھی ان کے پاس لکھ رہے ہوتے ہیں۔

۶۔وأما بنعمۃ ربك فحدث (۳۹)

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

۷۔ادعونی استجب لکم (۴۰)

مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔

۸۔اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (۴۱)

میں پکارنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارتا ہے۔

۹-۱۰- چنانچه ابلیس بگفت انا خیر منه (۴۲) تادید آنچه دید و چون آدم را بگویانیدند ربنا ظلمنا انفسنا (۴۳) گفت تا مش برگزیدند (۴۴)

چنانچہ ابلیس نے کہا کہ میں آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں اور حضرت آدم علیہ السلام سے یوں کہلوایا گیا اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

احادیث مبارکہ:

۱۔ من صمت نجا (۴۵)

جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔

۲۔ حدیث الباب

اقوال سلف:

۱۔ جو بنیاد گفتگو پر رکھتا ہے وہ زبان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا اور جو بنیاد مشاہدہ پر رکھتا ہے تو وہ اپنے اور رب کے درمیان گفتگو سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔(۴۶)

۲۔ جس نے حق تعالیٰ کو دل سے پہچانا اس کی زبان بیان سے عاجز ہو گئی۔(۴۷)

۳۔ اس لیے کہ جو بولتا ہے وہ یا تو درست ہو گا یا غلط اور جو بلوایا جاتا ہے، اسے خطا و خلل سے بچایا جاتا ہے۔(۴۸)

۴۔ جس کے لیے خاموشی حیا ہو اس کا کلام زندگی ہوتا ہے۔(۴۹)

شعر:

لسان الحال افصح من لسانی وصمتی عن سؤالی ترجمانی (۵۰)

میری زبان سے زیادہ واضح میرے حال کی زبان ہے اور میرے سوال کی وضاحت میری خاموشی کر رہی ہے۔

حکایات:

حضرت شبلی کا واقعہ ہے کہ انھوں نے حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں کھڑے ہو کر نعرہ مارا "یا مرادی" اور حق تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے ابو بکر اگر تمہاری مراد حق

ہے تو یہ اشارہ کیوں؟ کیونکہ وہ اس سے بے نیاز ہے اور اگر تمہاری مراد حق نہیں ہے تو تم نے خلاف کیوں کیا؟ کیونکہ حق تعالیٰ تمہارے قول کے بموجب علیم جاننے والا ہے۔ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام پر استغفار کیا۔(۵۱)

ایک حکایت میں ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ بغداد سے کرخ تشریف لے گئے انہوں نے ایک مدعی کو یہ کہتے دیکھا "خاموشی کلام سے بہتر ہے تو شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تیری خاموشی تیرے کلام سے بہتر ہے اور میرا کلام میری خاموشی سے بہتر ہے۔ کیونکہ تیرا کلام لغو اور تیرا سکوت ھزل ہے جبکہ میرا کلام میرے سکوت سے بہتر ہے کیونکہ میری خاموشی علم ہے اور میرا کلام علم ہے۔"(۵۲)

سبق:

میں یعنی علی بن عثمان جلابی کہتا ہوں کہ کلام بھی دو طرح کا ہوتا ہے اور خاموشی بھی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک کلام حق اور ایک کلام باطل۔ اسی طرح ایک سکوت مقصود و مشاہدہ کے حاصل ہونے کے بعد اور ایک غفلت کی بناء پر۔ لہذا ہر شخص بولنے اور خاموش رہنے کی حالت میں اپنے گریبان میں جھانک کر غور کرے۔ اگر اس کا بولنا حق ہے تو اس کا بولنا اس کی خاموشی سے بہتر اور اگر اس کا بولنا باطل ہے تو اس کی خاموشی بولنے سے بہتر ہے اور اگر خاموشی حجاب و غفلت کی بناء پر ہو تو بولنا خاموشی سے بہتر ہے۔(۵۳)

۳۔ مہمان کا عزت واحترام کرنا:

حضور نبی کریم ﷺ سب سے بڑے مہمان نواز تھے اور اپنے پاس آنے والوں کے احترام کا خصوصی خیال رکھتے تھے، آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اذا أتاكم كريم قوم فأكرموه۔(۵۴)

جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز فرد آئے تو اس کی عزت واحترام کرو۔

اس حدیث مبارکہ سے علماء کرام نے حسب ذیل مسائل و نصائح کا استنباط کیا ہے:

★ مہمان کی عزت واحترام کرنا دینی، ملی اور اخلاقی فریضہ ہے۔

★ آپ ﷺ معزز مہمان کے لیے خاص اہتمام فرماتے اور ان کے لیے اپنی چادر بچھاتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے(۵۵)

★ مہمانوں کی عزت و تکریم نہ کرنا خدا کی رحمت سے دوری کا سبب ہے (۵۶)

★ مہمان نوازی اچھے طریقہ پر کرنا انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے (۵۷)

★ مہمانوں سے بد سلوکی کرنا خدا کے غضب کو دعوت دینا ہے (۵۸)

★ مہمان کے سامنے میزبان سے بھی بد سلوکی نہ کی جائے (۵۹)

★ مہمان کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آنے پر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور اس سے ناراضگی کے اظہار پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔(۶۰)

★ مہمان کی عزت میزبان کی عزت اور مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہے (۶۱)

★ مہمان خدا کی رحمت ہے (۶۲)

★ دل میں سب سے پہلے جو خیال آئے وہ جود ہے اور جب اس پر دوسرا خیال غالب آئے تو وہ بخل کی علامت ہے اور اہل تحقیق نے دل کے پہلے خیال کو بہت بلند جانا ہے۔ کیونکہ بلاشبہ پہلا خیال حق تعالیٰ کی جانب سے ہے (۶۳)

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا منہج:

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مبارکہ باب الجود والسخاوۃ کی بحث میں ذکر کی ہے۔ اس بحث میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ احادیث مبارکہ، چھ حکایات سلف اور ایک قول سلف سے اپنے مؤقف پر استدلال کیا ہے۔ یہاں پر دو احادیث اور ایک حکایت نقل کی جاتی ہے:

دو احادیث مبارکہ جو مہمان کی عزت و احترام کے حوالے سے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت خلیل علیہ السلام اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے جب تک کہ کوئی مہمان نہ آجاتا۔ ایک مرتبہ تین روز گزر گئے کوئی مہمان نہ آیا۔ اتفاقاً کسی کافر کا آپ کے دروازہ سے گزر ہوا۔ آپ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اسی پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے باز پرس فرمائی اور فرمایا: اے خلیل! جسے میں نے ستر سال تک پالا تم نے اسے ایک روٹی تک نہ دی۔ اب حبیب علیہ السلام کا حال دیکھو کہ جب حاتم کا لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اس کے نیچے بچھائی اور فرمایا:

اذا أتاکم کریم قوم فأکرموہ "جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت والا آئے تو اس کا اکرام کرو۔"(۶۴)

حکایت:

حضرت شیخ ابو مسلم فارسی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے ایک جماعت کے ساتھ حجاز کا قصد کیا، "حلوان" کے نواح میں قوم کردنے ہماری راہ روک لی اور انہوں نے ہمارے سب کے کپڑے چھین لئے، ہم نے بھی ان سے کوئی جھگڑا نہیں کیا۔ ہم نے ان کی خوشی، اسی ہی میں سمجھی لیکن ہم میں ایک شخص ایسا تھا، جو بے قراری کا اظہار کر رہا تھا، ایک کردی نے تلوار سونت کر اسے مار ڈالنے کا ارادہ کیا، ہم سب نے مل کر اس کی سفارش کی۔ اس کردی نے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے کہ ہم اس جھوٹے کو زندہ چھوڑیں۔ یقیناً ہمیں اسے مار ڈالنا چاہیے۔ ہم نے اس کے مارنے کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کہ یہ صوفی نہیں ہے کہ یہ اولیاء کی صحبت میں خیانت کرتا ہے، ایسے شخص کو ناپید کر دینا بہتر ہے۔ ہم نے کہا: یہ تم کیسے کہتے ہو؟ اس نے کہا: اس لیے کہ صوفیوں کا سب سے چھوٹا درجہ "جود" ہے۔ اور یہ شخص چند پھٹے پرانے کپڑوں پر بے صبر ہے، یہ کیسے صوفی ہو سکتا ہے، جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اتنا جھگڑتا ہے۔ حالانکہ ہم برسوں سے اس کام کو کر رہے ہیں، اور تمہارا رستہ روک رہے ہیں، اور تمہارے تعلقات کو منقطع کر رہے ہیں۔ مگر تم کبھی رنجیدہ خاطر نہیں ہوتے۔(۶۵)

۴۔ فقر کو پسند فرمانا:

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقر اور فقیر کو پسند فرماتے تھے، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اللھم أحيني مسكينا وأمتني مسكينا واحشرني في زمرة المساكين۔(۶۶)

اے میرے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ، مسکینی کی حالت میں موت عطا فرما اور روز قیامت مجھے مسکینوں کے گروہ میں اٹھانا۔

یہ حدیث مبارکہ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں انہی الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔(۶۷)

آئمہ سلف و خلف نے اس حدیث مبارکہ سے درج ذیل مسائل کا استنباط کیا ہے:

★ آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسکینوں سے محبت ہے اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صالحین رحمتہ اللہ علیہم بھی مساکین سے محبت کرتے ہیں۔(۶۸)

★ مؤمن فقیر، غنی سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائے گا(۶۹)

★ قیامت کے دن اللہ تعالی کے سب سے زیادہ قریب مسکین ہوں گے(۷۰)

★ مسکین و یتیم اور فقیر کی ہر حال میں مدد کرنی چاہیے (۷۱)

★ نبی کریم ﷺ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ بندہ فقر کی طرف مائل ہو (۷۲)

★ اللہ تعالیٰ مؤمن فقیر سے محبت کرتا ہے (۷۳)

★ مسکین کا خیال نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے (۷۴)

★ جو مساکین، یتیم فقراء اور دوسرے ضعیف لوگوں کا خیال رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو پسند فرماتا ہے۔(۷۵)

★ ہمیں اپنے اردگرد کے ماحول میں مساکین، غرباء، فقراء اور دوسرے حاجت مندوں کی خدمت کرنی چاہیے۔

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا منہج:

سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث مبارکہ باب "در بیان فقر" میں بیان کی ہے۔ اس بحث میں سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ آیات قرآنیہ، تین احادیث مبارکہ، گیارہ اقوال سلف اور ایک حکایت سے فقر کے موضوع پر استدلال کیا ہے، ان تمام کی تفصیل درج ذیل ہے:

آیات قرآنیہ:

۱۔ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ أُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ۔(۷٦)

ان فقیروں کے لیے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے، نادان انہیں تونگر (امیر) خیال کرتا ہے بوجہ ان کے نہ سوال کرنے کے۔

۲۔ ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ۔(۷۷)

اللہ نے ایک کہاوت بیان فرمائی کہ ایک بندہ ہے جو مملوک ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔

۳۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔(۷۸)

ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

۴۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔(۷۹)

اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے ہوئے۔

۵۔وَلَا تَعۡدُ عَيۡنَاكَ عَنۡهُمۡ تُرِيۡدُ زِيۡنَةَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا۔(۸۰)

اور نہ پلٹیں آپ کی نگاہیں ان سے۔ کیا آپ چاہتے ہیں دنیوی زندگی کی زینت؟

احادیث مبارکہ:

ا۔ادنوا منی احبائی فیقول الملئکۃ من احباءك فیقول اللہ فقراء المساکین۔(۸۱)

میرے محبوبوں کو میرے قریب کرو۔ فرشتے عرض کریں گے کون تیرے محبوب ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ مسکین فقراء ہیں۔

۲۔الفقر عزلاھلہ۔(۸۲)

فقر اپنے اہل کیلئے باعث عزت ہے۔

۳۔حدیث الباب

حکایت:

ایک درویش کی کسی بادشاہ سے ملاقات ہوگئی۔ بادشاہ نے کہا مجھ سے اپنی کوئی حاجت مانگو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے غلام سے کچھ نہیں مانگتا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہا میرے دو غلام ہیں۔ یہ دونوں تیرے آقا ہیں ایک حرص اور دوسرا امید و تمنا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الفقر عزلأھلہ (فقر اس کے اہل کے لیے موجب عزت ہے) پس جو چیز اہل کے لیے موجب عزت ہوتی ہے وہ نا اہل کے لیے باعث ذلت بن جاتی ہے۔ فقیر کی عزت اس میں ہے کہ وہ اپنے اعضاء کو ذلیل حرکتوں سے بچائے اور اپنے حال کو خلل سے محفوظ رکھے۔ نہ بدن معصیت دلغزش میں پڑے اور نہ خلل و آفت اپنی جان پر راہ پائے چونکہ اس کی ظاہری حالت ظاہری نعمتوں میں مستغرق ہو اور اس کا باطن باطنی نعمتوں سے آراستہ ہو۔ تاکہ اس کا جسم روحانیت اور اس کا دل ربانی انوار کا منبع ہو۔ نہ خلق کا اس سے علاقہ ہو اور نہ آدمیت کی اس سے نسبت ہو۔ یہاں تک کہ وہ خلق سے علاقہ رکھنے اور آدمیت کی نسبت رکھنے سے بے نیاز و فقیر ہو اور اس جہاں کی ملکیت اور آخرت میں درجات کی خواہش سے دل کو تونگر نہ کرے اور جانے کہ دونوں جہان اس کے فقر کے ترازو کے پلڑا میں مچھر کے پر کے برابر بھی وزن نہیں رکھتے۔ (جب فقر کی یہ حالت ہوگئی) تو اس کا ایک سانس بھی دونوں جہان میں سما نہیں سکتا۔(۸۳)

اقوال سلف:

فقر اور فقیر کی تعریف و کیفیت کے بارے میں آپ نے گیارہ اقوالِ سلف ذکر کیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

ا۔ فقیر وہ ہے کہ اس کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور کوئی شے اسے خلل میں مبتلا نہ کرے، نہ وہ دنیاوی اسباب کے ہونے سے غنی ہو اور نہ اس کے نہ ہونے سے محتاج ہو۔ اسباب کا ہونا یا نہ ہونا اس کے فقر کے نزدیک یکساں ہو۔(۸۴)

۲۔ فقیر وہ نہیں جس کے پاس ساز و سامان نہ ہو۔ بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل آرزوؤں اور تمناؤں سے خالی ہو۔(۸۵)

۳۔ فقر کی علامت فقر کے چلے جانے سے ڈرنا ہے۔(۸۶)

۴۔ فقیر کی تعریف یہ ہے کہ اپنے اسرار کی حفاظت کرے، اپنے نفس کو بچائے اور اس کے فریضہ کو ادا کرے۔(۸۷)

۵۔ سب سے افضل مقام یہ ہے کہ فقر پر صبر کو مضبوطی سے تھامے۔(۸۸)

۶۔ فقیر وہ ہے جو اللہ کے سوا آرام نہیں پاتا(۸۹)

۷۔ فقیر کی تعریف یہ ہے کہ نہ ہونے کے وقت خاموش رہے، جب پاس ہو تو خرچ کرے اور جب موجود ہو تو پریشان رہے۔(۹۰)

۸۔ ہر شکل و صورت سے دل کا خالی کرنا فقر ہے(۹۱)

۹۔ فقر بلا کا سمندر ہے اور تمام بلائیں عزت ہیں(۹۲)

۱۰۔ اے گروہ فقراء! تم کو لوگ خدا کے ساتھ باخدا پہچانتے ہیں اور اس کی خاطر تمہاری توقیر کرتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ جب تم خلوت میں اس کے ساتھ ہو تو کیا کیفیت ہوتی ہے۔(۹۳)

۱۱۔ بغیر وجود کے عدم کا نام کفر ہے۔(۹۴)

حوالہ جات و تعلیقات

۱۔ ہجویری علی بن عثمان، داتا گنج بخش ابوالحسن، کشف المحجوب، باب اثبات العلم ،لاہور: تصوف فاؤنڈیشن، ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء، ص:۱۲

۲۔i۔ خالق داد ملک / طاہر رضا بخاری، الزاد المطلوب بتخریج احادیث کشف المحجوب، محکمہ مذہبی امور و اوقاف پنجاب، ۱۴۲۷ھ / ۲۰۰۶ء، ص:۴۵

ii۔سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، ابوالخیر، المقاصد الحسنة، بیروت: دار الکتب العلمیۃ ، ط۱، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء، ص:۱۲۵

iii۔شوکانی محمد بن علی، الفوائد المجموعۃ مصر: مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ، ۱۳۸۰، ص:۲۷۲

iv۔غزالی محمد، ابو حامد، احیاء علوم الدین، بیروت: دار الکتاب العربی، ط۱، ۱۴۲۶ھ / ۲۰۰۵ء، ۱/۱۶۔۳۳۔

۳۔ الفاطر:۲۸

۴۔ البقرہ:۱۰۲

۵۔ البقرہ:۱۰۱

۶۔ کشف المحجوب، باب اثبات العلم ہی:۱۲-۱۳

۷۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، القزوینی، سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، رقم ۲۲۴، بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ط ۱، ۱۴۱۹ھ / ۱۹۹۸ء، ۱/ ۹۷

۸۔ سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، ابوالخیر، المقاصد الحسنۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ط۱، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء، ص: ۱۲۵

۹۔ کشف المحجوب ص:۱۲

۱۰۔ ابن حنبل، احمد، امام ابو عبد اللہ، المسند، مصر: المطبعۃ المیمنیۃ، ۱۳۰۶ھ، ۳/ ۲۸۳

۱۱۔ کشف المحجوب ص:۱۲

۱۲۔ شوکانی محمد بن علی، الفوائد المجموعۃ مصر: مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ، ۱۳۸۰، ص:۲۹۰

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ کشف المحجوب، ص:۱۲۔۱۳

۱۵۔ کشف المحجوب، ص:۱۳

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ کشف المحجوب ص:۱۴

۱۹۔ حمید اللہ، ڈاکٹر محمد، خطبات بہاولپور، اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ط۷، ۲۰۰۷ء، ص:۲۶۲-۲۶۴

۲۰۔ کشف المحجوب، ص:۳۰۹

۲۱۔ ترمذی، محمد بن عیسی، ابو عیسی، الجامع الترمذی، بیروت: مطبوعہ دار المعرفۃ، ۱۴۲۳ھ / ۲۰۰۲ء، ص:۹۴۶۔ ۹۴۷

۲۲۔ عینی محمد بن احمد، ابو محمد بدر الدین، عمدۃ القاری، لاہور: مکتبہ رشیدیہ، ۱۵ / ۵۵۳

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ عسقلانی، احمد بن علی، ابن حجر، فتح الباری، بیروت: دار الکتب العلمیہ ط۱، ۱۴۲۴ / ۲۰۰۳، ۱۱ / ۳۰۹

۲۵۔ ایضاً، ص:۳۱۱

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ مسلم، ابن حجاج، ابو الحسین قشیری، صحیح مسلم، الزکاۃ، رقم ۵۰-۲۳۴۹، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط۱، ۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء، ص:۸۳۸

۲۸۔ عمدۃ القاری، ج۶، ص:۳۷۵

۲۹۔ مسلم، الایمان، رقم ۱۶۲، ص:۴۶

۳۰۔ ترمذی، الزهد، رقم ۲۴۰۹، ص:۴۶

۳۱۔ ایضاً، رقم ۲۴۰۶، ص:۹۴۵

۳۲۔ کشف المحجوب، ص:۳۰۹۔۳۱۰

۳۳۔ حٰم السجدۃ:۳۳

۳۴۔ البقرۃ:۲۶۳

۳۵۔ البقرۃ:۱۳۶

۳۶۔ بنی اسرائیل:۷۰

۳۷۔ کشف المحجوب، ص:۳۰۹

۳۸۔ الزخرف:۸۰

۳۹۔ الضحیٰ:۱۱

۴۰۔ المؤمن:۶۰

۴۱۔ البقرۃ:۱۸۶

۴۲۔ ۳۸:۷۶

۴۳۔ الاعراف۷:۲۳

۴۴۔ کشف المحجوب میں:۳۱۱

۴۵۔ کشف المحجوب، ص:۳۱۰

۴۶۔ ایضاً

۴۷۔ ایضاً، ص:۳۱۱

۴۸۔ ایضاً

۴۹۔ ایضاً

۵۰۔ کشف المحجوب، ص:۳۱۰

۵۱۔ ایضاً، ص:۳۱۱

۵۲۔ ایضاً

۵۳۔ کشف المحجوب، ص:۲۷۷

۵۴۔ i۔ کشف المحجوب، ص:۲۷۷

ii۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبد اللہ، سنن ابن ماجہ: ۳۷۱۲، ریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ط۳، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

iii۔ حاکم، محمد بن عبد اللہ، ابو عبد اللہ نیشاپوری، المستدرک علی الصحیحین، بیروت: مطبوعہ دار المعرفۃ، ط۲، ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء، ۲۹۲/۴

iv۔ بیہقی، احمد بن حسین، ابو بکر، السنن الکبریٰ، حیدر آباد دکن: مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیۃ، ط۱، ۱۳۴۴ھ، ۱۶۸/۸

v۔ طبرانی سلیمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الکبیر، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۳۷۰/۲

iv۔ ہیثمی، علی بن ابی بکر، نور الدین، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۹۶۷ء، ۱۵/۸

۵۵۔ السنن الکبری،۸/۱۶۸

۵۶۔ الکھف:۷۷

۵۷۔ الحجر:۵۱

۵۸۔ القمر:۳۷

۵۹۔ ھود:۷۸

۶۰۔ المستدرک علی الصحیحین، رقم ۶۲۹۲، ۴/ ۶۷۴

۶۱۔ الحجر:۶۸

۶۲۔ متدرک حاکم معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، رقم ۶۲۹۲، ۴/ ۶۷۴

۶۳۔ کشف المحجوب، ص:۲۷۷

۶۴۔ کشف المحجوب، ص:۲۷۶

۶۵۔ ایضاً، ص:۲۷۷۔۲۷۸

۶۶۔ کشف المحجوب، ص:۱۹، ۴۹

۶۷۔ (i)۔ ترمذی، الزہد، رقم ۲۳۵۲، ص:۹۲۹

(ii)۔ ابن ماجہ، الزہد، رقم ۴۱۲۶، ۴/ ۶۸۶

۶۸۔ الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص:۲۴۰

۶۹۔ ابن ماجہ، الزھد، رقم ۴۱۲۲، ۴/ ص ۶۷۵

۷۰۔ ترمذی، الزھد، رقم ۲۳۵۲، ص ۹۲۹

۷۱۔ ایضاً

۷۲۔ ایضا، رقم ۲۳۵۰

۷۳۔ ابن ماجہ، الزھد، رقم ۵۱۲۱، ۴/ ۶۷۵

۷۴۔ الماعون:۳

۷۵۔ الدھر:۸

۷۶۔ البقرۃ:۲۷۳

۷۷۔ النحل:۷۵

۷۸۔ السجدۃ:۱۶

۷۹۔ الانعام:۵۲

۸۰۔ الکھف:۲۸

۸۱۔ زبیدی محمد بن محمد، اتحاف السادۃ المتقین، بیروت: مطبوعہ دار الفکر،۲۷۸/۹

۸۲۔ احیاء علوم الدین،۴۵/۵

۸۳۔ کشف المحجوب، ص:۲۰

۸۴۔ کشف المحجوب ص:۲۰

۸۵۔ ایضاً، ص:۲۳

۸۶۔ ایضاً، ص ۲۴

۸۷۔ ایضاً

۸۸۔ ایضاً

۸۹۔ کشف المحجوب، ص:۲۴

۹۰۔ ایضاً، ص:۲۵

۹۱۔ ایضاً

۹۲۔ ایضاً

۹۳۔ ایضاً

۹۴۔ ایضاً، ص:۲۶

"کشف المحجوب" اور پیغام اطاعتِ رسول ﷺ

جذب و عمل کی قوّت سے لبریز مشاہدات!

ڈاکٹر سلیم اللہ جندران

(پرنسپل گورنمنٹ ہائی اسکول، منڈی بہاؤالدین، پنجاب)

Abstract:

"Sayyed Ali Hujveri (Rehmat-Ullah alaih)'s classic masterpiece- "Kashf-ul-Mehjoob" is richly replete with the Holy Prophet (sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum)'s teachings and Seerah reflections. One hundred and fifty Holy Hadiths and two hundred Seerah discussion topics and citations are the essential part of this monumental work (Muhammad Kareem Khan & Muhammad Tahir Mustafa, 2016). Sayyed Ali Hujveri (Rehmat-Ullah alaih)'s writing style is very much absorbing , heart- touching and strongly appealing to the common reader and listener. Sayyed Ali Hujveri (Rehmat-Ullah alaih) repeatedly realizes us in his world-famous book that secret of "walayat" status lies only in the obedience of the Holy Prophet (sall-Allah-o-alaih-i-wa aalihee wa sallum). Majorly, the Seerah writings and the Holy Hadiths related to the daily life of a Muslim are elaboratively incorporated into his "Kashf-ul-Mehjoob". It is very much needed that the Seerah writings incorporated into this book may be derived and edited separately under the title of "Kashf-e-Seerat". The Seerah writings reflected into "Kashf-ul-Mahjoob" are mostly related to the social , ethical and moral aspect of human life. That's why the 'Kashf-e-Seerat' included into "Kashf-ul-Mehjoob" has strong potential to purify the body and soul of readers and listeners. The study of "Kashf-ul-Mehjoob" with reference to Seerah Literature is a very significant topic of study for the students and teachers of Islamic Studies, Islamic History, Social Studies and Education".

Key-Words & Phrases: Seerah Writings, "Kashf-e-Seerat", "Kashf-ul-Mehjoob", Sufism, Tasawwuf, *Sharia, Hujveri Style of Seerah Writing.*

حضرت شیخ علی بن عثمان ہجویری برصغیر پاک وہند میں داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے لقب سے مشہور و معروف ہیں۔ آپ ہاشمی سید ہیں اور سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بن عثمان بن سیّد علی بن عبد الرحمٰن بن شجاع بن ابو الحسن علی بن حسن اصغر بن زید بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب(۱)

"کشف المحجوب" آپ کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔اس کتاب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن، حدیث، تفسیر واصولِ تفسیر ،اصولِ حدیث، فقہ و اصولِ فقہ ،عربی زبان و ادب، منطق وفلسفہ، علمِ کلام، تاریخ وتصوف اور دیگر علوم و معارف کی ابحاث کو سمویا ہے۔ آپ نے اس کتاب میں بہت ساری قرآنی آیات، تقریباً ڈیڑھ سو احادیثِ مبارکہ، دو سو ابحاثِ سیرت، ستائیس کتب، تین سو مشائخ کے اقوال اور دیگر فنی وعقلی مستدلات سے اپنی تحقیق کو مزیّن کیا ہے۔اس کتاب کی تحریر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا طریق یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن وحدیث اور سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے استشہاد فرماتے ہیں۔ سیّد ہجویر رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے بہت سارے واقعات کو اپنی اس تصنیف میں بطورِ دلیل پیش کیا ہے۔(۲)

سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس تصنیفِ لطیف میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تذکرہ اس انداز میں کیا ہے کہ وہ اسلوبِ بیان دل کو چھُو لیتا ہے، من موہ لیتا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت ومتابعت کے لیے جذب وعمل کی قوت ورغبت وہاں سُرعت کے ساتھ انڈیل دیے جانے والے انداز میں اُمڈتی نظر آتی ہے۔زیرِ نظر مضمون میں اس ضمن میں چند مشاہدات، واقعات و تاثرات "کشف المحجوب" کے مشمولات سے پیش کیے جا رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے اور اسلوبِ بیان کی نُدرت سے خود آشنا ہوتے جائیے!

مقامِ ولایت کا راز متابعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں کہ ائمہ طریقت میں سے ایک بزرگ، فقیر کبیر، تمام ولیوں کے امیر، ابو حلیم حضرت حبیب بن اسلم راعی رحمہ اللہ ہیں۔ آپ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مصاحب ہیں۔ ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا گزر اس طرف ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ تو نماز میں مشغول ہیں اور بھیڑیا اُن کی بکریوں کی رکھوالی کر رہا ہے، میں ٹھہر گیا کہ اس

بزرگ کی زیارت سے مشرف ہونا چاہیے جن کی بزرگی کا کرشمہ آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، بڑی دیر تک انتظار میں کھڑا رہا یہاں تک کہ وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے جوابِ سلام کے بعد فرمایا کس کام سے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا بغرض زیارت۔ فرمایا ”جزاک اللہ“۔ اس کے بعد میں نے عرض کیا یا حضرت! آپ کی بکریوں سے بھیڑیے کو ایسا لگاؤ ہے کہ وہ اُن کی حفاظت کر رہا ہے۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ بکریوں کے چرواہے کو حق تعالیٰ سے دلی ربط ہے یہ فرما کر آپ نے لکڑی کے پیالے کو پتھر کے نیچے رکھ دیا۔ پتھر سے دو چشمے جاری ہوئے۔ ایک دودھ کا دوسرا شہد کا۔ پھر فرمایا نوش کرو۔ میں نے عرض کیا: آپ نے یہ مقام کس طرح پایا؟ آپ نے جواب دیا ”سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کے ذریعہ۔“ (۳)

حقِّ مادر کی حفاظت حج سے بہتر: واپسی سفر:

حضرت شیخ علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ تبع تابعین میں سے ایک بزرگ، امامِ طریقت، پیر صالح، حضرت ابو حازم مدنی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی صحبت کا شرف حاصل ہے۔ ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے اُن کو سوتا پایا چنانچہ میں انتظار میں بیٹھ گیا۔ جب وہ بیدار ہوئے تو فرمایا میں نے خواب میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمھارے لیے مجھے ایک پیغام دیا ہے کہ ماں کے حق کی حفاظت کرنا حج سے بہتر ہے۔ لوٹ جاؤ ماں کو خوش رکھو۔ میں واپس آ گیا اور مکہ مکرمہ حاضر نہ ہوا۔ (۴)

لذّتِ دہن حدیثِ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر قربان:

”کشف المحجوب“ میں حقیقتِ ایثار کے عنوان کے تحت یہ ایک روایتِ نافع سے ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو ایک روز مچھلی کی خواہش ہوئی تمام شہر میں تلاش کی مگر نہ ملی۔ چند روز کے بعد وہ مجھے یعنی حضرت نافع کو مچھلی مل گئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ مچھلی بنوائی اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دی۔ اُس مچھلی کے پیش کیے جانے پر آپ رضی اللہ عنہ مسرور ہوئے۔ اتنے میں ایک سائل نے بابِ عالی پر کھڑا ہو کر صدا دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہ مچھلی اس سائل کو دے دو۔ غلام نے عرض کی: حضور اتنی دیر میں تو یہ مچھلی میسر آئی ہے، اب آپ سائل کو عطا فرما رہے

ہیں اس کی بجائے کچھ اور بخشش کر دی جائے۔ فرمایا: اے غلام! یہ مچھلی کھانا مجھ پر حرام ہے اس لیے کہ میں نے ایک حدیث کے موافق اس مچھلی کو اپنے دل کی خواہش سے باہر کر دیا ہے۔ وہ حدیث یہ ہے جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنی ہے:

ترجمہ: ”جو انسان کسی چیز کی خواہش کرے پھر اس چیز کی طرف سے دستبردار ہو کر آخرت کو نفس کی خواہش پر ترجیح دے تو لامحالہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے۔“(۵)

(”الفوائد المجموعہ“، ص:۲۳۹، حدیث نمبر ۶۶)

جان اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان:

”کشف المحجوب“ میں ’حقیقتِ ایثار، کے ذیلی عنوان کے تحت ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

دیکھو! جب امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بستر پر سوئے اور ہجرت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں گئے اور مکہ سے باہر آ کر ٹھہرے اُس شب کفار کا قصد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شہید کرنے کا تھا تو جنابِ باری تعالیٰ عز اسمہ ‘ نے جبرائیل ومیکائیل علیہم السلام کو فرمایا کہ میں نے تمھارے مابین بھائی چارہ رکھا ہے اور تمھاری زندگی بھی ایک دوسرے سے دراز کی ہے بتاؤ تم میں سے کون ہے جو اپنے بھائی پر اپنی زندگی ایثار کرے اور مرنے کو تیار ہو۔ دونوں اپنی اپنی زندگی بارگاہِ الٰہی سے طلب کرنے لگ گئے۔ جنابِ باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے جبرائیل ومیکائیل دیکھو علی کی بزرگی وشرافت! کہ وہ تم سے بلند ہے، ہم نے علی (رضی اللہ عنہ) کے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے مابین مواخاۃ کی تھی تو علی (رضی اللہ عنہ) اپنے قتل و مرگ کو قبول کر کے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواب گاہ پر سو گیا اور اپنی جان ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فدا کر دی ہے۔ اب تم دونوں جاؤ اور اُن کی محافظت دشمنوں سے کرو۔

چنانچہ جبرائیل ومیکائیل علیہم السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں آئے ایک سرہانے بیٹھ گیا اور ایک پائینتی کی طرف بیٹھ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زبانِ حال سے کہنے لگے:

ترجمہ عربی عبارت:"زندہ باد اے علی ابنِ طالب! تمھارے مثل اس ایثار میں کون ہے، بے شک اللہ تعالیٰ آپ کے اس ایثار کو ملائکہ میں پیش فرما کر اظہارِ خوشنودی فرما رہا ہے اور آپ اپنی خواب میں بے فکر سو رہے ہیں۔"

اُسی وقت یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔(سورۃ البقرہ:۲۰۷)

"اور بعض اللہ کے بندے وہ ہیں جو اس کی رضاجوئی میں اپنی جان بیچتے اور قربان کرتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر شفقت کرنے والا ہے۔"(٦)

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی میں دائمی طہارت کا حصول:

"کشف المحجوب" میں کشف حجاب چہارم: طہارت کے تحت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام ہمیشہ طہارتِ ظاہری کے پابند رہتے ہیں اور اپنا باطن توحید سے مملو رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) کو فرمایا:

دُمْ عَلَى الْوُضُوْءِ يُحِبُّكَ حَافِظُكَ

"ہمیشہ باوضو رہ تیرا محافظ تجھے محبوب رکھے گا۔"

اس واقعہ کی تخریج وتدوین کے تحت حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث کا متن ملاحظہ ہو:

اردو ترجمہ:"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں آٹھ سال کا تھا، میری ماں نے میرا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس لے گئی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! انصار میں سے ہر مرد اور ہر عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں کوئی نہ کوئی تحفہ پیش کیا ہے مگر میرے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لیے میرے اس بیٹے کو بطور تحفہ دینے کے اور کچھ نہیں اسے قبول فرمائیے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کرے گا، جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ضرورت ہو گی۔ چنانچہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نہ کبھی مجھے مارا، نہ کبھی برا بھلا کہا، نہ کبھی جھڑکا اور نہ کبھی میرے سامنے ناگواری کا اظہار کیا اور سب سے پہلی جو مجھے نصیحت فرمائی وہ یہ ہے: اے بیٹے! میرا راز مخفی رکھنا تم سچے مومن ہو جاؤ گے۔ چنانچہ میری ماں اور ازواجِ مطہرات مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم کا راز پوچھتی تھیں تو میں انھیں اس بارے کوئی خبر نہ دیتا اور نہ ہی میں کسی کو کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا راز بتانے والا تھا اور فرمایا: اے میرے بیٹے! اچھی طرح وضو کو لازم پکڑو، تمھارے محافظ فرشتے تم سے پیار کریں گے اور تمھاری عمر بڑھا دی جائے گی۔"(۷)

خشیتِ الٰہی کا نماز کے خشوع وخضوع میں اظہار:

"کشف المحجوب" کے کشفِ حجاب پنجم: نماز میں جذب وعمل سے لبریز نماز کی تجلیات ومشاہدات کا ذکر حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آئینہ میں یوں نصیب ہوتا ہے ملاحظہ فرمایئے:

سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ

"میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔"

گویا فرمایا میری تمام خوشی نماز میں ہے۔

حدیثِ پاک میں ذکر ملتا ہے کہ:

ترجمہ: "حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب نماز ادا فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جوف مبارک سے دیگ کے جوش کی آواز آتی۔" (امام ترمذی، شمائل المحمدیہ، حدیث ۳۰۷)

جب امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نماز کا ارادہ فرماتے تو آپ کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور چادر سے سر نکالتے ہوئے کانپتے اور فرماتے کہ یہ امانت ادا کرنے کا وقت ہے جس کی برداشت سے زمین وآسمان عاجز ہوئے۔

ایک شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں؟ فرمایا جب وقتِ نماز آتا ہے ایک ظاہری وضو کرتا ہوں اور ایک باطنی، ظاہری پانی سے اور باطنی توبہ سے۔ پھر میں مسجد جاتا ہوں تو خانہ کعبہ میرے سامنے ہوتا ہے اور مقامِ ابراہیم دونوں ابروؤں کے درمیان اور داہنے بازو پر بہشت کرتا ہوں اور بائیں پر دوزخ اور پُل صراط زیرِ قدم لاتا ہوں اور ملک الموت کو اپنے پیچھے تصور کرتا ہوں۔ پھر تکبیر بالتعظیم کہتا ہوں اور باادب قیام کرتا ہوں اور قرأت خوف ناک حالت میں۔ رکوع باتواضع اور سجود بتقرعِ اور جلسہ حلم اور وقار سے اور سلام شُکر کے ساتھ۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔ (۸)

سیرت نگاری کے ہجویری اسلوب کی منفرد خصوصیات:

تصوّف پر مبنی کتب میں "کشف المحجوب" ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ سیرت نگاری کتبِ تصوّف کی پہچان رہی ہے۔ صوفیائے کرام رحمہا اللہ نے اپنے اپنے انداز میں کتب تصوف میں سیرت کے واقعات کو سمویا ہے اور آنے والی نسلوں کے قلوب واذہان کی اُس نے آبیاری فرمائی ہے۔ "کشف المحجوب" کے مطالعہ سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوبِ سیرت نگاری مندرجہ ذیل جہات اور خصوصیات سے مزیّن ہے مثلاً:

۱۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سیرت نگاری کا اسلوب قاری اور سامع کو سیرتِ طیبہ کے لیے جذب و عمل کی قوّت، سُرعت کے ساتھ مہیا کرتا ہے۔ قاری اور سامع کے لیے وہاں آسان، عام فہم انداز میں سیرتِ طیبہ کے واقعات کثرت کے ساتھ دستیاب ہیں۔

۲۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیرتِ طیبہ کے واقعات کے ساتھ اُن پر مکمل عمل کی جامع مثالیں عملی زندگی سے پیش فرماتے ہیں پھر اُس پر عمل کے ثمرات اور اثرات سے قاری وسامع کو آشنا کرتے ہیں۔ اس اسلوبِ بیان سے پڑھنے اور سننے والے کے لیے جاذبیت اور عمل کا جذبہ اُمڈتا چلا آتا ہے۔

۳۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سیرتِ طیبہ کے واقعات، رسول اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات پر سرِ تسلیم خم کرنے، آداب بجالانے اور مکمل طور پر عمل پیرا ہو جانے کے عملی نمونے تاریخ کے دورانیے میں تدریج کے ساتھ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر اپنے اسلاف واکابر اور ہم عصر مشاہیر کی زندگیوں سے مربوط انداز میں پیش کرتے چلے آتے ہیں۔ قاری اور سامع جب صدیوں اور سالوں کی دُوری سے قطع نظر نسل در نسل سیرتِ طیبہ اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کی لازوال سنہری مثالیں دیکھتا اور پڑھتا ہے تو اُس سے سیرتِ طیبہ پر عمل کی آرزو اور لگن میں اضافہ ہوتا ہے، رشک کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ "کشف المحجوب" کا اسلوبِ تحریر ابتدا سے انتہا تک اسلوبیاتی انداز میں سیرت نگاری کے طریق سے ہی مزیّن ہے۔ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ جس باب، فصل یا جلی وذیلی عنوان پر قلم اٹھاتے ہیں وہاں مثالی شخصیات، اسلاف، اکابرین، صالحین کی زندگیوں سے تذکرہ پیش فرماتے ہیں۔ اُن آثار، احوال، سوانح، واقعات، حالات، تذکار میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسوۂ حسنہ کی مثالیں سب سے روشن انداز میں قارئین وسامعین کو مقناطیسی قوت کی طرح بخشش اور انجذاب عطا فرماتی ہیں۔

۵۔ ''کشف المحجوب''میں سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاحِ کردار، تعمیرِ شخصیت، باہم معاملات میں اسوۂ حسنہ پر عمل، عادات و خصائل میں حسنِ خلق اور سنت مطہرہ پر عمل کے پہلو کو بڑی اہمیت سے واضح فرمایا ہے۔ لہٰذا ''کشف المحجوب'' میں سیرت نگاری کے دائرہ میں انسانی، معاشرتی، سماجی اور اخلاقی پہلو پر جامع انداز میں احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سنتِ مطہرہ کی درخشندہ و تابندہ مثالیں ''کشف المحجوب'' کی زینت ہیں۔

۶۔ ''کشف المحجوب''میں اتباعِ شریعت اور سیرتِ طیبہ پر حقیقی معنوں میں عمل کے جذبہ کو بڑے سوز و گداز اور کرب کے ساتھ اجاگر کیا گیا ہے جس کی ترویج موجودہ حالات میں نہایت ضروری ہے مثلاً:

ڈاکٹر اسحاق قریشی (۲۰۱۴ء) لکھتے ہیں کہ حیرت ہے کہ یہ شکوہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو بھی تھا، فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے زمانے میں پیدا فرمایا ہے کہ لوگوں نے اپنی خواہشات کا نام شریعت، حُبِّ جاہ کا نام عزّت، تکبّر کا نام علم اور ریاکاری کا نام تقویٰ رکھ لیا ہے۔۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کو ترک کرنے کا نام طریقت رکھ لیا ہے۔''(۹)

سفارشات

۱۔ ''کشف المحجوب''میں شامل تمام احادیثِ مبارکہ کو مکمل عربی متن، اردو ترجمہ اور اسناد کے تحت الگ تالیفی شکل میں شائع کیا جائے۔

۲۔ منتخب، تخریج شدہ، احادیث مبارک کو متن کی مناسبت سے عنوانات دیے جائیں۔ اُن عنوانات کی موضوعاتی درجہ بندی کرکے ''مجموعہ احادیث (کشف المحجوب)''مع متن / اردو ترجمہ / تشریح / مشکل عربی الفاظ کے اُردو معانی ترتیب دے کر پیش کیے جائیں اگر اُردو کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں بھی ترجمہ (English Version) پیش کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ بیرونِ ممالک انگریز ممالک تک بھی ترسیل سود مند ثابت ہو گی۔

۳۔ ''کشف المحجوب''میں شامل سیرتی ادب سے منسلک واقعات و مندرجات کو بھی متعلقہ عنوانات کے تحت اخذ کر کے ترتیب دیا جائے۔ اس میں ''کشف المحجوب'' کے ابواب کی ترتیب کو بھی اپنایا جا سکتا ہے۔ ترتیبِ نو، جدید درجہ بندی، عنواناتِ جدید کے ساتھ سیرت نگاری سے مزیّن اُن

مشمولات کو ''نگارشاتِ سیرت'' (کشف المحجوب) کے ٹائیٹل کے تحت پیش کیا جا سکتا ہے۔ ''مضامین سیرتِ طیبہ'''' (کشف المحجوب)'' کا عنوان بھی اس کاوش کو دیا جا سکتا ہے۔

۴۔ ماسٹر درجہ اور بالائی سطح ایم۔فل کے درجہ میں ''کشف المحجوب'' کے مقالات و مضامین سیرت کو تحقیق کے عنوان پر تجویز کیا جا سکتا ہے۔

۵۔ ''کشف المحجوب'' میں شامل مضامینِ سیرت کو نصابی اسباق کی شکل دی جا سکتی ہے۔ایسی صورت میں ان تخریج شدہ مضامین سیرت پر مشتق سوالات موضوعی (Subjective) اور معروضی (Objective) محققین اور ممتحنین صاحبان سے تیار کروائے جائیں۔

٦۔ ''کشف المحجوب'' کا ''سیرت کے تناظر میں مطالعہ'' یہ عنوان سیمینارز اور کانفرنسز میں پیش کیا جا سکتا ہے تا کہ اس جہت سے سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا نقطۂ نظر، زاویۂ نظر بھرپور انداز میں منظرِ عام پر آئے اور ''کشف المحجوب'' کے صوفیانہ اور روحانی انداز میں رقم کیے گئے 'سیرہ ادب' کو تصنیف و تحقیق اور تقریر و تحریر کے دائرہ میں مزید فروغ ملے اور ہر فرد اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر کے اپنے اخلاق و کردار کی اصلاح کر سکے۔

۷۔ اِسلامک اسٹڈیز اور تاریخ وادب کے شعبہ جات ''کشف المحجوب'' اور ''مطالعۂ سیرت'' کے موضوع پر خصوصی شمارہ جات کی تیاری کروا کر انھیں استفادۂ عام کے لیے شائع فرمائیں۔

۸۔ حضرت شیخ علی بن عثمان ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس کے موقع پر ''کشف المحجوب'' سے ماخوذ مضامینِ سیرت کو ''کشفِ سیرت'' کے عنوان سے تخریج و تدوین کے بعد خوب صورت انداز میں شائع کر کے تقسیم کیا جائے۔

۹۔ جامعات میں ہجویری چیئر کے توسّط سے ''کشفِ سیرت'' (کشف المحجوب کی روشنی میں) کے تحقیقی منصوبہ کا اجراء فرمایا جائے۔

حوالہ جات وتعلیقات

۱۔ شمس بریلوی(۱۹۷۵ء)، حضرت شیخ علی ہجویری معروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، مشمولہ الحاج مفتی غلام معین الدین نعیمی(مترجم)، سن ندارد، کشف المحجوب (اردو)، بابا پبلشرز، اردو بازار، لاہور، ص:۴۳

۲۔ ڈاکٹر محمد کریم خان وڈاکٹر محمد طاہر مصطفیٰ(۲۰۱۶ء)، کشف المحجوب میں مباحثِ سیرت اور سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کا منہج واستدلال، 'الاحسان'، شمارہ۵، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد، ص:۲۱۹۔۲۴۰

۳۔ الحاج مفتی غلام معین الدین نعیمی(مترجم)(سن ندارد) کشف المحجوب(اردو)، بابا پبلشرز، اردو بازار، لاہور، ص:۱۸۱۔۱۸۲

۴۔ ایضاً، ص:۱۸۳

۵۔ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری(مترجم)(۲۰۲۲ء)"کشف المحجوب"کلام المرغوب حضرت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، تحقیق، تخریج، تدوین جدید ڈاکٹر خالق داد ملک، ڈاکٹر طاہر رضا بخاری، محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب و سید ہجویر فاؤنڈیشن، مرکز معارف اولیاء، داتا دربار کمپلیکس، لاہور، طبع پنجم، ستمبر ۲۰۲۲ء / صفر المظفر ۱۴۴۴ھ، ص:۳۵۳۔۳۵۴

۶۔ ایضاً، ص:۳۵۶۔۳۵۷

۷۔ ایضاً، ص:۴۷۷۔۴۷۸

۸۔ ایضاً، ص:۴۸۹۔۴۹۰

۹۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی(۲۰۱۴ء)، "نفحاتِ تصوف"، طیب گروپ آف انڈسٹریز، فیصل آباد، ص:۱۱۷

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے صوفیانہ سیرت نگاری کے منہج کا مطالعہ

پروفیسر دلاور خان

Abstract:

Hazrat Shahabuddin Soharwardi was born in Soharward. He got his religious Education from his uncle Hazrat Najeebuddin Sorharwardi and also got Education from famous Muslim scholars and sufi. He spent some time in the company of Hazrat Abdul Qadir jilani. He was a great Sufi, Islamic Scholar, theologian, Seerah writer and writer of many Islamic books but his famous book on Sufism is "Awarifulmaarif" which focused on many aspects of Sufism. As a Seerah writer he specially added two chapters of Seerah in Awarifulmaarif۔ His style and method of Seerah writing is based on Sufism and nature of Seerah Writing is concise. Scope of Seerah is so vast but he selected Moral Education Chapter from Seerah.He also explained the importance of Moral Education in the light of Sufism for Character building of his devotees. He focused that Moral Education of Seerah is so much important part of Sufism. In this regard Moral Education is integrated with Sufism and there is no Sufi without Moral development.

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اوائل ماہ شعبان ۵۳۹ھ میں زنجان کے قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے۔ شیخ الاسلام کا شجرہ نسب ۱۳ واسطوں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ عنفوان شباب ہی میں بغداد تشریف لائے اور اپنے چچا ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کی۔ کافی عرصہ ان کی خدمت میں رہ کر فقہ، وعظ، اور تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے کچھ عرصہ حضور سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بھی گزارا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ریاضت و مجاہدہ کی کٹھن راہ اختیار کی۔ عربی زبان اور علم فقہ سیکھا اور حدیث مبارک کا سماع کیا۔ پھر خلوت نشینی اور عبادت پر پابندی کو اپنے اوپر لازم قرار دیا آخری عمر میں آپ نے اپنے چچا کے مدرسہ میں مجلسِ وعظ قائم کی۔ آپ نے ہمیشہ عمدہ گفتگو فرمائی۔ آپ کو عوام و خواص میں مقبولیت حاصل ہوئی اور دور دور تک آپ کا نام بہت مشہور ہو گیا۔ آپ نے بہت سارے ملکوں کا بھی سفر کیا، لوگوں کے نفوس پر آپ کی برکات یوں ظاہر ہوئیں کہ آپ کی نگاہ فیض سے بہت لوگوں نے توبہ کرلی۔ آپ کے توسل سے لوگوں کی بارگاہِ قدسیہ تک رسائی نصیب ہوئی اور آپ کی سنگت اختیار کرنے والے آسمانِ معرفت پر ستاروں کی طرح چمکے۔ حضرت سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی بار شام اور سلطان خوارزم شاہ کی طرف اپنے پیامبر بھیجے اور آپ کی اس قدر عزت و تکریم کی گئی کہ کسی اور کی ایسی نہ ہوئی۔ آپ نے اپنے آخری حج کے لئے ارادہ کیا جب آپ مقام عشر المئہ پہنچے تو وہیں ۶۳۲ھ میں آپ کا وصال ہوا (۱)

حضرت علامہ شمس بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"شیخ الشیوخ ظاہری تجمل اور عزت کے باوجود نہایت فقر اور تنگدستی کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے اور کسی طرح بھی دنیاوی مال و منال کو قبول نہیں فرماتے تھے یہاں تک کہ یہاں تک کہ وصال کے وقت تجہیز و تکفین کے لئے ضروری رقم پاس موجود نہیں تھی" (۲)

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ:

(۱) حضرت ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت ضیاء الدین ابو نجیب عبد القاہر رحمۃ اللہ علیہ (۳) سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۴) شیخ ابو القاسم بن فضلان رحمۃ اللہ علیہ (۵) شیخ ابو المظفر المعروف بہ ہبۃ اللہ (۶) شیخ معمر بن فاخر رحمۃ اللہ علیہ (۷) شیخ ابو درعہ رحمۃ اللہ علیہ (۸) شیخ ابو الغنائم رحمۃ اللہ علیہ (۹) شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی تالیفات:

آپ نے مختلف فنون پر مبنی کئی کتب تالیف فرمائیں، مشہور مستشرق بروکلمان نے آپ کی تالیفات کی تعداد چالیس تک بیان کی ہے۔ ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

(۱)ادلة العیان الی البرهان(مخطوط)(۲)ارشاد المریدین و مجاد الطالبین(۳) اعلام الهدی و عقیدة ارباب التقی(۴)عوارف المعارف(۵)المشیخة(۶)نخبة البیان فی تفسیر القرآن(مخطوطه) (۳)

تعارف عوارف المعارف:

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعاف اپنی ابتدائی عمر میں تصنیف فرمائی۔ آپ کا شمار شافعی صوفی، فقیہہ، عالم، محدث اور مصنف کتب کثیرہ میں ہوتا ہے۔ اصل کتاب عربی میں ہے اور اس کے فارسی اور اردو تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عوارف المعارف کے ۶۳ ابواب قلم بند کئے ہیں۔ عناوین ابواب پر ایک نظر ڈالنے سے ہی کتاب کا اجمالی تعارف ہو جاتا ہے:

(۱)علم تصوف کا منشاء اور مبدا(۲) حسن استماع اور تخصیص صوفیہ(۳) علوم صوفیہ کی فضیلت(۴)صوفیہ کے احوال اور ان کے مختلف طریقے(۵)تصوف کی ماہیت(۶) ارباب تصوف کو صوفی کیوں کہا گیا(۷)صوفی اور صوفی سے مشابہ(۸)فرقہ ملاتیہ اور ان کا احوال(۹)نام کے صوفی(۱۰) مرتبہ شیخ اور مشیخت کی شان(۱۱)صوفیہ کا حقیقی اور مشابہہ خادم(۱۲)خرقہ مشائخ کی حقیقت(۱۳)خانقاہ کی فضیلت (۱۴) اہل صفہ اور اور اہل خانقاہ کی مشابہت(۱۵) ارباب خانقاہ کی خصوصیات اور باہمی عہد و پیماں(۱۶)سفر و حضر مشائخ کے احوال(۱۷)حالت سفر میں صوفی کے فرائض و فضائل (۱۸) مراجعت سفر و قیام خانقاہ(۱۹) وابستہ اسباب و تارک اسباب صوفی(۲۰) فتوح پر گزر اوقات(۲۱)صوفیوں کی ازدواجی زندگی(۲۲)سماع کی فضیلت و قبولیت(۲۳)ردو قبول(۲۴)سماع اور وجد کی حقیقت(۲۵)سماع کے آداب(۲۶)اربعین کی حقیقت(چلہ کشی)(۲۷)چہل روزہ خلوت کے کشف(۲۸)چلہ نشینی کس طرح کی جائے(۲۹)ارباب تصوف کے اخلاق(۳۰)اخلاق صوفیہ کی وضاحت(۳۱)آداب تصوف اور ان کی اہمیت(۳۲) مقربین کے لئے حضوری الٰہی کے آداب(آداب طہارت اور اس کے مقدمات و مبادیات(۳۵) اہل خصوص و صوفیہ کے آداب وضو(۳۶)فضیلت نماز اور اس کی مکرمت و

بزرگی(۳۷)بارگاہِ خداوندی کے مقربین کی نماز(۳۸)آداب واسرار نماز(۳۹)روزہ اور اس کے پاکیزہ اثرات(۴۰) صوم و افطار میں صوفیہ کرام کے مختلف اطوار(۴۱)روزے کے آداب اور اس کی اہمیت(۴۲)کھانے مفسدات و مصالح(۴۳)کھانا کھانے کے آداب(۴۴)صوفیہ کرام کی لباس پوشی اور اس کے مقاصد(۴۵)فضیلت عبادت شبابہ(۴۶)شب بے داری کے معاون اسباب(۴۷)خواب سے بے داری اور ذکر میں مصروفیت(۴۸)شب بے داری میں اوقات کی تقسیم(۴۹)استقبال فجر(۵۰) صوفیہ کے دن کے معمولات(۵۱) آداب مرید(۵۲)مریدوں اور تلامذہ کے حقوق کو شیخ کے ذمہ ہیں(۵۳) صحبت کی حقیقت اور اس کے نیک و بد اثرات(۵۴) اللہ تعالیٰ کے لئے صحبت و محبت(۵۵) آداب صحبت واخوت(۵۶)معرفت نفس و مکاشفات صوفیہ(۵۷)خواطر کی شناخت اور اس کی تفصیل (۵۸)شرح حال ومقام(۵۹)مقامات روحانی کے سلسلہ میں ارشادات بر سبیل ایجاز(۶۰)مقامات کے بارے میں مشایخ کے اقوال(۶۱)احوال اور ان کی توضیح وتشریح(۶۲)بعض مصطلحات تصوف کی توضیح وتشریح(۶۳)ہدایات ونہایات ارباب تصوف۔

تصوف میں اخلاق النبی ﷺ کا مقام:

عوارف المعارف کے ابواب کے عناوین سے تصوف کی اصل، تعریف، تاریخ، منہج واسلوب، عناصر ودائرہ کارووسعت وسلاسل اور مشایخ کا تعارف ہو جاتا ہے۔ تصوف کئی علوم وفنون کا ماخذ ومرجع ہے۔ یہی وجہ ہے تصوف کے کئی عناصر ہیں انہیں میں سے تصوف کا ایک شعبہ اخلاق النبی ﷺ بھی ہے۔ جسے سیرت النبی ﷺ کی اصطلاح میں متصوفیانہ سیرت النبی ﷺ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ جسے تصوف میں کلیدی مقام حاصل ہے۔ اخلاق النبی ﷺ کی تصوف میں کیا اہمیت ہے صوفیا کی زبانی ملاحظہ ہو:

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں جب ان سے تصوف کی بابت دریافت کیا گیا کہ تصوف کیا؟ توانہوں نے فرمایا کہ ہر اعلیٰ خلق میں داخل ہو جانا(ہر اعلیٰ خلق کو اپنانا) اور ہر خلق رذیلہ یا ادنیٰ خلق سے نکل آنا(ترک کر دینا) پس جب تصوف کی تعریف اعلیٰ اخلاق کا حصول اور ادنیٰ اخلاق کا رد قرار پائی(۴)

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”ایک شخص اس وقت تک مکمل ادب حاصل نہیں کر سکتا جب تک تمام اخلاق حسنہ اس میں مکمل طور پر جمع نہ ہو جائیں، مکارم اخلاق تحسین و تہذیب خلق سے

یعنی جب نفس مہذب ہو جائے گا اسی وقت اخلاق حسنہ اس میں جمع ہوں گے، انسان کی شکل و صورت اس کی خلقت ہے اور اس کی باطنی و معنوی صورت کا نام ہے۔۔۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: حسنوا اخلاقکم اپنے اخلاق کو درست کرو! اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرما کر اس میں فساد و صلاح کی قبولیت کی استعداد ودیعت فرمادی اس طرح اسے ادب اور مکارم اخلاق کا اہل بنایا۔ (۵)

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ یوسف بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں: ادب سے علم کا فہم ہوتا ہے، علم کے ذریعہ عمل درست ہوتا ہے اور عمل کے ذریعہ حکمت حاصل ہوتی ہے۔ اور حکمت کے ذریعہ زہد و ترک دنیا حاصل ہوتا ہے۔ زہد سے آخرت کا شوق پیدا ہوتا ہے اور آخرت کے شوق سے اللہ تعالیٰ اپنی قربت کا مرتبہ عطا فرماتا ہے (ص ۴۵۵) حضرت شیخ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ بندہ حق اپنی طاعت و بندگی کے ذریعے جنت میں داخل ہوتا ہے اور طاعت میں ادب اختیار کر کے خدا تک پہنچتا ہے۔ شیخ جلال بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "توحید ایمان کے لئے ضروری ہے، جس میں توحید نہیں اس میں ایمان نہیں، ایمان شریعت کے لئے ضروری ہے لہذا جہاں شریعت نہیں وہاں نہ ایمان نہ توحید اور شریعت کے لئے ادب ضروری ہے پس جہاں ادب نہیں وہاں نہ شریعت ہے نہ ایمان ہے اور نہ توحید ہے۔ کسی بزرگ نے فرمایا کہ ادب کو ظاہر و باطن میں اختیار کرو، اگر کسی نے ظاہر میں بے ادبی کی تو اسے ظاہر میں سزا ملے گی اور جس نے باطن میں بے ادبی کی اسے باطن میں سزا بھگتنا ہو گی (٦)

صوفیانہ سیرت نگاری کا منہج:

حضرت شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف میں صوفیہ کے لئے اخلاق النبی ﷺ کی اہمیت کو نہایت مؤثر انداز میں اجاگر کیا ہے ۔ آپ نے اپنی اس کتاب میں سیرت النبی ﷺ کی کئی اقسام پر سیر حاصل بحث کی ہے ان میں سے ایک صوفیانہ سیرت نگاری بھی ہے جس پر کئی ابواب بھی قلم بند کئے ہیں جیسے: ارباب تصوف اور اخلاق۔ اخلاق صوفیہ کی وضاحت۔ آداب تصوف اور ان کی اہمیت۔ زیر نظر مقالے کو صرف صوفیانہ سیرت نگاری تک محدود رکھا گیا ہے۔ اس مقالے میں حضرت شیخ الاسلام کے صوفیانہ سیرت نگاری کے منہج کا مطالعہ کیا جائے گا:

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ صوفیہ کرام ہی ہیں جنہوں نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احیاء کیا کہ انہوں نے ابتداء ہی سے آپ کے اقوال پر عمل کیا اور اپنی روحانی زندگی کے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال مقدسہ کی پیروی اور اقتدا کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں اعمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی راسخ ہو گئی، حسن اخلاق بغیر تزکیہ نفس کے پیدا نہیں ہو سکتے اور تزکیہ اسی وقت ہو سکتا جب شریعت کی سیاست و قیادت تسلیم کر لی جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے“ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کے اخلاق کو عظیم اور اعلیٰ اس لئے کہا گیا کہ آپ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے۔

شیخ ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مکارم اخلاق دس ہیں کہ وہ بعض آدمی میں ہوتے ہیں لیکن اس کے بیٹے میں نہیں ہوتے اور بیٹے میں ہوتے ہیں لیکن باپ میں نہیں ہوتے، غلام میں ہوتے ہیں اس کے آقا میں نہیں ہوتے کیوں کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے یہ سعادت عطا فرماتا ہے اور دس اخلاق یہ ہیں (۱) سچ بولنا (۲) دنیا سے ناامیدی رکھنا (۳) اگر اس کا پڑوسی بھوکا ہو تو خود پیٹ بھر کر نہ کھائے (۴) سوال کرنے والے کو دینا (۵) احسانات کا بدلہ دینا (۶) امانت میں دیانت (۷) صلہ رحمی (۸) دوست کے حقوق ادا کرنا (۹) مہمان نوازی کرنا (۱۰) حیاء (جو ان تمام خوبیوں کی بنیاد ہے) (۷)

تواضع:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے طرف یہ وحی فرمائی“ تم تواضع اختیار کرو اور کوئی شخص ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی نہ کرے“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ غلام اور آزاد کی دعوت قبول فرماتے تھے خواہ وہ دودھ کا ایک گھونٹ یا خرگوش کی ایک ران ہی کیوں نہ ہوتی۔ آپ حسب موقع اس کا صلہ بھی دیتے تھے۔ حضرت سلیمان بن عمر بن شعیب سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تواضع کی چوٹی کی بات یہ ہے کہ جس سے تم ملو اسے پہلے سلام کرو اور جو تم کو سلام کرے اس کا جواب دو، مجلس میں کمتر جگہ پر بیٹھنے میں تم کو عار نہ ہو۔ تمہیں یہ خواہش نہ ہو کہ کوئی تمہاری تعریف کرے یا تم پر احسان کرے۔ آپ سے یہ روایت ہے کہ ”مبارک اور نوید ہے اس شخص کو جو بغیر کوتاہی، نقص کے تواضع اختیار کرے اور محتاجی کے بغیر خود کو محتاج جانے۔

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب صوفی بساط قرب میں پہنچ کر بھی تواضع خاص سے بہرہ یاب نہیں ہوا تو پھر وہ تواضع خلق سے بھی بہرہ مند نہیں ہو گا حقیقت میں یہ ایک سعادت ہے جب یہ کسی کو نصیب ہوتی ہے تو کامل نصیب ہوتی، مختصر یہ ہے کہ تواضع صوفیہ کے فضائل اخلاق میں ایک شریف خلق ہے اور ان کے اخلاق کا ایک اہم حصہ ہے۔ صوفیہ کا دوسرا اہم اخلاقی فعل، مدارات و تحمل ہے جس کی بدولت وہ مخلوق کی اذیت برداشت کرتے ہیں (۸)

تحمل:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن وہ ہے جو لوگوں کے ساتھ رہن سہن رکھتا ہو اور اذیت پر صبر کرتا ہو، ایسا شخص اس سے کہیں بہتر ہے جو لوگوں کے ربط ضبط نہ رکھتا ہو۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم جہاں کہیں رہو اللہ سے ڈرتے رہو اور برائی کا بدلہ نیکی سے دو، وہ نیکی اس کی برائی مٹادے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ، اس لیے کہ حسن مدارات کے سوا اور کوئی چیز نہیں جس سے انسان کے وفور علم اور قوت دانش کا پتہ چلتا ہے اور نفس کا خاصہ یہ ہے کہ وہ اس کو ناپسند کرتا ہے جو اس کے خلاف عمل کرتا ہے اور اس وقت نفس میں غصہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے پس حسن مدارت سے نفس کی حدت اس کی نفرت اور اس کے طیش کا تدارک ہو جاتا ہے۔ (۹)

ایثار:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو بکری کی بھنی ہوئی سری کسی نے بھیجی وہ اس دن بہت تنگ حال تھے لیکن اس پر بھی انہوں نے یہ تحفہ اپنے پڑوسی کو بھیج دیا اور انہوں نے اپنے پڑوسی کو اس طرح یہ ہدیہ دست بدست سات افراد تک پہنچا اور آخر میں پہلے صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا۔

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیائے کرام کا ایک خلق ایثار و مواسات بھی ہے اس جذبہ پر ان کو قوت ایمانی، رحم اور شفقت آمادہ کرتی ہے وہ جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسے قربان کر دیتے ہیں اور جو چیز نہیں ہوتی اس پر صبر کرتے ہیں۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلخ سے ایک نوجوان نے مجھے لاجواب کر دیا۔ ہوا یوں کہ وہ نوجوان حج کے سفر کے بعد ہمارے پاس آیا

تھا۔ اس نوجوان نے مجھ سے پوچھا کہ زہد کسے کہتے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ ”ہمیں جو کچھ مل جاتا ہے وہ کھالیتے ہیں اور اگر نہیں ملتا تو صبر کرلیتے ہیں۔ اس نوجوان نے کہا کہ ”ہمارے بلخ کے کتے بھی یہی کرتے ہیں، یہ سن کر میں نے پوچھا، تمہارے نزدیک زہد کیا ہے؟ اس نے کہا ”جب ہمیں کچھ نہیں ملتا تو ہم شکر کرتے ہیں اور اگر کچھ مل جاتا ہے تو اسے ایثار کرتے ہیں۔ اس کی یہ بات سن کر میں شکست خوردہ ہوگیا۔(۱۰)

سخاوت:

شیخ الاسلام حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صوفی کو ایثار پر اس کے نفس کی طہارت اور طبعی شرافت ہی آمادہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو صوفی اس وقت بناتا ہے جب اس کی فطرت میں سخاوت کا وصف موجود ہو اور اس کی سرشت میں سخاوت کی استعداد پیدا ہو جائے تو وہ صوفی بن سکتا ہے۔ اس لئے کہ سخاوت کا وصف ایک فطری وصف ہے اور بخل اس کی متضاد صفت ہے یہ بھی ایک نفسانی صفت ہے اور لوازم نفسانی میں سے ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس بس وہی ہوتا ہے جو (حضرت) زبیر رضی اللہ عنہ مجھے دیتے ہیں، اسی میں سے لوگوں کو دیتی ہوں۔ رسول اللہ نے فرمایا، ٹھیک ہے! تم دینا بند نہ کرو، ورنہ جو تمہیں ملتا ہے وہ بھی بند ہو جائے گا۔(۱۱)

عفوو درگذر:

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ درگذر بھی صوفیوں کے اخلاق سے یعنی ان کے اخلاق کی نمایاں خصوصیت ہے وہ خلق کے باعث برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کا قول ہے ہے کہ جو تمہارے ساتھ برائی کرے اس کا بدلہ بھلائی سے دو اسی کا نام احسان ہے اور بھلائی کا بدلہ بھلائی سے دینا تو ایک قسم کی تجارت ہے اور بازاری لین دین ہے کہ ایک ہاتھ سے دیا اور دوسرے ہاتھ سے لیا۔ کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور! میں ایک شخص کے پاس جب جاتا ہوں تو نہ وہ مجھے اپنا مہمان بناتا ہے اور نہ مجھے کھانا کھلاتا ہے، اگر وہ میرے پاس آئے تو کیا میں بھی اس کے ساتھ یہی روش اختیار کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”نہیں بلکہ تم اسے کھانا کھلاؤ(۱۲)

شکر احسان:

حضرت شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: احسانات پر شکر گذاری بھی صوفیہ کا خلق ہے کہ وہ احسان کرنے والے پر اپنے محسن کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور باوجود یہ کہ ان کو اپنے پروردگار پر کلی اعتماد اور اس کی قدرت پر کامل توکل ہوتا ہے۔ اور ان کے عقیدہ توحید میں صفا کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور دوسروں سے انہوں نے قطع نظر کر رکھی ہے۔ یعنی صوفیہ نہ دوسروں سے طالب امداد ہوتے ہیں اور نہ ہی دوسروں سے امید رکھتے ہیں کہ یہ امر عقیدہ توحید کے منافی اور شان توکل کے خلاف ہے اور جو نعمتیں انہیں حاصل ہوتی ہیں انہیں وہ عطیہ خداوندی سمجھتے ہیں کہ اس صورت میں رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہوتی ہے۔ جیسا کہ اس حدیث شریف سے مظہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا "مجھ پر انسانوں میں سے کسی کے احسانات اور حقوق صحبت (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ابن ابی قحافہ) سے زیادہ نہیں، اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بناتا" اس سلسلے میں حضور ﷺ نے مزید فرمایا "ابو بکر کے مال سے زیادہ کسی کے مال سے مجھے نفع نہیں پہنچا" (۱۳)

ماحصل:

حضرت شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم صوفی، مفسر، محدث، شافعی فقیہ، ممتاز عالم دین، کتب کثیرہ کے مصنف ہیں۔ آپ نے دینی تعلیم اپنے چچا سے حاصل کی اور کچھ عرصہ حضرت سیدنا شیخ العبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بھی گزارا، اس کے علاوہ اپنے وقت کے جید علماء سے دینی تعلیم حاصل کی۔ اور تزکیہ نفس کے لئے کئی نامور صوفیہ کی صحبت اختیار کی۔ دنیائے تصوف کی مایہ ناز کتاب "عوارف المعارف" جس کے ۶۳ ابواب ہیں۔ اس کتاب میں دو ابوب اخلاق النبی ﷺ کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں۔ جس میں اس بات زور دیا گیا ہے اخلاق النبی ﷺ ہی کا نام تصوف ہے۔ اخلاق النبی ﷺ اور تصوف لازم ملزوم ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس پس منظر میں اخلاق النبی ﷺ کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار صوفیہ سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔ آپ کی سیرت نگاری کا شمار سیرت کی مختصرات میں ہوتا ہے۔ آپ کی سیرت نگاری کا منہج یہ ہے کہ آپ پہلے اخلاق النبی ﷺ کی وضاحت کرتے ہیں پھر اس کی صوفیانہ تعبیر و تشریح کرتے ہوئے صوفیہ کے اقوال رقم کرتے ہیں۔ اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ درج کرتے ہیں۔

حوالہ جات وتعلیقات

(۱)۔ محمد طاہر القادری ڈاکٹر، المرویات السہروردیہ، ص۲۸، مطبوعہ منہاج پبلی کیشنز لاہور

(۲)۔ شمس بریلوی علامہ، مقدمہ عوارف المعارف، ص۱۰۶، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

(۳)۔ محمد طاہر القادری ڈاکٹر، المرویات السہروردیہ، ص۳۴، مطبوعہ منہاج پبلی کیشنز لاہور

(۴)۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام، عوارف المعارف، ص۱۹۹، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

(۵)۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام، عوارف المعارف، ص۴۵۳، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

(۶)۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام، عوارف المعارف، ص۴۵۶، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

(۷)۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام، عوارف المعارف، ص۴۰۷، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

(۸)۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام، عوارف المعارف، ص۴۲۱، ۴۱۳، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

(۹)۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام، عوارف المعارف، ص۴۲۲، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

(۱۰)۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام، عوارف المعارف، ص۴۲۳، ۴۲۵، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

(۱۱)۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام، عوارف المعارف، ص۴۲۸، ۴۳۰، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

(۱۲)۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام، عوارف المعارف، ص۴۳۱، ۴۳۰، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

(۱۳)۔ شہاب الدین سہروردی، شیخ الاسلام، عوارف المعارف، ص۴۴۹، مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور

مطالعہ سیرت النبی ﷺ، لطائف اشرفی کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد سہیل شفیق
(پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی)

Abstract:

"Sultan Ashraf Jahangir Samnani (808 AH - 866 AH), the crown prince of the four-hundred-year-old kingdom of Khurasan. His father Syed Sultan Ibrahim was the King as well as a high-ranking scholar and the perfect saint of his time. On the death of his father the royal crown was placed on his head. He was 17 years old at that time. Despite all the preoccupations of the empire, his interest in spirituality continued to grow until he left the kingdom and visited India, Iran, Rome, Iraq, Turkey, Damascus, etc.

His works, namely "*Laṭāif* Ashārāfi**'s**" (compiled by: Maulana Nizamuddin Yemeni) are a mirror of his practical life and a comprehensive curriculum of Sufism for the followers of Tariqat (Spirituality). In ***Laṭāif*** Ashārāfi, Sultan Syed Ashraf Jahangir Samnani has also described the Sirah of the Holy Prophet (ﷺ), which consists of seventeen (17) titles or honors. From these seventeen titles, it can be inferred that Sultan Syed Ashraf Jahangir Samnani's statement on Sirah of the Holy Prophet (ﷺ) is comprehensive despite being brief and covers important aspects of Sirah of the Holy Prophet (ﷺ).

This article presents an introductory study of Sirah of the Holy Prophet in the light of *Laṭāif* Ashārāfi".

Keywords: Holy Prophet(ﷺ), *Laṭāif* Ashārāfi, Ashraf Jahangir Samnani.

سیرت کے لغوی معنی طریقہ، عادت، طرزِ زندگی اور سوانح عمری کے ہیں۔ اصطلاح میں اس سے مراد آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے وصال تک کے تمام مراحلِ حیات، آپ ﷺ کی ذات و صفات، اخلاق، غزوات، معجزات اور وہ تمام امور جن کا تعلق آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے ہو، کا بیان سیرت نگاری کہلاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سیرت نگاروں میں امہات المومنینؓ، اہل بیت اطہارؓ، صحابہ کرامؓ، آئمہ کرامؒ، محدثینِ عظامؒ، علماء، صوفیاء، ادباء، شعراء حتیٰ کہ غیر مسلم افراد بھی شامل ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت پر مسلسل لکھا جارہا ہے اور لکھا جاتا رہے گا۔ امام شرف الدین بوصیریؒ نے قرآن کریم کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا تھا:

فَلا تُعَدُّ وَلاَ تُحصٰی عَجائِبُہَا[1]

اس کے عجائب کو شمار نہیں کیا جاسکتا

حق یہ ہے کہ جس طرح قرآن کریم کے عجائب شمار نہیں کیے جاسکتے اسی طرح ذاتِ رسالت مآب ﷺ کی تجلیات، اوصاف اور کمالات کا احاطہ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ جب کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں سیرت نگاری کے حوالے سے اتنا کام ہوچکا ہے کہ اس کا محض شمار بھی ممکن نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا مبارک سلسلہ ہے جو نا ختم ہونے والا ہے لیکن اس میں جگہ پالینا بلاشبہ باعثِ افتخار ہے اور بحیثیت مسلمان لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[2] کا تقاضہ بھی۔

یہی وجہ ہے کہ امام العارفین زبدۃ الصالحین، محبوبِ یزدانی، سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے بھی اپنے ملفوظات یعنی لطائف اشرفی میں سیرت النبی ﷺ کو بیان کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم لطائف اشرفی کی روشنی میں مطالعہ سیرت النبی ﷺ کا جائزہ لیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ اور لطائف اشرفی کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے۔

سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ:

سلسلہء اشرفیہ کے بانی سید اوحد الدین سلطان اشرف جہانگیر سمنانی کی ولادت آٹھویں صدی ہجری کے اوائل (808ھ) میں سمنان میں ہوئی۔ آپ کے والد سید محمد ابراہیم سمنان (خراسان) کے حاکم تھے، جن کا شجرہ نسب حضرت امام حسینؓ کے ذریعے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہ الکریم سے ملتا ہے

جب کہ آپ کی والدہ محترمہ خدیجہ معروف صوفی بزرگ خواجہ احمد یسوی کی اولاد سے تھیں۔[3] آپ نے چودہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم، معقول و منقول سے فراغت حاصل کرلی۔ قرآن کریم کی ساتوں قراتوں کے حافظ ہوئے۔ تصوف وعرفان سے آپ کو قلبی وروحانی ارتباط تھا۔ یہی ذوق آپ کو کشاں کشاں حضرت خواجہ علاؤالدولہ سمنانی کی خدمت میں لے گیا جو اپنے دور کے معروف صوفی بزرگ تھے، آپ اکثر ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ اپنے والد محترم سید محمد ابراہیم کے اس دارِ فانی سے رحلت کے بعد سترہ سال کی عمر میں ریاست سمنان کے وارث بنے اور تختِ حکومت پر متمکن ہوئے۔ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ بھی بطریق احسن انجام دیا۔ نہ صرف مالی اور لسانی جہاد کیا بلکہ جہاد بالسیف بھی کیا۔ مگر چونکہ آپ کا طبعی میلان فقر و درویشی کی طرف تھا، اس لیے تھوڑے ہی عرصے بعد اپنے بھائی اعرف محمد کو تخت حکومت سپرد کرکے سلطنت سے دستبردار ہوگئے۔

تخت سے دستبرداری کے بعد آپ ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ ملتان کے راستے اُچ شریف پہنچے۔ حضرت سید جلال الدین بخاری المعروف مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ سے ملاقات ہوئی، انھوں نے فرمایا کہ "ایک مدت کے بعد خوشبوئے طالبِ صادق میرے دماغ میں پہنچی ہے، اور ایک زمانے کے بعد گلزارِ سیادت سے نسیم تازہ چلی ہے۔ فرزند! نہایت مردانہ وار راہ میں نکلے ہو، مبارک ہو"۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ نے آپ کو مقامات فقر سے بہت کچھ عطا کیا اور فرمایا کہ "جلد پورب (مشرق) ملک بنگال کی طرف جائیے کہ برادرم علاؤالدین گنج نباتؒ آپ کے منتظر ہیں۔ خبردار۔ خبردار! کہیں راستے میں زیادہ نہ ٹھہریے"۔ جب آپ سلاؤ سے بہار شریف کی طرف گئے تو وہاں آپ نے حضرت شیخ یحییٰ منیریؒ کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور انھوں نے جو تبرکات چھوڑے تھے وہ لیے۔[4]

حضرت علاؤالحق والدین گنج نباتؒ نے آپ کو بیعت فرمایا اور سلسلہ طریقت چشتیہ نظامیہ میں داخل کرلیا۔ آپ نے ہندوستان، ایران، روم، عراق، ترکی، دمشق اور ممالک عرب کے تمام بڑے شہروں کا سفر کیا اور دوبار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ہندوستان کے طول وعرض میں گھومے اور راہ گم کردہ لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھاتے رہے۔ تبلیغ دین اور اصلاح وفلاحِ انسانیت کا فریضہ آپ نے بطریق احسن ادا کیا۔ بالآخر فیض آباد (ہندوستان) سے 53 میل کے فاصلے پر روح آباد (کچھوچھ شریف کا قدیم نام) میں آکر مقیم ہوگئے۔[5] 28 محرم 808 ہجری کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے درجِ ذیل تین کتابیں خاص طور پر معروف ہیں: (1)۔ لطائف اشرفی (2)۔ مکتوباتِ اشرفی (3)۔ بشارت المریدین۔[6]

لطائف اشرفی:

لطائفِ اشرفی، سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے ملفوظات مبارکہ اور آپ کے حالات و واقعات پر مشتمل ایک مستند اور بے مثال تصنیف ہے جس کو کتب تصوف میں ایک نمایاں اور خصوصی مقام حاصل ہے۔ بعد کے اکثر صوفیائے کرام نے اپنی کتابوں میں لطائف اشرفی کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ کتاب مذکور کو سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے مریدِ خاص اور خلیفہ مولانا نظام الدین یمنیؒ (جو مسلسل تیس برس سفر و حضر میں ہمہ وقت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی خدمت میں حاضر رہے اور آپ کے جملہ احوال سے واقف تھے) نے آپ کی حیات مبارکہ میں مرتب کر کے آپ کو سنایا۔

لطائفِ اشرفی 60 لطائف پر مشتمل ہے اور فارسی زبان میں ہے۔ اس کا اردو ترجمہ معروف عالمِ دین اور عربی و فارسی زبانوں کے ماہر علامہ شمس الحسن شمس صدیقی بریلوی (1917ء-1997ء) نے کیا جب کہ اس پر نظر ثانی کے فرائض فارسی زبان و ادب کے ماہر اور ممتاز محقق ڈاکٹر خضر حیات نوشاہی (1952ء-2021ء) نے انجام دیے ہیں۔ ہمارے پیشِ نظر اس کتاب کا جدید ایڈیشن ہے جسے علامہ محمد مسعود احمد سہروردی اشرفی]چیئرمین، گلوبل اسلامک مشن، (نیویارک، امریکہ)[نے دسمبر 2020ء/ جنوری 2021ء میں دو جلدوں میں شائع کیا ہے۔ پہلی جلد میں لطیفہ 1 سے لطیفہ 20 جب کہ دوسری جلد میں لطیفہ 21 سے لطیفہ 60 شامل ہیں۔ اسی کتاب کے لطیفہ نمبر 52 میں سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی نے نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کو بیان کیا ہے جو سترہ (17) عنوانات یا شرف پر مشتمل ہے۔

ان سترہ اشراف میں آپ نے رسول کریم ﷺ کے نسبِ مبارک، ولادتِ مبارک، آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے بعد بعض احوال، آپ ﷺ کے غزوات، حضور ﷺ کے حج اور عمرے، آپ ﷺ کے اسمائے مبارکہ، آپ ﷺ کے ظاہری اوصاف اور حلیہ شریف، اخلاق و اوصاف، معجزات، آپ ﷺ کی ازواج مطہرات، صاحبزادوں، صاحبزادیوں، چچاؤں، پھوپھیوں، آپ ﷺ کے غلاموں، خادموں، سفیروں اور کاتبوں کی تفصیل، آپ ﷺ کے گھوڑے اور اونٹوں کا بیان، اسلحے اور لباس کا ذکر، آپ ﷺ کے آل کے نسب کی تفصیل اور آپ ﷺ کے وصالِ مبارک کا ذکر کیا ہے۔[7]

ان عنوانات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سیرتِ طیبہ ﷺ پر سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کا بیان مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے اور اور سیرت کے اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔

سید اشرف جہانگیر سمنانی نے سیرت کے باب میں سب سے پہلے آپ ﷺ کے نسبِ مبارک کو بیان کیا ہے۔

علم انساب ایک جلیل القدر اور بلند مرتبہ علم ہے، اس لیے کہ اسی علم کے ذریعے باہمی تعارف کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔ اس علم کا ایک حصہ تو وہ ہے جس کا حصول اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لیے واجب قرار دیا ہے اور اس حصے سے کسی کو ناواقف رہنے کی گنجائش نہیں۔ علمِ انساب کا وہ حصہ جس کا حصول فرض ہے وہ یہ ہے کہ آدمی یہ بات جانتا ہو کہ حضرت محمد ﷺ جنھیں اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی طرف دینِ اسلام کے ساتھ بھیجا۔ ان کے والد عبد اللہ، اور آپ قبیلہ قریش کے خاندان بنو ہاشم سے تعلق رکھتے ہیں۔ عمر کا ایک بڑا حصہ آپ نے شہر مکہ میں گزارا، پھر وہاں سے آپ نے مدینے کی طرف ہجرت کی۔[8]

علامہ ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں: علمِ انساب کا وہ حصہ جس کا حصول سببِ فضیلت اور فرضِ کفایہ ہے، وہ امہات المومنین کے اسمائے گرامی کی معرفت ہے، جن کے حقوق کی ادائی تمام مسلمانوں پر فرض ہے، ان سے نکاح اہلِ ایمان کے لیے حرام ہے، اسی طرح اکابر مہاجرین و انصار صحابہ کرام جن سے محبت کرنا فرض ہے، ان کے اسمائے گرامی کا جاننا بھی علمِ انساب کے اس حصے میں شامل ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کے قرابت داروں کی پہچان بھی علمِ انساب کے فرضِ کفایہ حصے میں شامل ہے۔[9]

سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حسب و نسب کا علم حاصل کرنا شریف ترین عمل ہے اور آپ ﷺ کے اجداد میں سے چار جدوں کے نام یاد ہونا مسلمان ہونے کی شرط ہے۔[10] **یعنی ابو القاسم محمد (ﷺ) بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف**۔ بن قصی بن کلاب بن مرۃ (قریش) بن عدس بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرک بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔۔۔ تمام اربابِ سیر و انساب کا عدنان تک صحتِ نسب پر اتفاق ہے، اس کے بعد اختلافات ہیں۔[11]

اسی فصل میں آپ نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان اور شرافتِ نسب پر بھی قرآن و حدیث کی روشنی میں گفتگو کی ہے۔[12]

اس کے بعد شرف دوم میں رسول اکرم ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کا بیان ہے۔ ان ملفوظات کے جامع مولانا نظام الدینؒ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ولادتِ مبارکہ کے ذکر سے سید اشرف جہانگیر سمنانی پر ذوق و شوق کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ غزل ارشاد فرمائی۔[13] اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

روزِ ظہورِ مظہرِ سرِ دوعالم است　　　روزِ ولادتِ خلفِ صدق آدم ست

آج سرور دوعالم کے مظہر کے ظاہر ہونے کا دن ہے۔ آج آدمؑ کے سچے جانشین کی ولادت کا دن ہے

امشب درین زجاجہ زرین نہادہ اند　　　نورِ یکے کہ چشم وچراغ دوعالم است

آج رات دروازے کے شیشے سے اس ہستی کا نور ضوفشاں ہے۔ جو دونوں عالم کی بینائی کا سبب ہے

از روز و شب مراد جزایں روز و شب نبود　　　الحق شبی مبارک و روزِ معظم است

روز و شب کے سلسلے کو جاری رکھنے سے یہی دن اور یہی رات مقصود تھے۔ الحق کہ یہ رات مبارک اور دن مکرم ہے۔

بگزشتہ از ربیع نخستیں دوازدہ　　　روزِ دوشنبہ کہ زایام اکرم است

ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہوئی تھی، پیر کا دن تھا جو (ہفتے کے) دنوں میں سب سے زیادہ لائق تکریم دن ہے

اس کے بعد سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے حضور ﷺ کی ولادت کے وقت اور اس کے بعد ظہور پذیر ہونے والے معجزات، آپ ﷺ کے ایامِ رضاعت، شقِ صدر اور بچپن کے بعض واقعات کا ذکر کیا ہے۔ رضاعت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: "رسالہ عبہری میں بیان کیا گیا ہے کہ پہلی خاتون جنھوں نے سیدِ عالم ﷺ کو دودھ پلایا وہ ابو لہب کی کنیز ثوبیہؓ[14] ہے۔

مورخ واقدی کے حوالے سے 12 برس کی عمر میں رسول اللہ ﷺ کے اپنے چچا کے ہمراہ سفر شام اور بحیرا راہب سے ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ کتاب خلاصۃ الابرار کے حوالے سے حضرت خدیجہؓ سے نکاح سے قبل، ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ بغرضِ تجارت مکے سے شام کے ایک سفر کا ذکر کیا ہے اور اس سفر میں بھی ایک راہب سے ملاقات اور رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کی برکتوں کا ذکر ہے۔[15]

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے آپ کے نکاح پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ نکاح کے موقع پر حضرت ابو طالب نے نے جو خطبہ نکاح پڑھا اسے آپ نے بیان فرمایا ہے۔ اس

کے بعد خانہ کعبہ کی تعمیر اور حجر اسود کی تنصیب کا ذکر ہے۔چالیس سال کی عمر میں پہلی وحی کے نزول، اعلانِ نبوت اور پیش آنے والے معجزات ، سماجی مقاطعے ، عام الحزن، دوبارہ شق صدر، معراج ہجرتِ مدینہ اور تحویلِ قبلہ کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔(16)

غزوات کے بیان میں سید اشرف جہانگیر سمنانی نے غزوہ بدر و احد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ باقی غزوات کے بارے میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔آپ کہتے ہیں کہ جملہ مشہور غزوات کی تعداد بائیس ہے۔(17)

پانچویں شرف میں حضور ﷺ کے حج اور عمرے کا ذکر کیا ہے۔عام طور پر سیرت کی کتابوں میں آپ ﷺ کے ایک حج کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے آپ ﷺ کے تین حج اور چار عمروں کا ذکر کیا ہے۔ آپ کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت سے قبل دو حج کیے تھے۔(18)

سید اشرف جہانگیر سمنانی کے مطابق آپ ﷺ کے چار عمروں کے تفصیل حسبِ ذیل ہے:

آنحضرت ﷺ نے چار عمرے ادا فرمائے اور یہ تمام کے تمام ذیقعدہ میں واقع ہوئے۔ ان میں ایک عمرہ حدیبیہ مشرکین نے ادا کرنے سے روک دیا تھا۔جب مشرکین نے صلح کر لی تو یہ شرط رکھی کہ آنحضرت ﷺ آئندہ سال عمرے کے لیے تشریف لائیں۔ آنحضرت ﷺ کا دوسرا عمرہ، عمرہ قضا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے ذی الحلیفہ پر احرام باندھا اور مکہ معظمہ تشریف لائے۔ جب عمرے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے وہاں تین روز قیام فرمایا۔

آنحضرت ﷺ کا تیسرا عمرہ، عمرۃ الجعرانہ ہے۔ یہ 8 ہجری میں ادا فرمایا۔ جب مکہ فتح ہوا، آپ ﷺ جعرانہ تشریف لے گئے وہاں اہل طائف آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضور ﷺ نے یہاں احرام باندھا اور مکے میں داخل ہوئے اور عمرہ ادا فرمایا۔جب کہ آنحضرت ﷺ نے چوتھا عمرہ حج کے ساتھ ادا فرمایا۔(19)

چھٹا شرف: آنحضرت ﷺ کے اسمائے مبارکہ کے بیان میں ہے۔ عرب کا مشہور مقولہ ہے کہ ''کَثْرَۃُ الْاَسْمَآءِ تَدُلُّ عَلٰی شَرَفِ الْمُسَمّٰی ''یعنی کسی چیز کے ناموں کا بہت زیادہ ہونا اس بات کی دلیل ہوا کرتی ہے کہ وہ چیز عزو شرف والی ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چونکہ خلاق عالم جل جلالہ نے اس قدر اعزاز و اکرام اور عزت و شرف سے سرفراز فرمایا ہے کہ آپ امام النبیّین، سید المرسلین،

محبوب رب العالمین ﷺ ہیں اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء مبارکہ اور القاب بہت زیادہ ہیں۔

سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے اس حوالے سے حسبِ ذیل روایات ذکر کی ہیں:

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: میں محمد ﷺ ہوں، احمد ﷺ ہوں، ماحی ﷺ ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹاتا ہے۔ میں حاشر ﷺ ہوں کہ میرے بعد مخلوق اٹھ کھڑی ہو گی۔ میں عاقب ﷺ ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔[20]

دوسری روایت میں ہے، مقفی ﷺ ہوں یعنی فیصلہ کرنے والا۔ میں نبی رحمت ﷺ ہوں اور نبی توبہ ﷺ ہوں۔ ایک اور روایت میں ہے نبی جنگ ﷺ یعنی جہاد ہوں۔[22]

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آنحضرت ﷺ کے یہ نام رکھے۔ بشیر ﷺ، نذیر ﷺ، سراج منیر ﷺ، رؤف ﷺ، رحیم ﷺ، یعنی دوست اور دشمن پر بہت زیادہ مہربانی فرمانے والے۔ رحمتہ للعالمین ﷺ، محمد ﷺ، احمد ﷺ، یٰسین ﷺ، مزمل ﷺ، مدثر ﷺ، عبداللہ ﷺ، مبین ﷺ، اور مذکور ﷺ۔

سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں: تحقیق کہ بہت سے نام بیان کیے گئے ہیں لیکن میں نے ان میں سے مشہور نام بطور اختصار تحریر کیے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں: فاتح ﷺ، متوکل و خاتم ﷺ (یعنی توکل کرنے والے اور نبوت کو کھولنے اور ختم کرنے والے)، ضحوک ﷺ (خندہ پیشانی والے)، قتّال ﷺ (یعنی راہِ حق میں جنگ کرنے والے)، امین ﷺ، مصطفیٰ ﷺ، رسول ﷺ، نبی الامّی ﷺ (مخلوق سے ناخواندہ)، قاسم ﷺ (یعنی بھلائی تقسیم کرنے والے۔ بہر حال اُن بہت سے ناموں میں سے چند مذکور ہوئے ہیں۔ بعض مشہور کتابوں میں آنحضرت ﷺ کے اوصاف اور نام ننانوے بیان کئے گئے ہیں (لیکن) فی الحقیقت ظہورِ کائنات اور صورتیں، سب آپ ﷺ کے اسمائے مبارکہ ہیں۔[23]

ساتویں شرف میں سلطان اشرف جہانگیر سمنانی نے آنحضرت ﷺ کے حلیہ مبارک اور ظاہری اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ آٹھویں شرف میں حضور ﷺ کے معنوی اوصاف یعنی اخلاقِ حمیدہ کا تذکرہ نسبتاً تفصیل سے کیا ہے۔ یہ حصہ بہت اہم ہے۔ ضروری ہے کہ ہر سالکِ طریقت اس کا مطالعہ

کرے۔ اور اپنے ظاہر و باطن کو ان تعلیمات سے آراستہ کرے کہ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب، فلاح و کامیابی اور سعادتِ دارین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی میں ہیں۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی فرماتے ہیں کہ:

حضرت عائشہؓ سے سوال کیا گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیں، انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے۔[24] اللہ تعالیٰ کے لیے ناخوش ہوتے تھے اور اس کی رضا کے لیے خوش ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ اپنے نفس کے لیے کسی سے ناخوش ہوئے۔ جب یہ ملاحظہ فرماتے کہ کسی نے ایسی بات کی ہے جسے خدا نے حرام قرار دیا ہے تو اس سے انتقام لیتے تھے۔[25] تمام لوگوں سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

حضرت علی نے بیان کیا کہ جب کبھی ہم حالتِ خوف میں ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آجاتے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ فیاض تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کبھی سوال نہیں کیا۔

کلام میں صادق ترین تھے۔ لوگوں سے زیادہ متحمل اور بردبار تھے۔ دعوت کو قبول کرتے تھے۔ آپ سب لوگوں سے زیادہ متواضع تھے۔ فتح مکہ کے دن، حضرت ابو بکر اپنے والد کو قبولِ اسلام کے لیے لے کر، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! تم نے ایک ضعیف بوڑھے شخص کو یہاں لانے کی تکلیف دی۔ انھیں گھر میں رہنے دیتے، میں خود گھر چلا آتا۔ حضرت ابو بکر نے عرض کی: محض ان کی بھلائی کے لیے، ان کے باپ اور ماں آپ پر فدا ہوں، زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ نرم دِل اور رحیم تھے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے رونے کی آواز سنی، اس کی ماں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے اور اس کی ماں (کے اضطراب) کے خیال سے نماز مختصر کر دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسی چیز پیش کی جاتی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ الحمد للہ رب العالمین۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔۔۔ فرماتے، اور اگر کوئی ایسی چیز جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ ہوتی تو فرماتے۔۔۔ الحمد للہ علی کل حال۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے۔۔۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے کھانا ہٹایا جاتا تو فرماتے۔۔۔ الحمد للہ الذی اطعمنا و

سقانا و جعلنا من المسلمین۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، آرام کی جگہ عطا فرمائی اور ہمیں مسلمان (پیدا) کیا۔۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہ فرماتے، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں بہت زیادہ شکر اس میں پاکیزہ برکت دی گئی، (اپنے) غیر سے مکفی کیا، (اپنی ذات سے) نہ رخصت کیا، نہ بے پروا کیا، اے ہمارے پروردگار۔ آنحضرت ﷺ کو جب چھینک آتی تو اپنی آواز کو پست رکھتے اور اپنے چہرہ مبارک کو ہاتھ یا کسی کپڑے سے چھپا لیتے اور الحمد للہ کہتے۔

آنحضرت ﷺ اکثر و بیشتر قبلے کی جانب رخ فرما کر بیٹھتے اور جب مجلس میں تشریف رکھتے تو دونوں دست مبارک دونوں زانوے مبارک پر رکھتے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے فرماتے اور باتیں کم کرتے تھے۔ لایعنی باتیں بالکل زبان مبارک پر نہ لاتے۔ نماز کو زیادہ طول دیتے، اور خطبہ کو کم فرماتے۔ ایک نشست میں سو بار استغفار کرتے تھے۔ آپ ﷺ اول شب میں نیند فرماتے، پھر نیند سے اٹھ جاتے۔ آخر شب میں نماز وتر ادا فرماتے تھے، پھر آرام کے لیے بستر پر تشریف لاتے اور جب اذان کی آواز سمع مبارک میں آتی تو بستر سے کھڑے ہو جاتے۔ اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے آتے اور مسجد میں بحالت قیام نماز ادا فرماتے۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ جب میرے پاس ہوتے تو نماز نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

آپ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ عظیم و معظم تھے۔ اگر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ساتھ بیٹھنے والے کو تکلیف نہ دیتے بلکہ اس کے لیے کشادگی پیدا فرماتے۔ آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ہر معاملے کی خبر گیری اپنے اہلِ خانہ سے زیادہ کرتے تھے اور فرماتے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو دوست رکھتا ہے جو اپنے بھائیوں سے اس غرض سے ملنے جاتا ہے کہ ان کی خبر گیری اور مدد کرتے۔ آپ اپنے اصحاب کے حالات دریافت فرماتے رہتے تھے۔ اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ اگر کوئی ان میں سے موجود نہ ہوتا یعنی سفر میں ہوتا تو اس کے اہل و عیال کی خبر گیری فرماتے۔ ان میں سے اگر کوئی فوت ہو جاتا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے۔ آپ ﷺ کسی کے بارے میں یہ محسوس فرماتے کہ اسے میری جانب سے شکایت ہے تو فرماتے کہ فلاں شخص مجھ سے رنجیدہ ہے یا اس نے میری تقصیر دیکھی ہے، مجھے اس کے

پاس لے چلو، چنانچہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے پاس تشریف لے جاتے، یہاں تک کہ وہ (خوش ہو کر) آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حجرہ مبارک پر حاضر ہوتا۔[26]

نویں شرف میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معجزات کا بیان ہے۔ سلطان اشرف جہانگیر سمنانیؒ فرماتے ہیں: ”قرآن مجید آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ دنیاجہان کے فصیح و بلیغ انسان قرآن مجید کی مثل (کتاب) پیش کرنے سے عاجز اور حیران رہے۔ وہ ہی نہیں بلکہ ان جیسے اور لوگ بھی ان کے مددگار ہو جائیں تب بھی قرآن کی مثل پیش نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد ساحرانِ زمانہ اس کی سچائی اور ہدایت پر ایمان لائے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ اس کی مثل دس کامل سورتیں بنا کر لائیں لیکن ناکام رہے۔“[27]

اس کے بعد سید اشرف جہانگیر سمنانی نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعض معجزات ذکر کیے ہیں۔ جن میں حدیثِ سلیمان، شق صدر، شق القمر، دستِ مبارک اور لعابِ دہن کی برکتیں، دعاؤں کی قبولیت، شجر و حجر کا آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سلام کرنا، خشک درخت کے تنے کا گریہ کرنا، سنگریزوں کا تسبیح کرنا وغیرہ شامل ہیں۔[28]

دسویں شرف میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ازواجِ مطہرات کا ذکر کیا ہے۔ اس حوالے سے اشرف جہانگیر سمنانی کہتے ہیں: ”بے شک نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اکیس ازواج تھیں، اُن میں سے چھے کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے طلاق دی اور پانچ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیاتِ مبارکہ میں وفات پائی۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی وفات کے بعد گیارہ ازواج چھوڑیں۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہر ایک بی بی کو ان کے مہر میں پانچ پانچ سو درہم عطا فرمائے تھے۔ جو کچھ کہا گیا ہے صحیح تر ہے سوائے حضرت صفیہؓ کے، پس ان کو آزاد کرنا ہی بے شک ان کا مہر تھا۔ ان کے بارے میں مہر ادا کرنے کی کوئی روایت نہیں کی گئی۔ ان کے علاوہ حضرت امِ حبیبہؓ کا مہر نجاشی نے ادا کیا۔“[29]

گیارہواں شرف آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صاحبزادوں کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اشرف جہانگیر سمنانی کہتے ہیں: ”حضرت خدیجہؓ سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک صاحبزادے قبل اسلام پیدا ہوئے اور بعد اسلام حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت کی بنا پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کنیت، ابوالقاسم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہوئی۔ پھر عبد اللہ پیدا ہوئے جن کا لقب 'طیب و طاہر' ہوا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ طیب و طاہر دو صاحبزادے ہیں۔“[30] اس کے بعد آپ نے اس حوالے سے مختلف روایات اور ان کے مابین اختلاف کو بیان کیا ہے۔

بارہویں شرف میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی چار صاحبزادیوں حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت امِ کلثومؓ اور حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولادوں کا نسبتاً تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔[31]

تیرہواں شرف آپ ﷺ کے گیارہ چچاؤں اور چھے پھوپھیوں کے ذکر پر مشتمل ہے۔ چودھویں شرف میں آپ ﷺ کے غلاموں، خادموں، خدمت گزاروں، قاصدوں، کاتبوں اور رفیقوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سید اشرف جہانگیر سمنانی کہتے ہیں کہ مردوں میں آپ ﷺ کے اکتیس خادم تھے۔ چالیس غلام اور نو کنیزیں تھیں۔ گیارہ آزاد خادم تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے جن حضرات کو بطورِ قاصد و سفیر دوسرے ملکوں میں بھیجا وہ گیارہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے کاتب (وحی اور خطوط لکھنے والے) تیرہ حضرات تھے۔ بارہ عمدہ اوصاف کے حامل رفیق تھے۔(32)

پندرھویں شرف میں آپ ﷺ کی سواری کے جانوروں اور مویشیوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے پاس دس گھوڑے تھے۔ جن کے نام بھی اس میں ذکر کیے گئے ہیں۔ تین خچر تھے اور اور ایک دراز گوش تھا۔ ایک گائے اور بیس اونٹ اور اونٹنیاں تھیں۔ سو بکریاں تھیں۔ سات بکریاں فقراء کے لیے وقف تھیں جن کا دودھ وہ پیتے تھے۔ ایک بکری آپ ﷺ کے دودھ پینے کے لیے مخصوص تھی، اسے عیش کہتے تھے۔ ایک سفید رنگ کا مرغ بھی آپ ﷺ کے پاس تھا۔(33)

سولھویں شرف میں آپ ﷺ کی وفات، تجہیز و تکفین اور تدفین کا ذکر ہے۔(34) جب کہ سترھویں شرف میں آپ ﷺ کے اسلحہ اور لباس کا ذکر اور آپ ﷺ کی آل کے نسب کی تفصیل بیان کی گئی ہے جو انساب کی مشہور کتابوں سے منتخب کی گئی ہے۔ اسی ضمن میں آپ ﷺ کے لباس اور آثار کا ذکر بھی کیا ہے جو آپ ﷺ نے وصال کے دن چھوڑا۔(35)

حاصلِ کلام:

❖ لطائف اشرفی میں سیرت النبی ﷺ کا یہ بیان بالعموم مشہور و معروف روایات پر مشتمل ہے۔ مختصر ہونے کے باوجود سیرت کے اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔

❖ سالکانِ طریقت کی تربیت کے پیشِ نظر لطائف اشرفی میں سیرت النبی ﷺ کے بیان میں آپ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ، عادات و اطوار پر نسبتاً تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

❖ ضرورت اس بات کی ہے کہ لطائف اشرفی میں بیانِ کردہ تمام روایاتِ سیرت کی تخریج کا اہتمام کیا جائے۔

حوالہ جات وتعلیقات

1۔ بوصیری، امام شرف الدین، قصیدہ بردہ، تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، 1957ء، ص26

2۔ الاحزاب: 21

3۔ نوشاہی، ڈاکٹر خضر، لطائف اشرفی (دیباچہ)، مرتب: مولانا نظام الدین یمنی، گلوبل اسلامک مشن (نیویارک)، دسمبر 2020ء۔ جنوری 2021ء، ج1، ص27

4۔ سمنانی، سید اشرف جہانگیر، لطائف اشرفی، محولا بالا، ج1، ص28

5۔ لطائف اشرفی، ج1، ص29

6۔ ایضاً، ص33

7۔ ایضاً، ج2، ص1041۔1094

8۔ اندلسی، سعید بن حزم، جمہرۃ انساب العرب، تحقیق و تالیق: عبدالسلام محمد ہارون، اردو ترجمہ: ڈاکٹر مفتی محمد بلال ابراہیم بربری، حارث پبلی کیشنز، کراچی، 2023ء، ص56

9۔ ایضاً، ص58

10۔ لطائف اشرفی، ج2، ص1042

11۔ ایضاً

12۔ ایضاً، ص1042۔1043

13۔ یہ قصیدہ سلمان ساوجی کے دیوان میں شامل ہے۔ مترجمین سے اسے نقل کرنے میں سہو ہوا ہے جس کے باعث اس کا ترجمہ بھی درست طور پر نہیں کیا جاسکا۔ (دیکھیے: دیوان سلمان ساوجی، مقدمہ تقی تفضلی، اہتمام: منصور شفق، انتشارات صفی علیشاہ، شہر ندارد، 1367ھ، ص435۔437)

14۔ غالباً یہ سہوِ کتابت ہے۔ صحیح نام ثویبہؓ ہے۔

15۔ لطائف اشرفی، ج2، ص1048

16۔ ایضاً، ص1049۔1052

17۔ ان بائیس غزوات میں درجِ ذیل کا ذکر کیا گیا ہے: 1۔ وڈان، 2۔ وعیر، 3۔۔۔۔، 4۔ بدر، 5۔ بنی قینقاع، 6۔ سویق، 7۔ بنی سلمہ، 8۔ ذی امرد، 9۔ احد، 10۔ نبی نضیر، 11۔ ذات الرقاع، 12۔ دومۃ الجندل، 13۔ بنی مصطلق، 14۔ خندق، 15۔ بنی قریظہ، 16۔ بنی لحیان، 17۔ الغابہ / حدیبیہ، 18۔ خیبر، 19۔ فتح مکہ، 20۔ حنین، 21۔ طائف، 22۔ تبوک۔ جب کہ صحیح یہ ہے کہ جملہ مشہور غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیے: نقشِ سیرت، مرتب ومولف: ڈاکٹر نثار احمد، ادارہ نقشِ تحریر، کراچی، طبع دوم، 2021ء، ص353۔429)

18۔ غالباً حج سے مراد یہاں عمرہ ہے۔ صحیح یہی ہے کہ آپ نے اپنا پہلا اور آخری حج 10 ہجری میں ادا فرمایا جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

19۔ لطائف اشرفی، ج2، ص1071۔1072

20۔ بخاری، کتاب المناقب، باب ما جاء فی أسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، الرقم:3339

21۔ شمائل ترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الرقم:361

22۔ ایضاً، 366

23۔ لطائف اشرفی، ج2، ص1072

24۔ مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرھا، باب جامع صلاۃ اللیل... الرقم:۱۳۹

25۔ بخاری، کتاب المحاربین، باب بَابُ كَمِ التَّعْزِيرُ وَالأَدَبُ، الرقم:6583

26۔ لطائف اشرفی، ج2، 1073 تا 1080

27۔ ایضاً، ص1080

28۔ ایضاً، ص1080 تا 1082

29۔ ایضاً، ص1085

30۔ ایضاً، ص1085

31۔ ایضاً، ص1085 تا 1088

32۔ ایضاً، ص1090۔1091

33۔ ایضاً، ص1091

34۔ ایضاً، ص1091-1092

35۔ ایضاً، ص1094

حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت نگاری کے اسالیب کا تجزیاتی مطالعہ

پروفیسر دلاور خان

Abstract:

"Hazrat Makhdum Ashraf Semnani was born in eight century Hijri in Semnan. His father Sultan Ibrahim was a local ruler of Semnan. After the death of his father he became the ruler of Semnanat just 17 years old but later abdicated the throne in favor of his brother Sultan Syed Muhammad. He then traveled to Bengal to meet Alaul Haq Pandvi. He led funeral prayer of Hazrat Ahmad Yahya Maniri. He is considered third most influential Sufi after Khwaja Moinddin Chishti and Hazrat Niazuddi Aulliya. His linage traces back to the Prophet (peace be upon him). Hazrat Makhdum was a great scholar and soldier of Islam. He wrote many books but "Lataife Asharfi" is most famous in Sufi literature. This is consist on sixty Lataif. He specially discussed about Seerah in Latifa no 52 and covered all aspects of Seerah. As a Sufi he is also great Seerah writer. His Seerah writing style is concise, simple, effective and multi dimensions".

حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کی ولادت آٹھویں صدی ہجری کے اوئل میں سمنان میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کی خوشخبری آپ کے والدین کو سمنان کے حضرت ابراہیم شاہ نامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مجذوب نے دی تھی۔ چونکہ آپ کے والدین کے ہاں دو تین صاحبزادیاں ہوئیں اور پھر آٹھ یا بارہ برس تک کوئی اولاد نہیں ہوئی، جس کے باعث دونوں متفکر رہتے تھے، کہ ایک روز مذکورہ بزرگ آپ کے گھر تشریف لائے۔ آپ کے والدین متعجب ہوئے کہ محل میں اتنا سخت پہرہ ہے پھر یہ کیسے اندر تشریف لائے ہیں۔ تاہم آپ کی خدمت بجا لائے۔، اور اللہ کے بندے نے آپ کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا مبارک فرزند عطا فرمائے گا جس کے وجود سے ایک عالم فیضیاب ہو گا۔ آپ نے چودہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم، معقول و منقول سے فراغت حاصل کرلی۔ قرآن کریم کی ساتوں قرآتوں کے حافظ ہوئے۔ لیکن تصوف وعرفان سے انہیں قلبی وروحانی ارتباط تھا۔ یہی ذوق انہیں کشاں کشاں حضرت خواجہ علاؤالدولہ سمنانی کی خدمت میں لے گیا۔ جو اپنے وقت کے معروف صوفی تھے، آپ اکثر ان کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔

اپنے والد محترم سید محمد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس دارفانی سے رحلت کے بعد سترہ سال کی عمر میں ریاست سمنان کے وارث بنے اور تختِ حکومت پر متمکن ہوئے، مگر چوں کہ ان کا طبعی میلان فقر و درویشی کی طرف تھا۔ اس لئے تھوڑے ہی عرصے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام کی ترغیب سے اپنے بھائی اعرف محمد کو تختِ حکومت سپرد کر کے سلطنت سے دستبردار ہو گئے۔ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا فریضہ بھی احسن طریق سے انجام دیا۔ چنانچہ نہ صرف مالی اور لسانی جہاد کیا بلکہ جہاد بالسیف بھی کیا۔ ترک حکومت سے قبل جب سمنان کے حکمران تھے کافروں کے خلاف باقاعدہ جہاد کیا اور دشمنوں کو شکست فاش دی۔ حضرت علاؤالحق والدین گنج نبات رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو بیعت فرمایا اور سلسلہ ءطریقت چشتیہ نظامیہ میں داخل کرلیا اور اپنے حجرہ خاص میں لے جاکر ایک پہر کامل تنہائی میں تمام اسرار رموز سے مالامال فرمایا۔(۱)

لطائفِ اشرفی:

یہ فارسی کتاب، حضرت محبوب یزدانی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور ارشادات و کمالات و فضائل پر مبنی ہے۔ جسے آپ کے مرید خاص حضرت نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرمایا۔ وہ آپ کی خدمت میں مسلسل تیس سال رہے۔ "لطائف اشرفی" ۱۸۷۸ء میں نصرت المطابع دہلی سے طبع ہوئی، جو کہ ۹۰۰

صفحات پر محیط ہے۔ یہ حضرت کی سوانح عمری بھی ہے اور ان کی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اس میں کہیں تصوف کی اصطلاحات ہیں اور کہیں ذکر و فکر کی تفصیلات ہیں کہیں صوفیانہ غوامض پر مباحث ہیں، کہیں صوفیہ کرام کے چودہ خانوادوں کی مختصر تاریخ، کہیں، کہیں نبی کریم ﷺ، آل نبی رضی اللہ عنہم خلفائے راشدین، آئمہ کبار اور صوفیہ کے حالات ہیں اور کہیں صوفی شعرا پر دلچسپ تبصرہ ہے۔ غرض اِسے تصوف کی قاموس کہا جائے تو بے جانہ ہو گا۔ یہ اس عہد کی علمی، دینی اور عرفانی تاریخ بھی ہے اور بزرگان دین کا تذکرہ بھی۔ بہر حال اپنے موضوع پر منفرد اور لاجواب کتاب ہے۔(۲)

حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کے اسالیب سیرت کا مطالعہ:

اگرچہ لطائف اشرفی متنوع عناوین پر مشتمل ہے مگر لطفیہ ۵۲ خالص سیرت النبی ﷺ پر مشتمل ہے ۔ جس کی سترہ جہات ہیں: نبی کریم ﷺ کا نسب مبارک، نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک، آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ کے بعد کے واقعات، جہاد، حضور ﷺ کے عمرے اور حج، حضور ﷺ کے اسمائے مبارک، آپ ﷺ کے ظاہری اوصاف اور حلیہ شریف، آپ ﷺ کے اخلاق و اوصاف، حضور ﷺ کے چند معجزات، آپ کی ازواج مطہرات، آپ ﷺ کے صاحبزادے، آپ ﷺ کی صاحبزادیاں، آپ ﷺ کے چچا اور پھوپھیاں، آپ ﷺ کے غلام، سفیر اور کاتبین، حضور ﷺ کے گھوڑے اور اونٹ، حضور ﷺ کا وصال، اور آپ ﷺ کے اسلحہ اور لباس۔ ان کے مطالعہ سے سیرت النبی ﷺ کے عناصر، عناوین، وسعت اور سیرت کی اصطلاحی تعریف کی وضاحت ہوتی ہے۔ آپ بہ یک وقت معقول و منقول اور عرفانی علوم کے ماہر تھے۔ جس کا اظہار ہمیں سیرت نگاری میں بھی دکھائی دیتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے آپ نے سیرت نگاری میں کسی ایک اسلوب کی پیروی نہیں کی بلکہ موقع محل کے اعتبار سے مختلف اسالیب کو اپنی سیرت نگاری میں سمویا ہے جس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

ارہاصی اسلوب سیرت:

جو خرق عادت کسی نبی سے نبوت سے پہلے ظاہر ہو اسے "ارہاص" کہتے ہیں۔ جیسے آقا کریم ﷺ کو پتھروں کا سلام کرنا، بادلوں کا سایہ کرنا اور شق صدر، ارصاہات ہیں۔ ارہاص اور معجزہ کا تعلق نبی کی ذات سے ہے مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ارہاص کا تعلق اعلان نبوت سے پہلے خرق عادت سے ہے اور معجزہ کا تعلق اعلان نبوت کے بعد خرق عادت سے ہے۔ حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سیرت

نگاری میں ارہاصی اسلوب سیرت نگاری کو خوب برتا ہے جس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(الف) جب رسول اللہ ﷺ تین سال کے ہوئے تو آپ ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور قبیلے کے لڑکوں کے ساتھ بکریاں چرانے کے لیے جانے لگے۔ایک روز آپ ﷺ چھوٹے بچوں کی جماعت میں کھیل رہے تھے اور بڑے لڑکوں سے باتیں کر رہے تھے کہ دو فرشتے آدمی کی شکل میں نمودار ہوئے۔ آپ ﷺ کو سلا دیا، پھر آپ ﷺ کے شکم مبارک کو چاک کیا، خون کا لوتھڑا باہر نکالا اور پانی سے صاف کیا جو طشت اور تھالے میں بھر کر لائے تھے، اور (سینۂ مبارک کو) نور ایمان سے معمور کر دیا۔

(ب) جب آپ ﷺ کی عمر شریف بارہ سال ہوئی تو ابو طالب آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہ صحراسے راستہ طے کر کے بصریٰ پہنچے۔ بحیرہ راہب نے جو راہبوں کا رہنما اور نبوت کی نشانیوں کا عالم تھا اور اس نے بہت سے بت پرستوں کو اپنے دین میں داخل کیا تھا، ابو طالب سے کہا کہ یہ فرزند پیغمبر آخر الزماں ہے۔ بعد ازاں اس نے ابو طالب اور تمام اہل قافلہ کی دعوت کی اور کھانے کے لیے بلایا۔ جب دستر خواں بچھایا تو بحیرہ نے آپ ﷺ کو موجود نہ پایا۔۔ اس نے کہا جس مہمان کی میزبانی منظور تھی انہیں بلایا ہی نہیں ہے۔ اس نے لوگوں سے دریافت کیا۔۔ کیا کوئی شخص رہ گیا ہے جو دستر خوان پر نہیں آیا؟ انھوں نے جواب دیا کہ آگئے ہیں البتہ ابو طالب کے بھتیجے نہیں ہیں۔ راہب نے کہا میں انہی کا طالب ہوں، انہیں بلاؤ۔ جب باہر آیا (تو دیکھا کہ) آپ ﷺ دھوپ میں تشریف فرما ہیں اور ابر ایک ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہے بحیرہ نے کہا لوگو! دیکھو یہ نبوت کی سچی نشانی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے جس آخری نبی آنے کی بشارت دی تھی وہ آپ ہی ہیں۔

اگرچہ ابر زیر آفتاب ست　　　چہ ابرش ایں کہ بالائے سحاب ست

اگرچہ (فطرت کے قاعدے سے) ابر آفتاب کے نیچے ہوتا ہے لیکن آپ ﷺ (کی ذات) کا سایہ بادلوں سے بلند تر ہے۔

ببیں آں ابروئے ابر سیار　　　کہ بر سر می کند در بارش سیار

اس گردش کرنے والے ابر کی آبرو کو دیکھو جو سرور عالم ﷺ کے فرق مبارک سے دھوپ کو ہٹانے کے لیے دربا شی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔(۳)

(ج) سفر شام کے بعد آپ ﷺ نے اپنا مال فروخت کیا اور جو چیزیں منظور تھیں وہاں سے

خریدیں، تمام اسباب (اونٹوں پر) لادا اور مکہ معظمہ واپس ہوئے۔ (واپسی پر) میسرہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ جس وقت دوپہر کی سخت گرمی ہوتی تھی تو دو فرشتے نازل ہوتے تھے اور آپ پر گرمی سے بچانے کے لیے سایہ کرتے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سفر جاری رکھتے تھے۔ (۴)

(۲)۔ سوانحی اسلوب:

سیرت نگاری کے اس اسلوب میں سیرت نگار آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب، بعثت وولادت مبارکہ سے قبل اور اس کے بعد واقعات تا وصال ترتیب سے قلم بند کرتا ہے۔ اسے ادب میں سوانح نگاری اور تاریخی لحاظ سے اسے مؤرخانہ اسلوب بھی کہتے ہیں۔ حضرت سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت نگاری میں سوانحی اسلوب کے تحت آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب، ولادت اور ولادت کے بعد کے واقعات، جہاد، حج و عمرہ، ازواج مطہرات، صاحبزادیوں، صاحبزادوں چچاؤں، پھپھیوں غلاموں قاصدوں، کاتبوں، اصحاب اور وصال کا تذکرہ کیا ہے۔ جیسے:

حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کا علم حاصل کرنا نہایت عزوشرف کا عمل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے چار جدوں کے نام یاد ہونا مسلمان ہونے کی شرط ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مسلمانی کے ضعف اور شرط ایمانی کے اس فتور پر حیرت ہے کہ لوگ کافروں اور ملحدوں کے لاکھوں بے ہودہ قصے کہانیاں اور لہو ولعب یاد کر لیتے ہیں، اور انہیں سلوک کی مجلسوں اور محفلوں میں بھی بیان کرتے ہیں۔ نیز امیروں کے درباروں میں انہی کی تکرار باعث فخر خیال کرتے ہیں۔ اگر (اتفاق سے) انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے حالات اور قدیم مشائخ کے ملفوظات بیان کئے جا رہے ہوں تو ان کی زبانوں پر تالے لگ جاتے ہیں اور کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے کہ مجلس میں کیا بات کہی گئی ہے۔

اگر مذکور گردد از خرافات ہزاراں باہمہ امثال گویند

وگر ذکرے رود از دین وآثار بہم آیند وقیل وقال گویند

اگر فضول اور بے ہودہ باتیں ہو رہی ہوں تو اسی طرح کی ہزاروں باتیں کہنے لگتے ہیں اور اگر دین اور دینی روایات کا ذکر چل نکلے تو سب مل کر قیل وقال میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ (۵)

انساب نگاری کا سلوب:

آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی اہمیت بیان کرنے کے بعد حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

نسب گرامی یوں قلم بند کرتے ہیں:

ابو القاسم محمد (ﷺ) بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن بن کلاب بن مرۃ عرف قریش بن عدس بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرک بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان الخ۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ آقا کریم ﷺ کے صلب سے منتقلی کے تسلسل کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔۔۔ کہ حق تعالیٰ کے حضور میر انور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے، عالم آخرت کے دو ہزار سال پہلے موجود تھا اور ملائکہ کے ساتھ تسبیح و تہلیل میں مصروف تھا۔ جب حق تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا تو اس نور کو آدم (علیہ السلام) کی پشت میں ڈال دیا، پھر آدم (علیہ السلام) کی پشت سے نوح و ابراہیم (علیہما السلام) کی نسل میں منتقل ہوا۔ وہاں سے وہ نور میرے بزرگوں کے صلب اور پاک بیویوں کے رحم میں منتقل ہوا۔ حتیٰ کہ اب میرے والد کے صلب اور میری والدہ کے رحم کے ذریعے وجود میں آیا۔

صلاح جہاں آں شب آمد پدید کہ از مولدش صبح صادق پدید

اس رات دنیا کی بھلائی نمودار ہوئی کہ آپ کی ولادت سے صبح صادق کا ظہور ہوا۔(۶)

حضور ﷺ کی ولادت (باسعادت) مکہ معظمہ میں اصحاب فیل کے واقعے کے سال میں ہوئی تھی۔ بعض روایتوں میں کہا گیا ہے کہ واقعہ فیل کے تیس یا چالیس سال بعد ولادت ہوئی تھی لیکن روایت اول صحیح ہے۔ سرور انبیاء و پیشوائے اصفیاء بروز پیر بارہ ربیع الاول کو عالم ناسوت میں جلوہ افروز ہوئے۔(۷)

حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ آقا کریم ﷺ کے وصال سے متعلق رقم طراز ہیں:

جب آپ ﷺ کی عمر شریف تریسٹھ برس ہوئی اور ایک دوسری روایت میں ہے پینسٹھ برس کی ہوئی، لیکن صحیح ترین روایت ہے کہ آپ ﷺ بعمر تریسٹھ سال بارہ ربیع الاول کو پیر کے دن وصال فرما ہوئے اور بدھ کی رات کو تدفین ہوئی، ایک دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ کی تدفین منگل کے روز ہوئی۔(۸)

(۳) منظوم میلاد نگاری کا اسلوب:

حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت نگاری کے لئے نثر اور نظم کا استعمال کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سیرت نگاری کا آغاز منظوم میلاد ناموں سے ہوا۔ آپ نے بھی میلاد نگاری میں منظوم اسلوب کو ترجیح دی

ہے اس طرح آپ نے میلاد نگاری نثری اور نظمی پیرائے میں رقم کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ میلاد نگاری کے منظومی اسلوب کے چند نظائر ملاحظہ ہوں:

بگزشت از ربیع نخستیں دوازدہ روز دوشبینہ کہ ز ایام مکرم ست

ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہوئی تھی، پیر کا روز تھا جو (ہفتے کے) دنوں میں سب سے زیادہ لائق تکریم ہے:

خورشید طلعتے بشب آمد کہ آفتاب از دود شب نشستہ بریں سبز طارم ست

ایک خورشید چہرہ ہستی رات کو نمایاں ہوئی ہے یا آفتاب، رات کے دھویں سے (ہٹ کر) سبز آسمان پر بیٹھا ہے:

زاں روز کز بخیر قدم در جہاں نہاد ذکر سپہر و دور زماں خیر مقدم ست

جس روز سے کہ آپ ﷺ نے دنیا میں خیر کے ساتھ قدم رکھا اسی روز سے آسمان اور زمانہ آپ ﷺ کے خیر مقدم کا ذکر کر رہے ہیں:

در عام فیل نصرت اصحاب فیل داں خاص آں کسے کہ کعبہ بر ایش مکرم ست

عام الفیل میں آپ ﷺ کی تشریف آوری اصحاب فیل پر اہل مکہ کی فتح ہے۔ خاص طور پر اس شخص کے لیے جو کعبے شریف کی تعظیم کرتا ہے:

شد از بر نیساں صدف باردار پدید ار شد لولوئے شاہوار

موسم بہار کی پہلی بارش سے صدف بار آور ہو گئی اور اس سے شاہوں کے لائق گوہر نمودار ہوا:

چو صیتش در افواہ دنیا فتاد تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

جب آپ ﷺ کی شہرت کا دنیا میں چرچا ہوا تو ایوان کسریٰ میں زلزلہ آ گیا:

بشارت بادا اے فرخندہ طالع کہ می گردد ز تو خورشید طالع

اے مبارک نصیب والے! آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ کی ذات سے آفتاب طلوع ہوتا ہے

چناں خورشید تو پر نور گردد کہ از نورش جہاں منظور گردد

آپ کی ذات کا آفتاب اس انداز سے نور فشاں ہوتا ہے کہ اس کی روشنی سے دنیا روشن ہو جاتی ہے:

ز نور آفتابش ماہ و انجم چو ذرہ می شود در تاب او گم

آپ ﷺ کے آفتاب کے نور سے چاند ستاروں کی چمک ذرے کی مانند گم ہو جاتی ہے۔(۹)

(۴)۔اعتقادی اسلوب:

سیرت نگاری میں ایمان بالرسالت کے پہلو کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔یہ ہی وجہ ہے سیرت نگاری میں اعتقادی اسلوب ،سیرت کی جان ہے۔جان ہے تو جہان ہے۔یہ ام الاسالیب ہے۔جب نبوت ورسالت پر ایمان، ختم نبوت، علم نبوت، عصمت انبیاء جیسے عناوین پر سیرت نگاری کا فریضہ انجام دیا جائے تو اسے اعتقادی اسلوب کا نام دیا جاہے۔اس تناظر میں حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت نگاری کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے اعتقادی اسلوب کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر اپنی سیرت نگاری میں اسے خوب برتا۔جس کی چند تجلیات ملاحظہ ہوں:

(الف)۔نبوت و ختم نبوت:

”جس طرح انواع انسانی (کے کمالات) کی انتہا نبوت ہے،اسی طرح محمد ﷺ کی نبوت کا ذوق تمام انبیاء ورسل کے اذواق کا منتہا ہے آپ ﷺ مخلوق میں سب سے افضل اور اکمل ہیں۔قیامت کے روز جب تمام کاملین میدان حشر میں حاضر ہوں گے آپ ﷺ ہی رسولوں کے سردار اور اولین و آخرین کا انتخاب ہوں گے۔بلند درجات میں فردوس اعلی ایسی زینت ہے کہ اس سے عظیم تر کوئی زینت نہیں ہے،اسے ” مقام محمود“ کہتے ہیں۔ومن الیل فتھجد بہ نافلۃ لک۔عسی ان یبعثك ربك مقاما محمودا(۷۹:۱۷)

اور رات کو تو تہجد پڑھو اس میں،مزید محکم ہے تمہیں پر۔عنقریب تمہاری جگہ بنائے گا تمہارے پروردگار، مقام محمود کو(معارف القرآن) وہ مقام سوائے ایک ہستی کے کسی کے لائق نہیں ہے۔صرف آپ ﷺ کی ذات گرامی کے لیے مخصوص ہے۔آپ ﷺ کی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور آپ کا دین تمام ادیان سے اکمل ہے۔آپ ﷺ خاتم الانبیاء اور بلند مرتبہ سادات کے بزرگ ہیں، آپ ﷺ پر سلامتی ہو۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔(۴۰:۳۳)

نہیں ہیں محمد کسی کے باپ تم مردوں سے اللہ کے رسول اور سارے نبیوں میں پچھلے زمانے والے۔اللہ ہر ایک کا جانتا رہا۔(معارف القرآن)

آپ ﷺ پر نبوت ختم کردی اور آپ ﷺ کی رسالت کو کامل کیا، آپ ﷺ کے بعد نبوت کا اظہار نادانی اور سرکشی ہے،کیوں کہ کمال پر زیادتی نقصان ہے(۱۰)

(ب)۔ معجزات:

حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر دعویٰ نبوت کرنے والا صادق ہے تو خوارق عادات کا ظہور اس کے ہاتھ واجب اور یہ متفقہ علیہ بات کہ ان تمام لوگوں پر جنہوں نے نبوت انبیاء کی صحت کا اقرار کیا۔۔۔ جب کسی پیغمبر سے زمانہ جواز نبوت میں کوئی خلاف عادت امر ظاہر ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں۔(۱۱)

آپ نے کثیر تعداد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو اختصار سے بیان فرمایا:

ان میں سے معراج میں تشریف لے جانا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک کھولنا۔ بیت المقدس کے بارے میں خبر دینا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مکہ معظمہ میں تشریف فرماتھے۔ ان میں سے واقعہ شق القمر ہے یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں کافروں کی جماعت پر مٹھی بھر خاک پھینکی، پس اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی۔ غار کا واقعہ ،جب کافروں کی جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کرنے کے لیے نکلی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے سے معذور رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ سے خالی بکری کے دونوں تھنوں پر دست مبارک سے مس کیا اور وہ دودھ سے بھر گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دودھ پیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی (کہ وہ اسلام لے آئیں اور) اللہ تعالیٰ اسلام کو عزت بخشے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ انھیں موسم کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت علی رضی اللہ عنہ آنکھ میں ڈالا جب وہ آشوب چشم میں مبتلاء تھے۔۔۔ درخت نے دریافت کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی۔ شجر و حجر کا اس رات کو سلام کرنا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے۔ بکری کے دست کا کلام کرنا ہے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے۔ الخ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری معجزات اور روشن دلیلیں بے شمار ہیں جس کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو (۱۲)

(۵)۔ سراپا نگاری کا اسلوب:

حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیرت نگاری میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدوخال کے شمائل کو قلم بند کرنے کے لیے سراپا نگاری کا اسلوب اس طرح برتتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا، نہ زیادہ دراز قد تھے اور نہ کوتاہ قد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بازوؤں کے درمیان کم فرق تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ نہایت

چمکیلا تھا، نہ بہت زیادہ سفید اور نہ گندم گوں۔ آپ ﷺ کے سروں کے بال قدرے بل دار تھے، جب کہ آپ ﷺ بالوں کو بڑھائے ہوتے تو کان کی لو تک پہنچ جاتے اور بالوں کو چھوٹا کرتے تو آدھے کان تک نہیں پہنچتے۔ آپ ﷺ کے سر کے بال اور ریش میں سفید بال بیس بھی نہیں تھے۔ گردن مبارک ایسی تھی جیسے تصویر کی گردن ہوتی ہے۔ صفائی میں چاندی جیسی خوب روشن تھی۔ آپ کا چہرہ مبارک صبیح اور روشن تھا اور چودھویں کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ آپ ﷺ کا وجود مبارک حسن واعتدال سے معمور تھا۔ آپ ﷺ صاحب علامت یعنی معجزہ تھا۔ خوب صورت اور حسین تھے۔ آنکھ کی پتلی نہایت سیاہ تھی۔ آپ کی پلکیں دراز تھیں۔ آواز نرم تھی اور آپ ﷺ گردن مبارک روشن اور چمک دار تھی۔ ریش مبارک کے بال گھنے اور خوب صورت معلوم ہوتے تھے۔ آپ ﷺ دور سے خوش وضع اور قریب سے شیریں معلوم ہوتے تھے۔ آپ ﷺ شیریں کلام تھے آپ ﷺ کے کلام میں لغویت، جھوٹ اور ٹھٹھول ہرگز نہیں ہوتے تھے۔ آپ کا کلام موتیوں کی لڑی کی مانند ہوتا تھا جس میں موتی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ بھویں باریک اور لمبی تھیں۔ دونوں بھویں جڑی ہوئی نہیں تھیں۔ دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو جوش کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی مبارک بینی دراز اور بلند تھی جس نور نمایاں تھا اگر کوئی شخص غور سے نہ دیکھتا تو آپ ﷺ کو دراز بینی والا سمجھتا۔ آپ ﷺ کے دونوں رخسار مبارک برابر اور ہموار تھے۔ آپ کے آگے کے دندان مبارک میں ریخیں تھیں (جڑے ہوئے نہ تھے)۔ آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی جیسے کوئی شاخ ہو۔ آپ ﷺ کے شکم مبارک اور سینے پر سوائے اس کے کہ جو بیان کیا گیا ہے اور کچھ نہ تھا۔ دونوں بازؤں (شانوں) پر بال تھے۔ جسم اطہر گوشت سے بھرا ہوا ٹھوس تھا۔ سینہ مبارک اور شکم برابر تھے۔ سینہ کشادہ تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ اور اعضا مضبوط تھے۔ آپ ﷺ کا بدن چمک دار تھا۔ اور کلائیاں دراز تھیں۔ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم پر گوشت تھے۔ پاؤں کی انگلیاں بلند (لمبی) تھیں الخ۔ (۱۳)

(۶)۔ سیرت نگاری کا عسکری اسلوب:

اہل عرب میں نوشت کا رواج بہت کم تھا۔ وہ اپنے قبائلی مفاخر آنے والی نسلوں میں منتقل کرنے کے لئے زیادہ تر بیانیہ طریقے پر انحصار کرتے تھے جس میں مشاعرے اور مجالس مفاخر شامل تھیں۔ اکثر یہ چاندنی راتوں میں وقوع پزیر ہوتی تھیں۔ جس میں وہ قبائل کی بہادری کے کارنامے بڑے فخر سے سنایا

کرتے تھے۔جب اسلامی دور آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلامی جہاد میں آقا کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے بہادرانہ کردار پر روشنی ڈالتے۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں ”کتاب الجہاد والسیر“ قلم بند کیا۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دن مغازی کے بیان کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔حضرت عقیل بن ابی طالب اپنے زمانے کے مشہور لڑائیوں کے عالم تھے۔امام واقدی مسجد نبوی میں باقاعدہ مغازی کا درس دیا کرتے تھے۔(اصول سیرت نگاری)

بعض کے نزدیک صرف مغازی پر سیرت کا اطلاق ہوتا ہے اور ابتداء میں مغازی کے نام سے کئی کتب بھی منصہ شہود پر آئیں جس میں سیرت کی دیگر جہات کو بھی قلم بند کیا گیا لیکن جیسے جیسے سیرت کا مطالعہ وسیع ہوتا گیا ویسے ویسے اس کے عناوین میں اضافہ ہوتا گیا اور مغازی اس کی ذیلی شاخ قرار پائی۔ عصر حاضر میں سیرت النبی ﷺ ایک مکمل اور جامع صورت دھار چکی ہے مگر مغازی سیرت النبی ﷺ کا آج بھی لازمی جزو ہے۔اس پس منظر میں اگر حضرت مخدوم سمنانی کی سیرت نگاری مطالعہ کریں تو ہمیں اس میں عسکری اسلوب نمایاں دکھائی دیتا ہے۔جس کی چند امثال ملاحظہ ہوں:

حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جملہ مشہور غزوات کی تعداد ۲۲ ہے بعض دوسرے علماء اس سے بھی زیادہ بتاتے ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان جہاد میں آقا کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہادرانہ کردار سے بحث کی ہے۔آپ نے آقا کریم ﷺ کی عسکری حکمت عملی پر کافی روشنی ڈالی ہے۔آپ ﷺ نے لطیفہ ۵۲ کے ”چوتھے شرف“میں تفصیل کے ساتھ آقا کریم ﷺ کے جہادی پہلو کی مختلف جہات کے نقوش اشعار کی صورت میں رقم کرنے کے ساتھ ان غزوات کے نام بھی قلم بند کئے ہیں وہ ملاحظہ ہوں:

پہلا غزوہ ودان ہے جس میں لشکر اسلام ابواتک آیا۔یہ ہجری کے دوماہ اور دس دن بعد واقع ہوا۔دوسرا غزوہ وعیر ہے اس میں امیہ بن خلف سردار قریش تھا۔تیسرا غزوہ ایک ماہ تین دن بعد ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کرزن بن جابر نے مدینے کے مویشی لوٹ لیے تھے اس کا تعاقب کیا گیا تھا۔چوتھا غزوہ، غزوہ بدر ہے جو مذکورہ واقعے کے بیس دن بعد واقع ہوا۔یہ ہجرت کے ایک سال، آٹھ ماہ، رمضان المبارک کی سترہ کو رونما ہوا۔اس میں صحابہ کی تعداد تین سو دس تھی۔اور مشرکین کی تعداد ۹۰۰ سے ۱۰۰۰ تک تھی۔اس دن کو یوم فرقان بھی کہتے ہیں، کیوں کہ حق تعالیٰ نے اس دن حق وباطل کو الگ الگ کر دیا۔حق تعالیٰ نے بدر میں پانچ ہزار فرشتے حضور ﷺ کی نصرت کے لئے بھیجے تھے۔پانچواں غزوہ، غزوہ بنی قینقاع ہے۔چھٹا غزوہ سویق ہے جو ابو سفیان کے تعاقب میں عرب کی، پتھریلی زمینوں

میں ہوا۔وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ اکثر زاد سفر (ستو کے بورے) چھوڑ گئے تھے۔مسلمانوں نے اس سامان پر قبضہ کر لیا۔ساتواں غزوہ، غزوہ بنی سلمہ ہے یہ جنگ پانی کے سبب ہوئی تھی۔آٹھواں غزوہ ذی امرو ہے جو موضع کا نام ہے۔کہا گیا ہے یہ آٹھواں غزوہ تھا اور ہجرت کا چوتھا غزوہ ہے۔نواں غزوہ احد ہے جو ۳ہجری احد میں ہوا۔اس کے شمال (بائیں) کی جانب جبریل علیہ السلام اور دائیں طرف رسول ﷺ کے میکائل علیہ السلام تھے۔دسواں غزوہ بنی نضیر ہے جو احد سے ساتھ ماہ بعد ہوا۔گیارہواں غزوہ ذات الرقاع تھا جو غزوہ نضیر سے دوماہ بیس دن بعد ہوا۔وہاں "صلوٰۃ الخوف" ادا کی گئی تھی۔اس نام کی وجہ یہ ہے کہ جنگ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے قریب ایک پہاڑ ہے جس میں سرخ، سیاہ اور سفید دھبے ہیں۔بارہواں غزوہ دومۃ الجندل ہے جو اس سے دو چار روز بعد ہوا۔اس میں دال پر "زبر" اور جدل پر پیش ہے۔یہ ایک قبیلہ کا نام تھا جو حمص سے انیس میل کے فاصلے پر تھا اور حمص ایک مشہور موضع ہے۔تیرھواں غزوہ، غزوہ بنی المصطلق ہے جو خزاعہ میں سے ہے۔یہ غزوہ اس واقعے سے افک کہتے ہیں پانچ ماہ تین دن بعد واقع ہوا۔چودھواں غزوہ خندق ہے جو ۴ہجری کے دوماہ پانچ دن بعد ہوا۔پندرھواں بنی قریظہ اس کے چھ روز بعد ہوا۔قریظہ مدینہ کے یہود مدینہ طیبہ یہودیوں کے ایک قبیلے نام تھا۔سولھواں غزوہ بنی لحیان ہے، جو ہند کا قبیلہ ہے یہ تین ماہ بعد واقع ہوا۔سترھواں غزوہ، غزوہ الغابہ ہے جو ہجرت کے چھٹے سال ہوا۔اس میں حج و عمرہ ادا کیا گیا تھا۔اسے غزوہ حدیبیہ بھی کہتے۔حدیبیہ مکہ معظمہ کے قریب ایک موضع ہے۔اٹھارواں غزوہ خیبر ہے جو ۷ ہجری کے تین مہینے دس دن بعد واقع ہوا۔اس کے چھ ماہ اور دس دن بعد عمرہ ادا فرمایا۔انیسواں غزوہ، غزوہ حنین تھا۔اس غزوے کے ایک دن بعد جنگ میں ملائکہ نازل ہوئے تھے اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پہنچائی تھی۔اکیسواں غزوہ، غزوہ طائف تھا۔اسی سال حج بھی ادا کیا۔عتاب بن اسید کے لوگ بھی ساتھ تھے۔بائیسواں غزوہ تبوک ہے ہجرت کے نویں سال میں چھ ماہ اور پانچ دن بعد ہوا۔اسی سال زید بن ارقم اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حج ادا فرمایا۔(۱۴)

(۷)۔اسمی سیرت نگاری کا اسلوب:

آقا کریم ﷺ کے بے شمار اسمائے گرامی ہیں۔ہر اسم مبارک آپ ﷺ کے کسی نہ کسی کمال کا مظہر ہے۔مختلف سیرت نگاروں نے آپ ﷺ اسمائے مبارک کے فضائل اور ان کی شرح پر کئی کتب

تصنیف کی ہیں۔اسی لیے سیرت نگاروں نے بھی سیرت النبی ﷺ میں اسماء نگاری اور اس کی تفہیم اور شرح کو بھی اعلی مقام دیا ہے۔اس پس منظر میں حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سیرت نگاری میں اسماء النبی ﷺ کے اسلوب کو خوب برتا ہے۔لطیفہ ۵۲ کا چھٹا شرف مکمل طور پر اسماء النبی ﷺ کے بیان پر مشتمل ہے ملاحظہ ہو:

آپ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا میں محمد (ﷺ) ہوں، احمد (ﷺ) ہوں، ماحیٔ (ﷺ) ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹاتا ہے۔میں حاشر (ﷺ) ہوں کہ میرے بعد مخلوق اٹھ کھڑی ہو گی۔ میں عاقب (ﷺ) ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔دوسری روایت ہے کہ مقفی (ﷺ) ہوں یعنی میں فیصلہ کرنے والا۔میں نبی رحمت (ﷺ) ہوں اور میں نبی توبہ (ﷺ) ہوں۔ایک اور روایت ہے کہ میں نبی جنگ ہوں یعنی جہادی ہوں۔آپ نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آنحضرت (ﷺ) کے یہ نام رکھے ہیں۔بشیر (ﷺ)، نذیر (ﷺ)، سراج منیر (ﷺ)، رؤف (ﷺ)، رحیم (ﷺ) یعنی دوست اور دشمن پر مہربانی فرمانے والے، رحمۃ للعالمین (ﷺ)، محمد (ﷺ)، احمد (ﷺ)، یٰسین (ﷺ)، مزمل (ﷺ)، مدثر (ﷺ)، عبد اللہ (ﷺ)، مبین (ﷺ)، اور مذکور (ﷺ)۔

تحقیق کہ بہت سے نام بیان کئے گئے ہیں۔لیکن میں نے ان میں سے مشہور نام بہ طور اختصار رقم کئے ہیں۔، ان میں سے بعض یہ ہیں: فاتح (ﷺ)، متوکل (ﷺ) و خاتم (ﷺ) یعنی توکل کرنے والے اور نبوت کو کھولنے والے اور ختم کرنے والے۔ضحوک (ﷺ) خندہ پیشانی والے۔قتال (ﷺ) راہ حق میں جنگ کرنے والے۔امین (ﷺ) مصطفیٰ (ﷺ)، رسول (ﷺ)، نبی الامی (ﷺ) مخلوق سے ناخواندہ، قاسم (ﷺ) بھلائی تقسیم کرنے والے،۔بہر حال ان بہت سے ناموں میں سے چند مذکور ہوئے ہیں۔بعض مشہور کتابوں میں آں حضرت ﷺ کے اوصاف اور نام ننانوے بیان کئے ہیں (لیکن) فی الحقیقت ظہور کائنات اور صورتیں، سب آپ ﷺ کے اسمائے مبارکہ ہیں اس معنی پر مشتمل مشہور رباعی ہے۔۔۔رباعی:

یارے دارم کہ جسم وجاں جملہ جہاں صورت اوست   ہر صورت خوب و معنی پاکیزہ اوست

چہ جسم وچہ جاں جملہ جہاں صورت اوست   کاندر نظر تو آید آں صورتِ اوست

(میرا محبوب ایسا ہے کہ جسم وجاں اس کی صورت پر ہے۔جسم وجاں کیا چیز ہیں تمام جہاں اس کی صورت ہے (بلکہ) ہر اچھی صورت اور پاکیزہ معنی جو تیرے مشاہدے میں آئے اس کی صورت ہے۔(۱۵)

(۸) خصائل نگاری کا اسلوب:

حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرف ہشتم" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل پر بحث کی ہے جس کے چند نظائر ملاحظہ ہوں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ناخوش ہوتے تھے اور اس کی رضا کے لیے خوش ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ اپنے نفس کے لیے کسی سے ناخوش ہوئے۔ جب یہ ملاحظہ فرماتے کہ کسی نے ایسی بات کی ہے جسے خدا نے حرام قرار دیا ہے تو اُس سے انتقام لیتے تھے۔ تمام لوگوں سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب کبھی ہم حالت خوف میں ہوتے تھے تو آپ کی پناہ میں آجاتے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ فیاض تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کبھی سوال نہیں کیا۔ پھر (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید) فرمایا۔۔۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے مہینے میں دوسرے مہینوں کی بہ نسبت زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔ ملکوں سے بے شمار درہم و دینار آتے تھے، چنانچہ رات ہونے سے پہلے ہی آپ (اللہ کی راہ میں) خرچ فرما دیتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک سال کے لیے اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ رکھ لیتے تھے اور وہ بھی گندم۔ اگر خرما، جو، میدہ۔۔ یا۔۔ اُسی طرح کی چیزیں پاتے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ جو کچھ آتا تھا وہ اپنے نفس کے لیے جمع نہیں فرماتے تھے، حتیٰ کہ (وہ خوراک جو) آپ سال بھر کے لیے، اہل و عیال کی کفالت کے بطور رکھتے تھے وہ خوراک سال کے اندر اندر ختم ہو جاتی تھی۔ (۱۶)

ماحصل:

(۱)۔ حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار عظیم صوفی سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔

(۲)۔ آپ نے سیرت نگاری کا فریضہ منثور اور منظوم دونوں مناہج میں ادا کیا ہے

(۳)۔ آپ کی سیرت نگاری کمیت کے اعتبار سے مختصرات میں شمار ہوتی ہے۔

(۴)۔ آپ نے جامعیت کے ساتھ سیرت نگاری کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔

(۵)۔ آپ کی سیرت نگاری کے اسالیب میں تنوع پایا جاتا ہے۔

(۶)۔ حضرت مخدوم سمنانی رحمۃ اللہ علیہ کا ہر اسلوب سیرت نگاری ایک علیحدہ مقالہ نگاری کا متقاضی ہے۔

حوالہ جات وتعلیقات

(۱)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد اول، ص ۱۱، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۲)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد اول، ص ۱۴، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۳)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص۱۰۴۷، مطبوعہ: سرکار کلاں

(۴)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص۱۰۴۸، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۵)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص ۱۰۴۲، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۶)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص ۱۰۴۳، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۷)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص ۱۰۴۴، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۸)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص ۱۰۹۲، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۹)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص۱۰۴۵، ۱۰۴۴، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۱۰)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص۷۲۶، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۱۱)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد اول، ص ۱۸۰، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۱۲)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص ۱۰۸۲، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۱۳)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص ۱۰۷۳، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۱۴)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص۱۰۷۹، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۱۵)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص ۱۰۷۲، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

(۱۶)۔سید اشرف جہاں گیر مخدوم سمنانی، لطائف اشرفی، جلد دوم، ص ۱۰۷۴، مطبوعہ: سرکار کلاں فاؤنڈیشن پاکستان

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت سیرت نگار نبی الامّی صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر شاکر حسین خان
(شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی)

Abstract:

"Maulana Abdul Rahman Jami is a famous intellectual and spiritual personality of the Islamic world. He is known as a historian, biographer and Sufi poet. His name is Nuruddin Abdul Rahman Naqshbandi Jami, and he became famous as Maulana Jami. He pledged allegiance to Naqshband, the spiritual lineage of Sophia. His spiritual teacher is Maulana Saaduddin Kashghari. He was Sunni Iranian elder, some people consider him as Shia scholar, which is not true.

Maulana Jami wrote about forty-five books. His famous books include Masnavi Yusuf Zulekha, Laila Majnun, Fatiha -tush-Shabab, Wasitul Aqd, Khatama tul Hayat, Sharah Mulla Jami, Gulestan Ba Jawab Baharistan, Silslat -uz-Zhab, Khurd Nama Sikandri, Nafhat tul-Auns, Bara Imam and Shawahid un Nabuwat.

I have reviewed his book" Shawahid un Nabuwat" in my description" Maulana Abdul Rahman Jami as the biographer of Nabi yel Ummi (ﷺ)" and have shed light on his biography in detail. This article of mine will be useful for the Preachers of Islam, Da'iyan Atehad Ben-ul-Masalik and students of Seerat-e Rasool".

Keywords: Intellectual, Spiritual, Historian, Biographer, Sufi Poet, Naqshbandi.

سابقہ کام کا جائزہ:

ہم نے میلاد و سیرت کے جلسوں میں علماء کرام سے مولانا عبد الرحمن جامیؒ کے حضور اکرم ﷺ سے والہانہ عشق و محبت، کے واقعات سنے تھے۔ علماء اکثر میں مولانا جامیؒ کا یہ شعر:

نسیما جانب بطحا گزر کن زاحوالم محمد را خبر کن

پڑھا کرتے تھے۔ تقریباً چھتیس (36) برس قبل مولانا جامی کی کتاب "شوہد النبوۃ" خریدی تھی۔ کتاب ھذا میں مولانا جامی کا تعارف پڑھا اور اب یہ چند تحریرات جو ہمارے ماخذ ہیں، مطالعہ کیں ان میں کتاب شواہد النبوۃ کے بعد ایرانی ادیب، علی اصغر حکمت کی کتاب "جامی" ہے۔ اس کے علاوہ مولانا جامی کی کتاب "نفحاتُ الاُنس" بھی نظر سے گزری ہے لیکن کوئی تحقیقی مقالہ، یا ایم اے، ایم فل، پی ایچ ڈی کا مقالہ نظر سے نہیں گزرا۔

تعارف:

مولانا عبد الرحمن جامیؒ دنیائے اسلام کی ایک مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ وہ ایک مورخ، سوانح نگار، سیرت نگار اور صوفی شاعر کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ ان کا نام نورالدین عبد الرحمن نقشبندی جامی ہے، لیکن وہ عبد الرحمن جامی کے نام سے مشہور ہوئے ان کا تخلص جامیؔ ہے، اسی وجہ سے جامی کہلائے۔ وہ صوفیہ کے روحانی سلسلے نقش بند میں بیعت تھے۔ مولانا جامی، صوبہ خراسان کے ایک قصبہ خرجرد، میں 1414ء کو پیدا ہوئے۔

ایرانی ادیب، علی اصغر حکمت لکھتے ہیں "تاریخ اسلام کی نویں صدی میں سرزمین ایران میں فارسی ادب (نظم و نثر) کا جو عظیم ترین استاد پیدا ہوا وہ بالتحقیق نور الدین عبد الرحمٰن جامی ہیں۔ جن کے فضل و دانش کی شہرت نہ صرف خراسان میں، جو اُن کا وطن ہے، بلکہ تمام فارسی قلمرو، ہندوستان، افغانستان، ماوراء النہر سے لے کر ایشائے کوچک اور استنبول تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان کا نام نامی نہ صرف اُن کے اپنے عہد میں بلکہ دورِ حاضر میں بھی اہل ادب کے ہاں عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ 1

ڈاکٹر حافظ تہلیل الرحمٰن رقم طراز ہیں "آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مکرم سے حاصل کی آپ نے والد گرامی سے عربی، فارسی، صرف اور نحو کی چند ابتدائی کتب کی تعلیم فرمائی اور پھر چھوٹی عمر میں ہی اپنے والد گرامی کے ساتھ ہرات آئے تو وہاں مدرسہ نظامیہ میں آکر قیام پذیر ہو گئے وہاں پر مختلف علوم حاصل

کیے اور آپ نے اپنی خداداد صلاحیت کی بدولت ایسے علوم کہ جن کو عام طلبا کئی کئی سال تک حاصل کرتے رہتے ہیں۔ بہت جلد حاصل کیے، آپ نے فنِ مناظرہ میں بھی کامل مہارت حاصل کی۔ ہرات سے تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ سمرقند تشریف لے گئے اور وہاں پر قاضی زادہ کے مدرسہ میں داخلہ لیا اور یہاں پر فن ہیئت بھی سیکھا اور مختلف علوم اور کتب پر عبور کی بدولت اپنے اساتذہ کے منظورِ نظر ہو گئے۔2

ان کا اصل وطن "دشت" (اصفہان کا ایک شہر) تھا، اس لیے انہوں نے پہلے دشتی تخلص اختیار کیا، دورانِ تعلیم جب ان کو تصوف کی طرف توجہ ہوئی تو سعد الدین محمد کاشغری کی صحبت میں بیٹھے۔ حضرت جامی کو سلسلہ نقشبند کے بزرگ خواجہ عبید اللہ احرار سے گہری عقیدت تھی، انہیں سے تعلیم باطنی اور سلوک کی تکمیل کی اور خواجہ کی خانقاہ میں جاروب کش ہوئے، اوائل عمر میں آپ اپنے والد کے ساتھ ہرات اور پھر سمرقند کا سفر کیا، جہاں علم و ادب کی تحصیل کی اور دینی علوم، ادب اور تاریخ میں کمال حاصل کیا، تصوف کا درس سعد الدین محمد کاشغری سے لیا اور مسند ارشاد تک رسائی ملی۔3

علی اصغر حکمت لکھتے ہیں کہ "سلسلہ نقشبندیہ کے پیشوا مولانا سعد الدین کاشغری (م 860 ہجری) سے روحانی رشتہ قائم کیا جو آگے چل کے سماجی رشتے میں بھی بدل گیا۔ یعنی جامی، مولانا کاشغری کے سمدھی بن گئے۔4

مولانا جامیؒ، جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو وہاں سے دمشق ہوتے ہوئے تبریز پہنچے اور پھر ہرات آئے، جامی ایک صوفی اور اپنے دور کے جید عالم تھے، آپ کا نام صوفیانہ شاعری اور نعتِ رسول مقبول ﷺ میں بہت بلند ہے۔ جامیؒ، سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے بڑے عاشق زار تھے، اس تعلق سے ان کا قصہ مشہور ہے، تقریباً 16 مرتبہ انہیں حج بیت اللہ اور مدینہ منورہ کی زیارت نصیب ہوئی، ان کی مشہور تصانیف مثنوی یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنوں، فاتحۃ الشباب، واسطۃ العقد، خاتمۃ الحیات، شرح ملا جامی، شیخ سعدی کی گلستاں کے جواب میں ایک نثری کتاب بہارستان ہے، اس کے علاوہ سلسلۃ الذھب اور خرد نامہ سکندری ان کی بہت مشہور کتابیں ہیں۔5 حکمت نے مولانا جامی کی تصانیف کی مکمل فہرست مرتب کی ہے جس میں پینتالیس کتابوں کے نام درج ہیں۔6

ڈاکٹر حافظ تہلیل الرحمٰن، علامہ اقبال کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ "علامہ اقبالؒ آپ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں فرماتے ہیں" جامی ایک عاشقِ رسول ﷺ کی حیثیت سے اولیاء نقشبند میں معروف ہوئے۔"7

مولانا جامیؒ کی شخصیت میں عشق رسول ﷺ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور اپنی فارسی شاعری میں اس طرح اپنے خیالات کا اظہار فرماتے کہ جیسے نبی مکرم ﷺ آپ کے سامنے جلوہ فرما ہیں اور وہ، شانِ محمدی ﷺ میں کھل کر آپ ﷺ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کو نمایا کرتے ہیں۔ آپ کا یہی عظیم پہلو آپ کو تمام صوفی شعرا سے ممتاز کرتا ہے۔8؎ اور عقیدہ ختم نبوّت کا بھی تقاضا ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم سلام علیک کو صیغہ حاضر میں یاد کیا جائے۔کیوں کہ یہ زمانہ تا قیامت آپ سلام علیک کا ہے۔ آپ سلام علیک اللہ کے رسول تھے نہیں بلکہ ہیں۔ یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک۔

ڈاکٹر تہلیل الرحمٰن، مولانا جامی کی نعتیہ شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "اُنھوں نے جس والہیت سے بارگاہ رسالت میں ہدیہ نعت پیش کیا ہے، اس کا سارے فارسی ادب میں جواب نہیں ملتا۔ وہ وادی بطحا میں پہنچ کر مدینہ منورہ، خاک مدینہ، خار مدینہ، حتیٰ کہ سگِ مدینہ کو بھی اپنے دل کے قریب پاتے ہیں، وہ سرزمین نبی ﷺ کو جانیوالے قافلوں کو سلام کرتے ہیں۔ قافلہ حجاز کے اونٹوں کے ساربان اُن کے پیغام رساں ہیں، نسیم بہاری کو فریاد پہنچانے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ ایک شعر ملاحظہ ہو:

نسیما جانب بطحا گزر کن زاحوالم محمد را خبر کن

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نعتیہ کلام میں اگرچہ عشق رسول ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ہیں لیکن باوجودیکہ انھوں نے نثر میں بھی اپنے عشق و محبت کا اظہار فرمایا ہے۔9؎ ان کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ "آخر عمر میں یہ مجذوب ہو گئے تھے اور لوگوں سے بولنا ترک کر دیا تھا، اسی حالت میں 1492ء میں ہرات میں ان کا انتقال ہوا۔"10؎

جب کہ ڈاکٹر تہلیل الرحمٰن نے لکھا ہے کہ "عالم اسلام کی یہ عظیم ہستی 18۔ محرم الحرام 898ھ بمطابق 14۔ نومبر 1496ء بوقت اذان جمعہ دار فانی سے رخصت ہوئی اور آپ کی زندگی کا جام چھلک گیا۔ آپ کو آپ کے پیرومرشد کے مقبرے میں ہی دفن کیا گیا۔11؎

مولانا جامی کا طریق مسلک:

مولانا جامی کو سنی حضرات اہل سنت اور اہل تشیع انہیں شیعیہ مسلک کا پیروکار سمجھتے ہیں۔ مولانا جامی کی تحریر "بارہ امام" جو کہ کتاب "شواہد النبوۃ" کا حصہ ہے۔اسی کتاب سے اس باب کو الگ کتاب کی

صورت میں "بارہ امام" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ "بارہ امام" کا نام سن کر اہل علم کا دھیان فقہ جعفریہ کی جانب مبذول ہو جاتا ہے۔ ایران جس کا پرانا نام فارس ہے فتح کے بعد یہاں مذہب اہل سنت کا رواج تھا۔

ایرانی ادیب، علی اصغر حکمت لکھتے ہیں "نویں صدی ہجری میں مشرقی ایران میں اصولِ دین (اسلام) اور علمِ کلام کے قوائد و ضوابط اہل سنت و جماعت کے فرقہ "اشعریہ" کے مطابق تھے۔ علمِ کلام کی جو بنیادیں قاضی عضد ایجی، سعد الدین تفتازانی، اور میر سید شریف جرجانی اور اس عہد کے دیگر علمائے کلام نے اٹھائی تھیں۔ اُن پر یہ دین بے حد مضبوط اور مستحکم طور پر قائم تھا۔ شاہ اور شاہی دربار کا سرکاری مذہب بھی یہی مسلک تھا۔ اُدھر مذہب شیعیہ امامیہ جس کے اصول و ضوابط کی بنیادیں، خواجہ طوسی، علامہ حلّی، اور شہید اول، مضبوط کر چکے تھے۔ آذر بایجان میں بیشتر اور خراسان میں نسبتاً کم مروّج تھا۔

نویں صدی ہجری میں ایران کی مذہبی تاریخ، شیعیہ و سنی مناشقات و تنازعات سے عبارت ہے۔ جو اس صدی کے اختتام تک اپنی انتہا تک پہنچ گئے اور شاہ اسمٰعیل صفوی اول(907 تا 930 ہجری/1502 تا1524 عیسوی) کے خراسان پر تسلّط قائم ہونے سے شیعیوں کے حق میں اُن کی کھلی فتح پر ختم ہوئے۔ جامی کی واقعاتی زندگی اور تصانیف سے بھی یہ گروہی اختلاف نمایاں ہے گو ماحول کے تقاضے کے پیش نظر جامی کا شمار اہل سنت و جماعت کے علماء و اکابر میں سے ہوتا ہے۔ لیکن انہیں بڑی حد تک اثنی عشری شیریہ مبادیات کا بھی احترام تھا۔"[12] مولانا جامیؒ کو اس عہد کے متعصب شیعیوں کی تنقید کا سامنا بھی کرنا پڑاتھا۔ حکمت لکھتے ہیں "انتہا پسند شیعیوں نے جامیؒ پر اُن کی زندگی ہی میں نکتہ چینی شروع کر دی تھی۔ عراق اور آذر بائیجان کے متعصبین نے ان کے اقوال پر اعتراضات اٹھائے، جس کا سامنا انہیں بغداد میں کرنا پڑا۔[13]

مولانا جامیؒ اور سیرت نگاری:

مولانا جامیؒ نے سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر ایک شہرہ آفاق کتاب "شواہد النبوۃ" تالیف کی۔ ڈاکٹر حافظ تہلیل الرحمٰن رقم طراز ہیں "سیرت رسول ﷺ پر آپ کی جامع کتاب "شواہد النبوۃ" ہے، جس کا ہر لفظ، ہر حرف، ہر جملہ اور ہر فقرہ، عشق رسول ﷺ کی عکاسی کرتا ہے۔ عشق رسول ﷺ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نسبت جس چیز سے ہو اس سے محبت کی جائے چنانچہ صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کا ذکر خیر بھی دل نشیں انداز میں کیا گیا ہے اہل بیت سے بطور خاص محبت کا اظہار آپ کی کتاب "بارہ امام" سے ہوتا ہے جو کہ بہت ہی احسن انداز میں محبت کا اظہار ہے۔14؎ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ "بارہ امام" کتاب "شواہد النبوۃ" کا حصہ ہے۔ الگ کتاب نہیں ہے۔

محترم ارشد میر ایڈوکیٹ شواہد النبوۃ (اردو) کے پیش لفظ میں رقم طراز ہیں "شواہد النبوت فارسی زبان کے ملک الشعراء اور صاحب طرزِ ادیب مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے، جس میں انہوں نے بڑے عالمانہ اور فاضلانہ انداز میں سرور کائنات، فخر موجودات، سرکارِ دوعالم محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیاتِ طیّبہ اور خلفائے راشدین کی پاک و پاکیزہ سیر توں کے بارے میں دلی جزباتِ محبت و عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ کتابِ ھذا زبان و بیان کی چاشنی اور ٹھوس حقائق کی بناء پر ادب عالیہ کا حسین ترین نثری مرقّع ہے۔ اس کا متن فارسی اور عربی زبانوں سے مزیّن ہے، فارسی زبان کا انداز بڑا دلفریب اور عام فہم ہے۔"15؎

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں "نشانات و معجزات کا مشاہدہ یا اُن کا تذکرہ اہل حق و انصاف اور معتمد و معتبر حضرات سے سنا سعادت کی ایک ایسی نسبت ہے جو وجہ ء اصل ایمان ہے اور بعض دوسرے حضرات سے نسبت یقین و ایقان کی زیادتی کا باعث ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ علمائے دین اور سید المرسلین ﷺ کے اقوال و افعال مستنیر ہونے والوں نے شواہد النبوت و دلائل رسالت کے تذکرہ میں کتابیں لکھیں ہیں اور اُن میں آپ کے تمام احوال و آثار قلم بند کیے ہیں اور جب اس فقیر نے اُن میں سے بعض کتب کا مطالعہ کیا تو بہت مسرور ہوا اور ایسی کتب کے مطالعہ کا فائدہ کہ محبت کی غذا اور حسنِ اتباع کی دعوت ہے از خود حاصل ہو گیا۔ لہٰذا فقیر نے چاہا کہ اس فائدہ سے تمام مسلمان منتفع ہوں خاص کر وہ عزیز جنھیں فقیر سے صدق و خلوص اور محبت و مودّت کی نسبت ہے انتفاع کریں۔"16؎

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں "لہٰذا جو بھی کتابوں میں بکھرا پڑا تھا اسے سہل طبیعت کے لیے ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے اور عام فائدہ کے لیے اس میں فارسی عبارتوں سے اضافہ ہوا اور طلبہ کے لیے مختلف طریقوں سے کئی طرح کی سندیں جمع کر دی گئی ہیں۔ یہ کتاب ایسے کمال کی پیروی کی گواہ ہے جو متبعین کو بذریعہ متابعت حاصل ہوتا ہے۔ اور ایسی کرامت و فضیلت جو امّت سے ظاہر ہوتی ہیں جو ان کے پیغمبر ﷺ کے معجزات کی قبیل سے ہوتی ہیں کی بھی شہادت دیتی ہے۔ آں حضرت ﷺ کے اصحاب

وآل کے بعض احوال و آثار کا ذکر اور تابعین و تبع تابعین سے طبقہء صوفیہ تک کے احوال بھی جمع کیے گئے تھے اور انہیں اس کے ساتھ بھی منضم کر دیا گیا ہے۔ چوں کہ آں حضرت ﷺ کی نبوّت کا ثبوت تواتر احادیث کے ذریعہ سے بشکل معجزہ اس زاویے تک پہنچ چکا ہے کہ کسی سعادت مند کو اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں چناچہ یہ تالیف سالکانِ راہِ طریقت جواِن مردانِ اہل حقیقت کی تقویت کے یقین کے لیے بڑی حد تک اس صورت میں فائدہ بخش ثابت ہو سکتی ہے۔" 17ے

"شواہد النبوۃ" کے مضامین:

مولانا جامیؒ نے سب سے پہلے بغیر عنوان کے اللہ رب العلمین کی حمد و ثنا بیان کی ہے اور اسی میں ایک ذیلی سرخی "کلمہ شہادت" کی ڈالی ہے، جس میں توحید و رسالت پر تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ اسی میں کتاب کا نام، اس کے ابواب اور اس کے مضامین کو بیان کیا گیا ہے۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب "نفحات الانس" کے بعد مرتب کی اور مولانا جامی کی خواہش تھی کہ اس کا نام "شواہد النبوۃ لتقویۃ یقین اہل الفتوۃ" ہونا چاہیے تھا۔ مولانا جامی کے بقول "اس مجموعہ کی ترتیب، ایک مقدمہ، سات ارکان، اور خاتمہ پر رکھی گئی ہے۔

مقدمہ: دربیان نبی ورسول اور اس سے جو چیز بھی متعلق ہے۔

رکن اول: شواہد و دلائل جو آں حضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل ظہور میں آئے۔

رکن ثانی: حالات وواقعات جو ولادت سے بعثت تک ظاہر ہوئے۔

رکن ثالث: حالات وواقعات جو بعثت سے ہجرت تک ظاہر ہوئے۔

رکن رابع: حالات و واقعات جو ہجرت سے وصال تک ظاہر ہوئے (رکن چہارم میں ہجرت سے لے کر حضور کے وصال تک کے حالات و واقعات ہیں۔ حصہ اول میں ایک سو اکتالیس شواہد ہیں اور حصہ دوم میں اٹھانوے شواہد ہیں)۔

رکن خامس: حالات وواقعات جن کی خصوصیّت اوقات کے سبب سے معلوم نہ ہو سکی۔

رکن سادس: شواہد و دلائل جو صحابہ کرام وآئمہ اہل بیت سے ظہور میں آئے۔

رکن سابع: تابعین، تبع تابعین، اور صوفیہ کرام۔

خاتمہ: دشمنانِ اسلام کو سزائیں۔ 18ے

"شواہد النبوۃ کا خصوصی مطالعہ:

اب ہم مولانا جامیؒ کی تصنیفِ لطیف کے چند اقتباس پیش کریں گے تاکہ اس کے مطالعہ سے ثابت ہو جائے کہ مولانا جامیؒ نے یہ تصنیفِ کس اسلوب میں لکھی ہے۔ نیز یہ کہ کتاب مذکورہ کے خصوصی مطالعہ سے اس کی خصوصیات سے بھی آگہی ہو جائے۔

محترم نبی الامی ﷺ کی نبوّت ورسالت:

مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ "حضور سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں اور تمام لوگ بلکہ جن و انس کے لیے مبعوث ہوئے ہیں۔ اور آپ کے دین کے ظہور سے تمام ادیانِ باطل منسوخ ہو گئے ہیں۔ اور جب سے قرآن آپ پر نازل ہوا ہے۔ تمام سابقہ آسمانی کتابوں کے احکام منسوخ ہو گئے ہیں۔ آپ کی نبوّت و رسالت کے کمال نے نبوت ورسالت کے دروازے پر انقطاعِ نبوّت کی مہر لگادی اور حضور علیہ السلام کے بعد نبوّت کا دروازہ بند ہو گیا ہے اب آپ کی دعوت کے سوا تمام دعوتیں رد کر دی گئی ہیں۔ جو بھی آپ کے طریقہ ءمتابعت سے روگردانی کرے اور آپ کی شریعت کے احکام کو اپنے آپ پر لازم وواجب نہ جانے وہ شیطان ہے اور دشمنِ رحمٰن ہے اور اس کا شمار زندیقوں اور ملحدوں میں ہو گا۔ اگر ان ملحدوں اور زندیقوں سے کسی خرقِ عادت کا ظہور ہو جائے تو یہ محض مکروفریب ہے نہ کہ کرامت۔" 19

مولانا جامیؒ اصحابِ رسول اور تابعین و تبع تابعین کی طرح عقیدہ ختم نبوت رکھتے تھے۔ انہوں نے مذکورہ تحریر میں بڑی وضاحت سے ختمِ نبوت کا مفہوم و تعریف کو بیان کیا ہے۔ مولانا جامی کا عقیدہ ختم نبوت کی طرح عقیدہ ختم الکتاب پر بھی یقین محکم تھا۔ آپ تمام سابقہ آسمانی کتابوں کے احکام کو منسوخ اور قرآن مجید کو اس کا ناسخ مانتے تھے۔ آپ کی مذکورہ تحریر میں صوفیانہ رنگ غالب نظر آرہا ہے۔ ایک جانب تو سختی کا اظہار فرمایا جو کہ سلسلہ نقش بند کے بزرگوں کا طریقہ ہے دوسرا یہ کہ کرامت اور استدراج کے فرق کو بھی بیان کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی:

مولانا جامیؒ، رکن اول میں "ولادت باسعادت سے پہلے کے تیس شواہد" کے تحت ذیلی سرخی "اللہ کے ہاں رسول اللہ کا نام" میں لکھتے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ہاں میرا نام اس وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوا تھا۔ جب آدمؑ ابھی بے رُوح جسم خاکی میں تھے، میں تمہیں ابتداء حال کی خبر دیتا

ہوں کہ میں ابراہیمؑ کی دعا: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِكَ۔۔ الخ۔ کا مصداق ہوں۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نے میرے متعلق بشارت وخوشخبری یوں دی: يٰبَنِيٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔۔۔ اور پھر میری والدہ محترمہ کا وہ خواب جس میں انہوں نے دیکھا کہ اُن سے ایک نور چمکا جس سے انہیں ملکِ شام کے تمام محلّات نظر آگئے، میری آمد کی خبر دیتا ہے۔"20؎

عالمی سطح پر صوفیوں کے گروہوں جو اس طرح کے واقعات بیان کرتے اور ان واقعات کو بطور نظریہ مانتے ہیں، صوفی ازم یا صوفی ازم کا حامی کہتے ہیں جب کہ ہندوپاک میں جو لوگ ان باتوں کو بیان کرتے ہیں انہیں عموماً بریلوی کہتے ہیں اور بعض لوگ ان روایتوں کو درست تصور نہیں کرتے بلکہ ان روایتوں کی صحت پر اعتراض کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ ایسی روایتوں پر اعتراض کرنے والا ہر شخص گمراہ نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے عقائد کی عمارت قرآن و عقل پر قائم کرتا ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے حلقہ احباب کا طریقہ ہے۔ جن کا مسلک تواتر کے ساتھ اصحابِ رسول اور اللہ کے رسول ﷺ سے منسلک بیان کیا جاتا ہے۔

حضور ﷺ حضرت آمنہؑ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں:

مولانا جامیؒ، رکن دوم، حضور ﷺ حضرت آمنہ کے ساتھ مدینہ میں، کے تحت لکھتے ہیں "جب حضرت آمنہ، رسول اللہ ﷺ کو مدینہ لے گئیں تو آپ کی خدمت گزاری کے لیے حضرت امّ ایمن تھیں جو آپ کے ساتھ ایک ماہ تک رہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کے بعد مدینہ شریف تشریف لے گئے تو وہ باتیں جو اقامت کے دوران ہوئی تھیں یاد کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا ایک دن ایک یہودی مجھے غور سے دیکھنے لگا اور پھر کہنے لگا: اے لڑکے آپ کا نام کیا ہے؟ میں نے کہا احمد، پھر اس نے میری پیٹ پر نظر ڈالی تو میں نے اسے کہتے سنا! یہ اس امّت کے پیغمبر ہیں۔ پھر میرے احوال پوچھنے لگا اور لوگوں کو بھی بتانے لگا۔ میری امّی اس واقعہ سے ڈر گئیں اور ہم مدینہ سے نکل آئے۔"21؎

ہم نے اکثر جو واقعہ سنا ہے وہ یہی ہے کہ مدینہ سے واپسی پر آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ بی بی آمنہؑ کا انتقال ہو گیا۔ اس شہادت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے دادا اور چچاؤں کی طرح آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو بھی معلوم تھا کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب دامنِ اسلام میں:

مولانا جامیؒ، رکن سوم: بعثت سے ہجرت تک، میں نقل کرتے ہیں کہ "سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابو جہل اور شیبہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ابو جہل نے خطبہ دیا: اے گروہِ قریش! محمد تمہارے خداؤں کو جھٹلاتے ہیں، اس لیے جو شخص محمد کو قتل کرے گا۔ اسے سو اونٹ سرخ رنگ کے، سو اونٹ سیاہ رنگ کے، ایک ہزار اوقیہ چاندی دونگا۔ یہ سن کر میں اٹھا اور کہا! اے ابو الحکم تو جو کہتا ہے سچ ہے۔ اس نے کہا: ہاں، میں نے کہا! یہ کام میں کرونگا۔ میں شمشیر حائل کر کے حضور ﷺ کو ڈھونڈنے چل نکلا۔ آخر کار ایک ایسی جگہ پہنچا جہاں ایک بچھڑے کو ذبح کر رہے تھے۔ میں اس جگہ کھڑا ہو گیا تاکہ ان کی کارکردگی کا مشاہدہ و معائنہ کروں۔ اُس بچھڑے سے یہ آواز سنائی دی کہ اس شخص کی بہتری و فتح مندی کے لیے یہ بہترین کام ہے جو فصیح و بلیغ زبان میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کی دعوت دے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ خطاب مجھ سے ہی ہو رہا ہے۔ پھر میں ایک بکری کے پاس سے گزرا تو اس سے بھی وہی آواز جو بچھڑے سے آئی تھی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا! بخدا اس سے مراد سوائے میرے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہاں سے چل کر میں ایک بت کے پاس آیا جسے ضماد کہتے ہیں، اس میں سے ہاتف نے آواز دی۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ ان باتوں کا مصداق میں ہوں۔ میں اپنی بہن کے گھر آیا، وہاں خباب بن الارث اور ان کے شوہر موجود تھے۔ جب انہوں نے مجھے شمشیر حمائل کیے ہوئے دیکھا تو ڈر گئے۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں، خباب نے کہا: اے عمر! اللہ تجھے نیکی و سعادت بخشے اسلام لے آؤ۔ یہ سن کر میں نے پانی مانگا اور وضو کرنے کے بعد پوچھا کہ حضور ﷺ کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ وہ ارقم کے گھر ہیں۔ میں وہاں گیا اور دروازے پر دستک دی۔"22؎ آگے وہی واقعہ ہے جو عمومی طور پر روایتی انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر میں قرآن مجید کی ایک آیت پیش کرنا چاہوں گا تاکہ بات آسانی سے سمجھ آسکے جس کو مولانا جامیؒ نے پیش کرنے کی سعی کی۔ اللہ رب العلمین کا فرمان ہے:

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَالْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۔ 23؎

"جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے۔ اور جسے وہ گمراہ کر دے پھر اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا ولی مرشد نہ پاؤ گے۔"

دراصل بات یہ ہے کہ یہ سب قدرت کی جانب سے انتظام ہو رہا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا عمر کے ایمان کے لیے دعا فرمائی: "اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ: بِأَبِي جَهْلٍ، أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ"، قَالَ: وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ. 24ے"

اے اللہ اسلام کو قوت عطا فرما، ان کے ذریعے ان دونوں میں سے جو تجھے محبوب ہو، ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے، آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں میں سے عمر اللہ کے محبوب نکلے۔"

اللہ رب العلمین اپنے نبی کی دعا رد نہیں فرماتا نیز یہ کہ سیدنا عمر بھی خاتم النبیین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔ سیدنا عمر کن لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے اور پھر کس ارادے سے تلوار لے کر نکلے اور اللہ نے انہیں راستے ہی میں ہدایت عطا فرما دی۔ مولانا جامیؒ کی پیش کی گئی روایت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ "ایک رات محمد کریم ﷺ نے اس طرح دعا مانگی: اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِعُمَرَا بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ بِأَبِي جَهْلٍ ابن ہشام۔ "اے اللہ اسلام کو دو آدمیوں میں سے جسے تو پیارا سمجھتا ہے عزّت دے عمر ابن خطاب سے یا ابو جہل ابن ہشام سے۔ صبح ہوئی تو عمر حاضرِ خدمت ہو کر اسلام لے آئے۔"25ے

مسلمان، نجاشی شاہِ حبشہ کے دربار میں:

مولانا جامیؒ نے ہجرت حبشہ کے واقعات کو بڑے مدلل و مفصل اور جامع انداز میں تحریر کیا ہے۔ وہ اس واقعہ میں سیدنا جعفرِ طیارؓ کی قراءت القرآن کو دوبار پیش کرتے ہیں۔ مولانا جامیؒ لکھتے ہیں "نجاشی نے حضرت جعفرِ طیار سے چند آیات کی تلاوت کے لیے کہا، انہوں نے کھٰیٰعص سے آغاز تلاوت کیا چند آیات سن کر نجاشی زار و قطار رونے لگا یہاں تک کہ اس کی داڑھی کے بال تر ہو گئے۔ مذہبی پیشوا جو دربار میں موجود تھے بھی الحاح وزاری کرنے لگے، ان کی گریہ وزاری سے کتابیں بھیگ گئیں۔ نجاشی بولا خدا کی قسم یہ نور بھی اسی مشکوٰۃ سے ہے جس سے نورِ موسیٰ تھا۔ اور ان دونوں کا ایک ہی سرچشمہ ہے۔ پھر نجاشی نے ان دونوں کفارِ مکہ کے سفیروں سے کہا کہ میں ان لوگوں کو تمہارے سپرد نہیں کر سکتا۔"26ے

عمرو العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ کفارِ مکہ کے سفیر تھے۔ دربار سے نکلنے کے بعد عمرو العاص نے اپنے ساتھی عبد اللہ بن ربیعہ کی ایک نہ سنی اور دوبارہ نجاشی کے دربار میں پہنچ گیا اور کہا کہ یہ لوگ عیسیٰؑ کو اللہ کا عبد کہتے ہیں۔ نجاشی نے اپنے دربار میں پھر جعفرِ طیار اور دیگر مؤمنوں کو بلایا اور دریافت کیا کہ تم لوگ عیسیٰؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو، جعفرِ طیار نے عیسیٰؑ کے بارے میں قرآنی تعلمات پیش کیں۔ نجاشی کو یقین ہو گیا کہ یہ کلام خداوندی ہی ہے، اس کے بعد یہ دونوں سفیر ناکام ہو کر نجاشی کے دربار سے واپس آ گئے۔27ے

حاصل ہوا کہ مولانا جامیؒ نے ہجرت حبشہ کے واقعات کو مختلف ذرائع سے جمع کر کے محبت کی چاشنی میں ڈبو کر صوفیانہ اسلوب میں پیش کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر قاری کیف و سرور حاصل کر سکتا ہے۔

حبشہ کے عیسائی علماء دربارِ رسالت میں:

مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ "نجاشی سے پادریوں نے مکہ جانے کی اجازت طلب کی، مکہ پہنچے تو انہوں نے حضور ﷺ کو مقامِ ابراہیم کے نزدیک تشریف فرما پایا وہ بھی حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اور ایک پادری جس کا نام طابور تھا، حضور ﷺ سے پوچھنے لگا کیا آپ ہی اپنے آپ کو رسولِ خدا کہتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں، طابور نے کہا! مخلوق کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: مخلوق خدا کی شریک نہیں ہو سکتی۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھیں جنہیں سن کر وہ روئے اور اُن کی داڑھی کے بال تر ہو گئے۔ طابور نے کہا! میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ اس کے باقی ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کہا اور آپ کی تصدیق کی۔"28ے

واقعہ مذکورہ حضور اکرم ﷺ کی صداقت کی روشن دلیل ہے اور یہ کہ ان سابقہ پادریوں کی آخری نبی ﷺ کی تلاش میں حبشہ سے مکہ معظمہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کی جو بشارتیں اپنی کتابوں میں پڑھی تھیں ان کی عملی تصویر حضور ﷺ کی ذات والا صفات میں ملاحظہ کیں اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئے۔

زیر مطالعہ کتاب "شواہد النبوۃ" مترجم بشیر حسین صاحب ہیں معلوم نہیں کہ وہ حیات ہیں اور یہ کہ مکتبہ نبویہ، لاہور نے کتاب کی اشاعت بھی بند کر دی ہے اب اگر کوئی اس ترجمے اور اصلی فارسی کتاب کو سامنے رکھ کر ترجمہ کرے اور مروّجہ اردو میں استعمال ہونے والے الفاظ استعمال کیے جائیں تو اور روحانی تسکین میسر آجائے گی۔ اس کے باوجود ہم جیسے طالبعلموں کو تو اس ترجمے کے پڑھنے سے ہی سرور حاصل ہو جاتا ہے۔

ہجرت کی پہلی رات:

مولانا جامیؒ نے رکن چہارم میں ہجرت سے لے کر حضور کے وصال تک کے حالات و واقعات تحریر کیے ہیں۔ وہ ہجرت کی رات کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں "آں حضرت ﷺ نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور باہر تشریف لائے اور: وَجَعَلْنَامِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا۔ 29ے پڑھ کر ان

رذیلوں پر پھینک دی اور ان کی صفوں سے اس طرح نکل گئے کہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔"30 صوفیاء کرام کے ہاں جو اوراد و وظائف پڑھے جاتے ہیں ان کا ثبوت یہ روایت بھی ہے۔

یارِ غار کی جانثاری:

مولانا جامیؒ غارِ ثور کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں" آں حضرت ﷺ، صدیقِ اکبر کی معیت میں غارِ ثور پہنچے۔ انہوں نے حضور ﷺ سے غار کے اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ تاکہ ہر تکلیف دہ چیز کا جائزہ لے لیں۔ غار میں داخل ہوئے تو جو سوراخ غار کے اندر نظر آیا اپنی چادر پھاڑ کر ہر سوراخ بند کر دیا۔ جب کپڑا ختم ہو گیا تو بڑے سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ لیا۔ جہاں سے سانپ نے آپ کو ڈس لیا۔ آپ نے جگہ درست کرنے کے بعد حضور ﷺ کو اندر بلالیا، حضور ﷺ آرام فرمانے لگے، صدیق سانپ کے کاٹنے سے تکلیف میں مبتلا تھے۔ صبح ہوتے ہی حضور ﷺ نے ان کے پاؤں کو متورم پایا تو فرمایا یہ کیا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کی سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کیوں نہیں بتایا۔ انہوں نے عرض کی کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو نیند میں پریشان کروں۔ آپ ﷺ نے اپنا دستِ رحمت ان کے جسم پر پھیرا تو دردِ ورم غائب ہو گیا۔"31

صوفیاء کرام کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم ﷺ سراپائے رحمت ہیں آپ ﷺ کی ذات والا صفات سے لوگوں کو رحمت، برکت اور شفا ملتی ہے۔

امّ معبد کی بکری:

دورانِ سفر، حضور ﷺ، امّ معبد کے خیمہ میں پہنچے، آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس دودھ ہے؟ کہا نہیں میری بکریاں باہر ہیں۔ حضور ﷺ نے خیمہ میں دیکھا تو ایک بکری کھڑی تھی۔ فرمایا، یہ بکری کیسی ہے۔ امّ معبد بولیں، بہت ضعیف اور ناتواں ہے باہر نہیں جاسکتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اجازت ہو تو اس کا دودھ دوھ لوں۔ وہ بولیں بخدا یہ تو بے شیر ہے آگے آپ مختار ہیں۔ حضور ﷺ نے اس بکری کو اپنے پاس بلایا۔ اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا پھر برتن مانگا۔ آپ نے اس قدر دودھ دوہا کہ برتن بھر گیا۔ اور اس سے تمام ساتھیوں نے سیر ہو کر پیا۔ ایک برتن امّ معبد کو بھر کر دیا۔ اور دوستوں کے ہمراہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ امّ معبد کہتی ہیں کہ یہ متبرک بکری ہمارے پاس سیدنا عمرؓ کے زمانے تک رہی ہم اس سے صبح و شام دودھ دوہتے تھے۔"32

جس چیز کو حضور ﷺ سے نسبت ہو جائے اللہ رب العلمین اُس چیز میں خیر و برکت عطا فرماتا ہے۔

ہرنی کی فریاد رسی:

مولانا جامیؒ، کمالاتِ نبوّت پر مزید شواہد کے تحت ذیلی سرخی: ہرنی کی فریاد رسی، کے تحت لکھتے ہیں "زید بن ارقم کہتے ہیں: ہم حضور ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ کی گلیوں سے ہوتے ہوئے ایک اعرابی کے خیمہ میں پہنچے، اس خیمہ میں ایک ہرنی بندھی ہوئی ہے۔ جو نہی ہرنی کی نظر آپ ﷺ کے چہرہ اقدس پر پڑی تو فریادی لہجہ میں کہنے لگی: یارسول اللہ ﷺ اعرابی مجھے پکڑ لایا ہے اور میرے دو بچے جنگل میں رہ گئے ہیں۔ اس غم اور پریشانی میں میرے تھنوں سے دودھ بھی سوکھ گیا ہے۔ یہ شخص نہ مجھے ذبح کرتا ہے تاکہ اس متواتر رنج و غم سے نجات حاصل کر لوں اور نہ چھوڑتا ہے کہ جا کر اپنے بچوں کو دودھ پلا دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اگر تمہیں آزاد کر دیا جائے تو کیا لوٹ کر آؤ گی؟ کہنے لگی: ہاں حضور اگر میں نہ آؤں تو خدا مجھے عذاب میں مبتلا کرے۔ حضور ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ ابھی زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ وہ لوٹ آئی اور اپنی زبان کو ہونٹوں پر پھیر رہی تھی۔ آپ نے اسے اسی خیمہ میں باندھ دیا۔ اتنے میں وہ اعرابی پانی کا مشکیزہ اٹھائے آپہنچا۔ آپ نے فرمایا: تم اسے فروخت کرو گے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے ہرنی خریدی اور اسے آزاد کر دیا۔ زید بن ارقم کہتے ہیں کہ: خدا کی قسم میں نے اسے دیکھا کہ جنگل میں: لاالہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ کہتی پھرتی تھی۔"33۔

حضور اکرم ﷺ، رحمۃ اللعلمین ہیں، آپ تمام جہان والوں کے لیے، آپ تمام مخلوقات کے لیے اور ہر زمانے کے لیے باعث رحمت ہیں۔ مولانا جامیؒ، نے کتاب ھذا میں ایسے متعدد واقعات کو قلم بند کیا ہے۔

حضور ﷺ کا لعاب دہن:

مولانا جامیؒ، نے رکن پنجم میں ان دلائل و شواہد کو قلم بند کیا ہے جو حضور ﷺ کی وفات کے بعد ظہور میں آئے۔ مولانا جامیؒ، لکھتے ہیں کہ "آپ ﷺ کے لعاب دہن سے کھارا پانی میٹھا ہو جاتا تھا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے اُن کے گھر میں کنویں کے پانی میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ وہ پانی ایسا ٹھنڈا اور میٹھا ہو گیا پورے مدینہ میں ایسا شیریں پانی نہ تھا۔"34۔

فاضل بریلویؒ آپ ﷺ کے دہن مبارک کے متعلق کہتے ہیں:

جس کے پانی سے شاداب جان وجناں اُس دہن طراوت پہ لاکھوں سلام
جس سے کھاری کنویں شیرہ جاں بنے اُس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام 35

نگاہِ رسول ﷺ کی وسعت:

مولانا جامیؒ، لکھتے ہیں" آپ ﷺ کی بصارت ایسی تھی کہ آپ ﷺ پس و پیش کی ہر چیز کو برابر دیکھتے تھے۔ اسی طرح جو چیز آپ ﷺ اُجالے میں دیکھتے اندھیرے میں بھی ویسی ہی نظر آتی تھی ۔کہتے ہیں آپ کو "ثریّا" میں گیارہ ستارے نظر آتے تھے۔"36

فاضل بریلویؒ آپ ﷺ کی نگاہِ عنایت کے متعلق کہتے ہیں:

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
نیچی آنکھوں کی شرم وحیا پہ درود اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام 37

کمالِ فصاحت:

مولانا جامیؒ، لکھتے ہیں" آپ ﷺ کی فصاحت لسان اور بلاغتِ کلام "جوامع کلم" اور "بدئع حکم" سے مخصوص تھی۔ آپ ﷺ عرب کے تمام قبائل کی زبانیں سمجھتے تھے اور ہر شخص سے اسی کی زبان میں گفتگو فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے اصحابی مشکل میں پڑ جاتے اور پھر شرح کی درخواست کرتے۔"38

فاضل بریلویؒ آپ ﷺ کی فصاحت کے متعلق کہتے ہیں:

اس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود اس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام 39

قرآن کریم، حضور ﷺ کا معجزہ عظیم:

مولانا جامیؒ، لکھتے ہیں" قرآن کریم آپ ﷺ کے معجزاتِ ظاہرہ وباہرہ میں سے ہے اور یہ ایک معجزہ ہی نہیں بلکہ یہ ہزارہا معجزوں کا حامل ہے، کیوں کہ اس کی ایک چھوٹی سی سورہ ایک بڑا معجزہ ہے۔ جس کی مثال بیان کرنے میں قوّت بشری عاجز و قاصر رہی ہے اور رہے گی۔ فصاحت وبلاغت نظامِ کلام کے معجزہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ عرب کے تمام فصیح وبلیغ ادیب اس کی مثال بیان کرنے سے عاجز آگئے اور انہیں ایسا کلام نزولِ قرآن سے پہلے یا بعد اور کہیں نہ ملا۔ ایک روز حضور ﷺ تلاوت فرمارہے تھے فصحائے عرب میں سے ولید بن مغیرہ نے قرآن سنا تو اس پر رقت طاری ہوگئی۔ ابو جہل نے دیکھ کر اسے سرزنش کی لیکن وہ بولا: خدا کی قسم! تم لوگوں میں سے کوئی شخص بھی کلامِ عرب اور اس کے

استعاروں کو مجھ سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ دراصل (محمد) جو بھی پڑھتا ہے، اس میں ہر چیز آگئی تھی۔ کسی اور دن جب عرب کے مختلف قبیلے کسی رسم کو ادا کرنے جمع ہوئے تو ولید بن مغیرہ نے معشر قریش سے کہا کہ محمد (ﷺ) کے متعلق سوچ سمجھ کر رائے قائم کرلو جس سے ایک دوسرے کی تکذیب نہ ہو، اور اس رائے کے مطابق عرب کے تمام قبیلوں میں محمد (ﷺ) کے خلاف نفرتیں پھیلائیں۔ قریش نے کہا وہ کاہن ہے۔ ولید نے کہا خدا کی قسم وہ کاہن نہیں ہے کیوں کہ اس کا کلام زمزمہ اور سجع کے لحاظ سے کاہنوں کے کلام کے مانند نہیں۔ پھر کہنے لگے کہ وہ پاگل ہے (معاذ اللہ)۔ ولید بولا بخدا وہ دیوانہ نہیں ہے اور اس پر کسی جادو اور وسوسہ کا اثر نہیں، وہ بولے محمد شاعر ہے۔ ولید بن مغیرہ نے پھر قسم کھائی کہ وہ شاعر بھی نہیں ہے کیوں کہ میں اشعار کی تمام اقسام سے اچھی طرح آشنا ہوں لیکن اس کا کلام ان میں سے کسی کی بھی مانند نہیں۔ پھر کہنے لگے وہ جادوگر ہے۔ اس نے کہا وہ جادوگر بھی نہیں ہے کیوں کہ جیسے جادوگر پھونک جھاڑ اور گانٹھیں دیتے ہیں وہ نہیں دیتا۔ قریش کہنے لگے پھر آخر کہیں کیا؟ وہ کہنے لگا تم جو کچھ بھی کہو وہ جھوٹ اور بری بات ہے۔ لیکن جو بات کارگر ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اسے اس قسم کا جادوگر کہا جائے جو ان انسانوں میں باپ، بیٹے، بھائی، بیوی اور رشتے داروں میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ اس پر تمام متفق ہو کر واپس گھروں کو چلے گئے "40۔

شہادت عثمان کی پیشین گوئی:

مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی طرف نظر رحمت کی اور فرمایا: ربّ العزت عثمان پر رحم فرمائے۔ یہ شہید ہو گا۔۔۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ آج میرے بعض صحابہ یہیں رہیں تاکہ میں بعض امور ان کو بتلا سکوں۔ میں نے کہا کہ عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو بلا لیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بلا لو۔ میں نے عثمان کو بلا بھیجا۔ وہ آکر حضور کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ ان سے کچھ باتیں کہہ رہے تھے۔ اور ان کا رنگ زرد ہوا جاتا تھا۔ جس روز حضرت عثمان کا گھر پر محاصرہ کیا گیا تو آپ کے متوسلین نے باغیوں کے ساتھ آپ کو جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ایک عہد لیا ہوا ہے اور باتیں بھی کی ہوئی ہیں۔ لہٰذا میں ان مصائب میں بھی صابر و شاکر

رہوں گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یوں معلوم ہوا جیسے حضور ﷺ نے انہیں ان کے روزِ شہادت کی خبر دے دی تھی۔"41؎

مولانا جامیؒ نے متعدد اصحاب رسول کے متعلق واقعات درج کیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے کئی صحابہ کی شہادت کی پیشین گوئی کی جن میں سیدنا علیؓ بھی شامل ہیں۔

کرامات کی ضرورت:

مولانا جامیؒ نے رکن ششم میں ایسے دلائل وشواہد بیان کئے ہیں جو صحابہ کرام اور آئمہ عظام سے ظہور میں آئے۔ مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ حضرت اس کا سبب کیا ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہ سے اتنی کرامات وخوارقِ عادات واقعہ نہیں ہوئیں جتنی اولیاء اور صلحائے امّت سے ظہور میں آئیں۔ آپ نے فرمایا: صحابہ کا ایمان اس قدر پختہ اور محکم تھا کہ انہیں اپنے ایمان کو خوارقِ عادات اور کرامات سے زیادہ مضبوط بنانے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن دوسرے لوگوں کا ایمان اتنا مضبوط نہ تھا۔ لہٰذا انہوں نے اسے کرامات وخوارقِ عادات سے مضبوط بنایا۔"42؎

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خواب:

مولانا جامیؒ، لکھتے ہیں کہ "حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) کا اسلام وحی کا شبیہ ہے کیوں کہ آپ نے فرمایاہے کہ رسولِ خدا (ﷺ) کی بعثت سے پہلے میں نے خواب میں ایک نور عظیم دیکھاجو آسمان سے اتر کر کعبہ معظمہ کی چھت پر نازل ہوا مکہ معظمہ میں کوئی ایسا گھر ہو گاجو اس نور سے فروزاں نہ ہوا ہو۔ ہر گھر کے انوار ایک جگہ جمع ہو کر ایک ہی نور بن گئے۔ یہ نور سب سے پہلے میرے گھر چلا آیااور میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ صبح ہوئی تو میں نے اپنا خواب یہودیوں کے ایک اُسقف کو سنایااور اس کی تعبیر کے لیے بھی کہا۔ اس نے کہایہ ایسا خواب ہے جس کا مجھے کوئی علم و اعتبار نہیں۔ چند دن گزرے تھے میں تجارت کے سلسلے میں حورا کے کلیسا میں جو بُحیرہ راہب کا مسکن تھا پہنچا اور تعبیرِ خواب پوچھی۔ اس نے کہا کہ تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا، میں قریش میں سے ہوں۔ اس نے کہا! خداوند تعالیٰ تمہیں میں سے ایک پیغمبر پیدا کرے گا اور تم اس کے وزیر ہوگے اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہوگے۔ جب رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تو مجھے دعوت اسلام دی۔ میں نے کہا: ہر نبی اپنی نبوّت کے لیے کوئی نہ کوئی دلیل وبرہان رکھتا ہے۔ آپ کی کیا دلیل ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میری

نبوّت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور پھر راہب کا یہ کہنا کہ اس خواب کا کوئی اعتبار نہیں اور بُحیرہ کا کہنا کہ اس خواب کی تعبیر یوں ہے اور اسی طرح میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔ جس کی مجھے جبرائیلؑ نے اطلاع دی تھی۔ 43؎

نبوّت کی اس تصدیق کے بعد حضرت صدیق نے اسلام قبول کر لیا اور آپ اپنے نام عبد اللہ کے بجائے صدیق اور صدیقِ اکبر کے نام سے عالم اسلام میں مشہور ہو گئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کرامت:

مولانا جامیؒ، "سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کرامات" کے حوالے سے لکھتے ہیں "جب آپؓ سواری کرتے وقت گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوت قرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو ختم قرآن مجید کر لیتے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ گھوڑے پر پوری طرح بیٹھنے سے پہلے قران کریم ختم کر لیتے۔" 44؎

اللہ رب العٰلمین اپنے محبوب پیغمبر جناب محمد رسول اللہ سلام علیہ سے ارشاد فرمایا:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيلًا۔ 45؎

"قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔"

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مناقب اور آپ کے علم کے متعلق متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں۔ کوئی مؤمن آپ کی قابلیت و فضیلت اور علمی وقار کا انکار نہیں کر سکتا۔ یقیناً پیش کی گئی آیت بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے متعدد بار تلاوت کی ہو گی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک لمحہ میں اس طرح قرآن مجید مکمل کر لیں؟ اس کو کرامت نہیں کہہ سکتے۔ اس کی تطبیق یہ کی جا سکتی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سواری کی قرآنی دعا اس طرح تلاوت کیا کرتے تھے کہ: آپؓ سواری کرتے وقت گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو قرآنی دعا کی تلاوت شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو قرآنی دعا مکمل کر لیتے۔

سیدنا علیؓ مخبر صادق:

مولانا جامیؒ، "سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کرامات" کے حوالے سے لکھتے ہیں "حضرت امیر المومنین علیؓ نے ایک شخص کو قبل از وقت خبر دار کیا کہ اُسے سُولی پر چڑھا دیا جائے گا۔ آپ نے وہ درخت جس کے ساتھ اُسے سُولی چڑھایا جانا تھا اور وہ مقام جہاں پر یہ واقعہ ہونا تھا بھی بتا دیئے۔ چناں چہ جس طرح

آپؐ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔"46 اللہ رب العلمین نے اپنے خاص عباد کو ایسے ایسے علوم سکھائے جسے عام انسان نہیں جانتے۔

شاتمانِ علی کی سزا:

حضرت سعید بن مسیّب نے علی بن زید رضی اللہ عنھما کو ایک شخص دکھایا اور کہا اسے ذرا اٹھ کر دیکھو علی بن زید کہا آپ مجھے اس کے احوال سے آگاہ فرمادیں مجھے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے فرمایا: یہ وہ شخص ہے جو حضور ﷺ کے صحابہ کرام، علی اور اُن کے بیٹوں کے خلاف بد کلامی کیا کرتا تھا۔ میں نے دعا کی: اے خداوندِ عالم! اگر اس پر تیری کوئی عنایت ہے تو اس سے مجھے باخبر کردے، اس پر اُس شخص کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔"47 یقیناً ایسا شخص بڑا ہی بدبخت ہے جو اصحاب رسول کی توہین کرتا ہے۔ یا ایسی بات کہتا ہے کہ جس سے کسی صحابی کے بارے میں دل برا ہو۔

شبیہ رسول ﷺ:

مولانا جامیؒ، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ "آپ شکل وصورت میں سر سے لے کر پاؤں تک حضور ﷺ کے مشابہ تھے۔ ایک دن سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا اور قسم کھا کر کہا کہ یہ ہم شکلِ رسول اور ہم شکلِ علی ہیں۔ سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) بھی وہاں موجود تھے تو انہوں نے دیکھا تو تبسم فرمایا۔"48

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اصحابِ رسول ایک دوسرے کے رشتے دار، ایک دوسرے کے مؤمن بھائی، ایک دوسرے کے خیر خواہ اور ایک دوسرے سے مَودّت کرنے والے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

مُّحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ۔ 49

"اللہ کے رسول ﷺ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں۔"

سیدنا حسن وسیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے تعلقات:

مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ "سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ مصالحت کرلی اور عہد کیا کہ اگر انہیں کوئی حادثہ پیش آجائے تو اُن کے حسن خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا کہ اے لوگو! میری ہمیشہ یہ

خواہش رہی ہے کہ میں فتنہ کو برا جانوں، اس لیے میں نے آج مصالحت کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے اور اس کارِ عظیمہ کو امیر معاویہ پر چھوڑ دیا ہے اور اگر اس کا حق تھا تو اسے مل گیا اور اگر میرا تھا تو میں نے اپنا حق صرف اصلاحِ امّت محمد ﷺ کی خاطر اسے بخش دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر سیدنا معاویہ کو حاکم بنایا اس بھلائی کی خاطر جو اسے معلوم ہے اور اُس بدی کی خاطر جو اس نے تم میں دیکھی ہے۔ میں جانتا ہوں یہ ایک مدت کے لیے فتنہ ثابت ہو یا منفعت۔ بعد ازاں وُہ منبر سے نیچے اتر آئے۔ جب خلافت کی ذمہ داری سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر آئی تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حسن! آپ نے وہ بہادرانہ کام سرانجام دیا جو کسی دوسرے شخص سے ممکن نہ تھا۔"[50] بعض حضرات سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی وجہ ان سے کچھ کچھ خفا سے رہتے ہیں۔

مولانا جامیؒ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ "عام لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر آپ کی بیوی نے زہر دیا تھا۔ آپ کی وفات ربیع الاول کے اوائل میں سن 50 ہجری میں ہوئی۔"[51]

ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ان کی بیوی مجوسی مذہب سے تھی ہو سکتا ہے اسی نے آپ کو زہر دیا ہو۔ مجوسیوں نے مؤمنوں کے قتل کا سلسلہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قتل سے شروع کیا تھا وہ تا دیر جاری و ساری رہا۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قتل ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

شہادت حسین کی خبر:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن جبرائیلؑ، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ اتنے میں حسین ان کے پاس آ گئے۔ جبرائیلؑ نے دریافت کیا: یہ کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ میرا نواسہ حسین ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے حسین کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ جبرائیلؑ نے کہا: انہیں بہت جلد شہید کر دیا جائے گا۔ بعد ازاں جبرائیلؑ نے کربلا کی جانب اشارہ کیا اور وہاں کی سرخ مٹی دکھائی۔[52] مولانا جامیؒ نے ان سب اخبار و پیشینگوئیوں کو دلائل و شواہدِ نبوّت اور حضور ﷺ کے معجزات کا نام دیا ہے۔

امام محمد باقر العلومؒ کو سلام:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے جابر! ہو سکتا ہے کہ تو حسین کے ایسے بیٹے سے ملاقات کرنے کے لیے زندہ رہے، جس کا نام محمد ہے اور جو علم دین کی خوب اشاعت و تصریح کرے گا جب تیری اس سے ملاقات ہو تو اسے میرا اسلام کہنا۔"53

مختلف صحابہ کرام و آئمہ عظام کے فضائل پر متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جن کی صحت پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ اس طرح کی احادیث کی تحقیقات ہونی چاہیے تاکہ جماعت المؤمنین احادیثِ صحیحہ اور من گھڑت حدیثوں میں فرق کر سکے۔

امام جعفر صادق کا جنم:

مولانا جامیؒ نقل کرتے ہیں کہ "آپ امام ششم ہیں، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور بعض کے نزدیک ابو اسمٰعیل ہے۔ آپ صادق کے اشہر ترین لقب سے معروف ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام امّ فروہ بنتِ قاسم بن محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر ن الصدیق ہے۔ امّ فروہ کی ماں اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر ن الصدیق ہیں۔ اسی باعث حضرت جعفر نے فرمایا: مجھے ابو بکر الصدیق نے دوبار جنم دیا۔54

مذکورہ تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحابِ رسول کی آپس میں رشتے داریاں تھیں۔ نیز یہ کہ امام جعفر صادق کے فرمان سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن کا وجود صدیق اکبر کا وجود ہے۔ ان لوگوں کو عقل کے ناخون لینے چاہیے جو آئے دن صدیق اکبر پر تبرا کرتے ہیں۔

بے گناہ قیدی کی رہائی:

مولانا جامیؒ نے امام جعفر صادقؑ کی بہت سی کرامتوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے اکثر کا تعلق منصور یا منصور کے دربار سے ہے۔ مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ ایک شخص کے دوست کو منصور نے محبوس کر دیا، اس نے امام جعفر صادق سے میدان عرفات میں دعا کے لیے درخواست کی۔ امام جعفر صادق کی دعا سے اس شخص کے دوست کو رہائی مل گئی۔"55 مولانا جامیؒ نے امام جعفر صادقؑ کی اور بھی کرامات کو بیان کیا ہے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:

مولانا جامیؒ نے بارہ اماموں کے تذکرے کے بعد اور بھی اصحاب رسول کا ذکر خیر کیا ہے اُن میں خالد بن ولید، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، سلمان فارسی، حسان بن ثابت، انس بن مالک انصاری

اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ مولانا جامیؒ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ ان کا بیان ہے کہ "میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ خالد بن ولید کا ذکر چھڑ گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں، جسے کفار پر مسلط کر دیا گیا ہے۔56؎ خالد بن ولید اسلام کا تابندہ ستارہ بن کر چمکے اور اسلام کا پرچم عرب وعجم میں بلند کیا۔ ایک روایت کے مطابق ان کی ایک سسرال افغانستان میں بھی تھی۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کی کرامت:

مولانا جامیؒ، نقل کرتے ہیں کہ "آپ سفر میں تھے کچھ لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ جناب یہاں ایک شیر ہے جو یہاں کے لوگوں کے رستے میں مزاحم ہوتا ہے، آپ اپنی سواری سے اترے اور سیدھے اس شیر کی طرف چل دیئے۔ آپ نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا(یا) اس پر چپت ماری اور راہ سے دور ہٹا دیا۔ پھر فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ابن آدم پر تبھی خوف طاری ہوتا ہے جب وہ اس کے سوا کسی اور سے ڈرنے لگتا ہے اور جب ابن آدم، اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا تو اس پر کوئی خوف مسلط نہیں ہوتا۔"57؎ سیدنا عمر بن خطابؓ کی اولاد نے بھی اسلام کے لیے بے شمار خدمات سرانجام دیں جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا، ان پر بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص نظر عنایت تھی۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور جبرائیلؑ:

مولانا جامیؒ، نقل کرتے ہیں کہ "آپ کی ولادت درہ شعب میں ہوئی اُس وقت بنی ہاشم یہیں محصور تھے۔ یہ ہجرت نبوی سے تین سال پہلے کا واقعہ ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا تو عبد اللہ بن عباس کی عمر تیرہ سال تھی۔ آپ کہتے ہیں میں نے جبرائیلؑ کو دو مرتبہ دیکھا اور دو مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے علم و حکمت کی دعا فرمائی ہے۔"68؎ تاریخ اسلام میں عبد اللہ بن عباس کو ترجمان القرآن کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی فضیلت:

مولانا جامیؒ، نقل کرتے ہیں کہ "انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سباق چار ہیں، جن میں سے ایک سابق العرب ہے اور سابق دوم صہیب ہیں اور سابق فارس سلمان

فارسی ہیں اور سابق جنّت بلال ہے۔رسول اللہ ﷺ نے غزوہء خندق کے دن آپ کے حق میں یوں فرمایا: سلمان میرے اہل بیت میں سے ہے۔"59 مولانا جامیؒ، مذکورہ روایت پیش کرکے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہء خندق کے موقع پر سلمان فارسی کو اپنے اہل بیت میں شامل کیا تھا۔

انس بن مالک انصاری:

مولانا جامیؒ، نقل کرتے ہیں کہ "آپ نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی۔جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے ،اس وقت انس بن مالک کی عمر دس سال تھی۔آپ سب سے آخری صحابی ہیں، جنہوں نے بصرہ میں وفات پائی۔محمد بن سیرینؒ نے آپ کو غسل دیا۔حضور ﷺ نے کثرت مال واولاد، لمبی زندگی اور بخشش ومغفرت کی دعادی تھی۔

آپ کا بیان ہے کہ میری کھجوریں سال میں دوبار بار آور ہوتی ہیں اور میری پشت سے ایک سو ایک بچے پیدا ہوئے اور مجھے اتنی لمبی زندگی عطا ہوئی کہ میرا نام ہی "زندگی" پڑ گیا اور چوتھی چیز جو بخشش ومغفرت ہے۔مجھے امید ہے کہ میری عمر سو سال سے زیادہ ہو گی۔کہتے ہیں کہ آپ ایک سو تریسٹھ یا ایک سو سڑسٹھ ہجری میں فوت ہوئے۔"60 مولانا جامیؒ،نے ان فیوض وبرکات کو حضور ﷺ کی دعاؤں کا اثر اور معجزۂ رسول ﷺ تصور کیا ہے۔

ابو مسلم الخولانی:

مولانا جامیؒ،نے ہفتم میں تابعین، تبع تابعین اور صوفیہ کرام کا ذکر خصوصی طور پر کیا ہے۔انہوں نے اس باب میں ابو مسلم الخولانی سے ابو معویۃ تک بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔مولانا جامیؒ، نقل کرتے ہیں کہ "یمن میں اسود عنسی نے دعویٰ نبوّت کیا،اس نے ابو مسلم الخولانی کو بلایا اور کہا تم گواہی دو کہ میں خدا کا رسول ہوں، آپ نے فرمایا: ایسا نہیں ہو سکتا۔اسود عنسی نے کہا کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد، رسول اللہ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔اسود عنسی نے یہ بات کئی بار دہرائی تو آپ نے انکار کیا اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان کرتے رہے۔اسود عنسی نے حکم دیا کہ آگ جلائی جائے، آگ جلا کر حضرت مسلم کو اس میں پھینک دیا مگر آپ کو قطعاً کچھ نہ ہوا۔لوگوں نے اسود عنسی کو کہا اس شخص کو یہاں سے نکال دوورنہ ہم سب کے اعتقاد تمہاری نبوّت سے دور ہو جائیں گے۔چناں چہ آپ کو یمن چھوڑ کر مدینہ منورہ جانا پڑا۔اِن دنوں حضور ﷺ کا انتقال ہو چکا تھا۔سیدنا صدیق اکبر کی خلافت کا زمانہ تھا۔مسجد میں آکر

صلوٰۃ ادا کی۔ سیدنا عمرؓ نے دریافت فرمایا: کس قوم و قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔ آپ نے بتایا کہ میں یمن سے آیا ہوں۔ سیدنا عمرؓ نے فرمایا کہ تم ابو مسلم الخولانی کو جانتے ہو؟ انہوں نے کہا: وہ میں ہوں۔ اس کے بعد سیدنا عمر نے انہیں اپنے سینے سے لگالیا۔" 61؎ اس واقعہ کو پیش کرنے کا مقصد یہ کہ ثابت ہو جائے کہ مولانا جامیؒ نے تابعی، ابو مسلم الخولانی کے عمل کو فیضِ رسول ﷺ قرار دیا ہے۔

دشمنانِ اسلام کو سزائیں:

مولانا جامیؒ نے کتاب کے آخر میں "دشمنانِ اسلام کو سزائیں" کے عنوان کے تحت قلم اٹھایا ہے۔ مولانا جامیؒ نقل کرتے ہیں کہ "جس طرح اولیاء اللہ کی کرامات حضور ﷺ کے معجزات ہی میں سے ہوتی ہیں۔ اسی طرح وہ سزائیں جو حضور ﷺ کے رعایت ادب، رعایت نہ کرنے پر ملیں وہ بھی حضور ﷺ کے معجزات ہی میں سے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک نصرانی مسلمان ہو کر سورہ البقرہ اور سورہ آل عمران پڑھا کرتا تھا اور کتابت وحی پر مامور تھا، عاقبت مرتد ہو گیا۔ اپنا دین اختیار کرنے کے بعد کہا کرتا تھا کہ : محمد کو معاذ اللہ کچھ نہیں آتا۔ بس وہی جانتے ہیں جو میں لکھتا ہوں۔ جب اس شخص کو قضا کے ہاتھوں نے آدبوچا تو اسے زیر زمین کر دیا گیا لیکن ہر روز زمین اسے باہر پھینک دیتی تھے۔ 62؎

درحقیت گستاخ رسول، خدا کا مجرم ہوتا ہے اور اس کو سزا دینے کا حق بھی صرف اللہ کو ہے اور اسلامی ریاست کا سربراہ بطور اللہ کا خلیفہ ہونے کے ناطے، ایسے مجرم کو بطور تعزیر سزا دینے کا حق رکھتا ہے۔ اللہ رب العلمین گستاخ رسول، کو کس طرح سزا دیتا ہے قرآن مجید میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ملاحظہ کیجیے:

(۱)۔ فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّکَذِّبُ بِهٰذَاالْحَدِیْث۔سَنَسْتَدْرِجهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَایَعْلَمُوْن۔۔ 63؎

"چھوڑ دیجیے مجھے اور اسے جو اس کتاب کو جھٹلاتا ہے ہم انہیں بتدریج تباہی کی طرف لے جائیں گے اس طرح کہ انہیں علم تک نہ ہو گا۔"

(۲) سَنَسِمُہٗ عَلَی الْخُرْطُوْم۔ 64؎

"ہم عنقریب اُس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔"

(۳)۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللہ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللہُ فِی الدُّنْیَاوَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔۔ 65؎

"بیشک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو اللہ انہیں رحمت سے محروم کر دیتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے رسوا کن عذاب۔"

(۴)۔ وَكَمْ قَصَمْنَا مِن قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۔66

"اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ظالم تھیں ہلاک کر دیا اور اُن کے بعد دوسری قومیں پیدا کیں۔"

پیش کی گئیں آیات قرآنی سے ثابت ہوا کہ توہین کتاب و رسالت کا مرتکب اللہ رب العٰلمین کا ایسا مجرم ہے جسے اللہ رب العٰلمین دنیا میں بھی خود سزا دیتا ہے اور آخرت میں بھی اسے سزا دے گا۔ ایسے شخص کو اللہ رب العٰلمین آہستہ آہستہ تباہی کی جانب گامزن کر دیتا ہے اور وہ ایسا باخبر ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی تباہی کی خبر تک نہیں ہوتی۔ اللہ رب العٰلمین اُس کے چہرے کو پھٹکار زدہ کر دیتا ہے۔ اس کی ناک خاک آلود ہو جاتی ہے۔ اللہ رب العٰلمین اس کی ناک کو داغ لگا دیتا ہے۔ توہین کتاب و رسالت کے سبب اس کے خاندان کی پول پٹی کھل جاتی ہے۔ وہ دنیا والوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتا۔ ایسا شخص اللہ کی رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے۔ دنیا و آخرت میں اس پر لعنت ہوتی ہے۔ ایسے ظالم اور لعنتی شخص کے لیے آخرت میں رسوا کن عذاب تیار کیا گیا ہے۔

خلاصہ:

مولانا جامیؒ کی سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر شہرہ آفاق کتاب "شواہد النبوۃ" کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو مندرجات میں تقسیم کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے مقدمہ میں کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"اس مجموعہ کی ترتیب، ایک مقدمہ، سات ارکان، اور خاتمہ پر رکھی گئی ہے۔

مقدمہ: در بیان نبی و رسول اور اس سے جو چیز بھی متعلق ہے۔ رکن اول: شواہد و دلائل جو آں حضرت ﷺ کی ولادت باسعادت سے قبل ظہور میں آئے۔ رکن ثانی: حالات و واقعات جو ولادت سے بعثت تک ظاہر ہوئے۔ رکن ثالث: حالات و واقعات جو بعثت سے ہجرت تک ظاہر ہوئے۔ رکن رابع: حالات و واقعات جو ہجرت سے وصال تک ظاہر ہوئے (رکن چہارم میں ہجرت سے لے کر حضور ﷺ کے وصال تک کے حالات و واقعات ہیں۔ حصہ اول میں ایک سو اکتالیس شواہد ہیں اور حصہ دوم میں اٹھانوے شواہد ہیں)۔ رکن خامس: حالات و واقعات جن کی خصوصیّت اوقات کے سبب سے معلوم نہ

ہو سکی۔رکن سادس: شواہد و دلائل جو صحابہ کرام و آئمہ اہل بیت سے ظہور میں آئے۔رکن سابع: تابعین، تبع تابعین، اور صوفیہ کرام۔خاتمہ: دشمنانِ اسلام کو سزائیں۔

مولانا جامیؒ ان سب دلائل و شواہد، اور کرامات کو، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات قرار دیتے ہیں۔کتاب مذکوہ میں بزگوں کی بعض کرامات ایسی بیان کی گئی ہیں جو حضور اکرم ﷺ یا دیگر انبیاء کرام کے معجزات ہیں یا ایسی فضیلت جو کسی اور صحابی کے فضائل میں بیان کی گئی تھیں وہ ان کے ہاں کسی اور صحابی کے فضائل میں بھی دستیاب ہے، جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا گیا ہے کہ وہ میرے اہل بیت ہیں۔جب کہ ہمارے ہاں معروف یہ ہے کہ حضور ﷺ نے سیدہ فاطمہ، سیدنا علی، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنھم کو اپنے اہل بیت قرار دیا ہے۔ایک روایت کے مطابق حضور ﷺ کی ساری امّت حضور ﷺ کی آل ہے اور قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ قرآن مجید ولغت کے مطابق حضور کی اہل بیت حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہیں۔

مولانا جامیؒ نے حضور ﷺ کے اصحاب کا ذکر جمیل بہت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی اصحاب رسول رضی اللہ عنھم کی مدح سرائی بیان کی گئی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی توہین، قرآن و صاحبِ قرآن کی توہین ہے۔

مولانا جامیؒ ایسے ماحول میں رہتے تھے جہاں شیعیہ مسلک اور سنی مسلک کے لوگ ایک ساتھ رہتے تھے۔ بعض افراد "بارہ امام" کی اصطلاح سن کر سمجھتے ہیں کہ جنہیں شیعیہ مسلک کے لوگ اپنے "بارہ امام" کہتے ہیں وہ سنیوں کے بزرگ بھی ہیں، سنی مسلک میں ان افراد کو امام، تابعین، تبع تابعین، اور بزرگانِ دین کے نام سے ماناجاتا اور انہیں یاد کیا جاتا ہے۔اگر کوئی سنی، شیعیوں ماحول میں رہتا ہے یا سنیوں کے معاشرے میں کوئی شیعیہ مسلک کا آدمی رہتا تو ایسے افراد کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔البتہ علم و تحقیق کا تقاضا ہے کہ اسی بات کو ماناجائے جس سے کسی قرآنی آیت کا انکار نہ ہوتا ہو۔مولانا جامیؒ سنی شیعیہ اتحاد کے علم بردار تھے۔یہ روش سنیوں کے ہاں جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری اور کچھ دوسرے علماء میں بھی پائی جاتی ہے جو کہ صوفیا کرام کے مختلف سلاسل سے تعلق رکھتے ہیں۔شیعیہ مسلک میں بھی مفکرِ قرآن علامہ خواجہ ازہر عباس اور ڈاکٹر محسن نقوی جیسے انمول ہیرے موجود ہیں۔

حوالہ جات وتعلیقات

1۔حکمت، علی اصغر، جامی،(راولپنڈی،الفتح پبلی کیشنز،2012ء)، ص:80

2۔حافظ تہلیل الرحمٰن،ڈاکٹر،عاشق رسول مولاناعبدالرحمٰن جامیؒ،روزنامہ92نیوز،لاہور، منگل، 31 اگست، 2021ء

3۔(https://sufinama.org/poets/jami/profile?lang=ur)

4۔حکمت، جامی، ص:89

5۔(https://sufinama.org/poets/jami/profile?lang=ur)

6۔حکمت، جامی، ص:229-230

7۔حافظ تہلیل الرحمٰن، عاشق رسول مولاناعبدالرحمٰن جامیؒ

8۔حافظ تہلیل الرحمٰن، عاشق رسول مولاناعبدالرحمٰن جامیؒ،

9۔حافظ تہلیل الرحمٰن، عاشق رسول مولاناعبدالرحمٰن جامیؒ

10۔(https://sufinama.org/poets/jami/profile?lang=ur)

11۔حافظ تہلیل الرحمٰن، عاشق رسول مولاناعبدالرحمٰن جامیؒ

12۔حکمت، جامی، ص:87

13۔حکمت، جامی، ص:194-195

14۔حافظ تہلیل الرحمٰن، عاشق رسول مولاناعبدالرحمٰن جامیؒ

15۔جامی، نورالدین عبدالرحمٰن، شواہد النبوۃ(اردو)،(لاہور، مکتبہ نبویہ، بار چہارم، فروری1995ء)، ص:2

16۔جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:21

17۔جامی،، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:21-22

18۔(جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:21-22

19۔جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:24-25

20۔(جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:29

21۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:69

22۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:93 تا 95

23۔ سورہ الکہف (18) الآیۃ:17

24۔ سنن ترمذی، کتاب فضائل ومناقب، رقم حدیث:3681

25۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:108

26۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:100

27۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:100 تا 101

28۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:101

29۔ سورۃ یٰس (36) الآیۃ:9

30۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:114

31۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:115-114

32۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:117-116

33۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:191

34۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:236-237

35۔ بریلویؒ، احمد رضا خان، حدائقِ بخشش، (کراچی، مکتبۃ المدینہ، جون 2012)، ص:302

36۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:237

37۔ بریلویؒ، حدائقِ بخشش، ص:300-301

38۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:237

39۔ بریلویؒ، حدائقِ بخشش، ص:302

40۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:239-240

41۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:246

42۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:256

43۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:257-258

44۔ جامی، شواہد النبوۃ (اردو)، ص:280

45۔ سورۃ المزمل (73) الآیۃ:4

46۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:284ـ285

47۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:299

48۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:300

49۔ سورۃ الفتح(48)، الآیۃ:29

50۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:301ـ300

51۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:303

52۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:305ـ306

53۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:317ـ318

54۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:326

55۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:332

56۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:378

57۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:379

68۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:380

59۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:382ـ381

61۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:392ـ393

62۔ جامی، شواہد النبوۃ(اردو)، ص:413

63۔ سورۃ القلم(68) الآیۃ:44

64۔ سورۃ القلم(68)، الآیۃ:16

65۔ سورۃ الاحزاب(33)، الآیۃ:57

66۔ سورۃ الانبیاء(21)، الآیۃ:11

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سیرت نگاری کے منہج واسلوب کا مطالعہ

اثبات النبوۃ کے ادبی محاسن

ڈاکٹر افتخار احمد خان

(شعبہ عربی، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد)

اس مقالہ کو درج ذیل تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

۱۔ اثبات النبوۃ کا تعارف اور سبب تالیف

۲۔ اثبات النبوۃ کا منہجی مطالعہ

۳۔ اثبات النبوۃ کے ادبی وفنی محاسن

مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نہ صرف مصلح، بلکہ دور اندیش مدبر اور طبیب بھی تھے آپ نے وقت کے سنگین فتنوں کے سدباب اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے حالات کا بغور مطالعہ کیا، دیکھا، سمجھا اور معلوم کیا کہ اصل مرض ہے کیا؟ اس کے اسباب کیا ہیں؟ اور جڑیں کہاں کہاں ہیں؟ اس مقصد و غرض کے لئے اکبر کے درباریوں، مداحین اور خوشامدیوں کو قریب سے دیکھا اور معلوم کر لیا کہ:

۱۔ اس مرض کا اصل سبب انکار نبوت ہے جو توہین رسالت اور گستاخی رسول اللہ ﷺ کا ہولناک رنگ لیے ہوئے ہے۔

۲۔ دوسرا سبب و خطرہ یہ احمقانہ خیال و تصور تھا کہ شریعت اسلامیہ نے رسول عربی ﷺ کی سیادت و قیادت میں ایک ہزار سال پورا کر لیا ہے، اب اگلا ہزارہ اہل عجم کا ہے جسے اکبر نے دین الٰہی کی شکل میں اپنے لئے مختص کر لیا ہے۔

۳۔ تیسرا اور سب سے زیادہ مہلک اور خطرناک سبب متحدہ قومیت کا اکبری تصور ہے۔[۱]
مذکورہ اسباب وامراض میں سے اہم ترین مسئلہ انکار نبوت ہے اسی فتنہ کی بیخ کنی اور سدباب کے لئے آپ نے رسالہ ”اثبات النبوۃ فی تحقیق النبوۃ“ تحریر فرمایا۔ جو آپ کے قلم کا شاہکار بے نظیر ہے یہ مختصر سا رسالہ چوالیس (۴۴) صفحات پر مشتمل ہے جو کہ ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر محیط ہے۔ مقدمہ میں دو بحوث ہیں ایک نبوت کے معنی کی تحقیق جبکہ دوسری بحث معجزہ کے بیان کے متعلق ہے۔
پہلا مقالہ اس میں دو مسلک ہیں پہلا مسلک (الف) منکرین کے اعتراضات بعثت اور شریعتوں کی حکمت پر مبنی ہے جبکہ دوسرا مسلک (ب) خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت کے اثبات میں ہے جس میں درج ذیل نکات مذکور ہیں:
(ا) اثبات النبوۃ کی صورتیں (ب) اعجاز القرآن کی صورتیں (ج) قرآن کریم کے اعجاز میں قدح کرنے والوں کے کچھ شبہات اور اعتراضات۔
دوسرا مقالہ فلاسفہ کی مذمت، ان کی کتب کے مطالعہ اور علوم کی ممارست سے حاصل ہونے والے ضرر کے متعلق ہے۔[۲]

اسبابِ تالیف:

شیخ مجدد الف ثانی نے کتاب کے مقدمہ میں اسباب تالیف کا ذکر بہت ہی جامع انداز میں کیا آپ رطب اللسان ہیں:

”ولما تمكن فى قلبى وتقرر فى صدرى أن أقرر لهم ما يرفع شكوكهم وأحرر لأجلهم ما يزيل شبههم لما رأيت ذلك على نفسى حقاً واجباً ودينا لازماً لا يسقط بدون الأداء فألفت رسالة و حررت مقالة فى اثبات مطلب اصل النبوة ثم فى تحققها و ثبوتها لخاتم الرسل عليه من الصلواة أفضلها ومن التحيات اكملها وفى رد شبه المنكرين النافين لها وفى ذم الفلسفة وبيان الضرر الحاصل من ممارسة علومهم ومطالعة كتبهم بدلائل وبراهين ملتقطا و آخذا ايّا ها من كتب القوم وملحقا ومضيفا اليها ما سنح به خاطرى الكليل بعون الله الملك الجليل“[۳]
”جب میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی اور میرے سینے میں جم گئی کہ میں ان کے لئے ایسی تقریر کروں جو ان کے شکوک دور کر دے اور ان کے لئے ایسی بات لکھوں جو ان کے شک وشبہ کو زائل کر

دے کیونکہ جب میں نے دیکھا کہ یہ میری ذات پر ایک حق واجب ہے اور ایک لازمی قرض ہے جو بغیر ادائیگی کے ساقط نہیں ہوتا تو میں نے ایک رسالہ کی تالیف کی اور اصل نبوت کا مطلب ثابت کرنے، پھر خاتم الرسل ﷺ کے حق میں اس کے ثبوت و تحقق اور منکرین اور اس کی نفی کرنے والوں کے شبہات کی تردید اور فلسفہ کی مذمت اور ان کے علوم کی ممارست اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے جو ضرر حاصل ہوتا ہے اس کے بیان کے لئے ایک مقالہ دلائل وبراہین کے ساتھ لکھا جو میں نے قوم کی کتابوں سے اخذ کئے اور اس پر اضافہ اور الحاق کیا، جو میرے درماندہ دل پر اللہ ملک جلیل کی مدد سے ظاہر ہوا۔"

غرض اول اور بنیادی مقصد اثبات النبوۃ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نبوت کی وضاحت اس انداز میں فرمائی:

نبوت کی اساس قرآن کریم اور حدیث نبوی ہے نبی اور رسول ہوتا ہی وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔ میں نے تجھے کسی خاص قوم یا تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔

پھر حواس کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"حواس خمسہ کا تعلق مدرکات سے ہے جن کے ذریعے انسان کسی چیز کا ادراک کرتا ہے ان حواس سے بڑھ کر عقل ہے جس کے ذریعے انسان اس چیز کو پاتا ہے کہ نبوت ہے کیا؟ اور عقل کے ذریعے ہی انسان اس چیز کا تعین کرتا ہے کہ کیا اشیاء خارق عادت ہیں؟

خواص نبوت کا تفصیلاً ذکر کرنے کے بعد مزید راہنمائی اس انداز میں فرمائی:

ان کے علاوہ جو دیگر خواص نبوت ہیں تو ان کا ادراک ہم ذوق کے ذریعے کرسکتے ہیں جو کہ طریقِ تصوف اور اولیاء اللہ کے طریقے پر چلنے سے حاصل ہوتا ہے صرف یہ ایک خاصہ ہی تمہارے ایمان کے لئے کافی ہے جیسا کہ امام غزالی نے اپنی المنقذ من الضلال نامی کتاب میں ذکر کیا ہے۔[۴]

جہاں تک آپ کے منہج کا تعلق ہے تو آپ نے اس رسالہ کا آغاز بھی دیگر رسائل کی طرح حمد باری تعالیٰ سے کیا اور طویل دعائیہ کلمات سے اپنے رسالہ کو مزین فرمایا آپ نے جس انداز سے دلی جذبات کا اظہار فرمایا ملاحظہ فرمائیے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَاَنْزَلَ عَلَیهِ الْكِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَهٗ عِوَجاً قَیِّماً لِیُنْذِرَ بَاساً شَدِیداً مِنَ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُومِنِینَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْراً حَسَناً فَأَكْمَلَ بِهٖ لِعِبَادِهٖ دِیْنُهم وأَتَمَّ عَلَیْهِمْ نِعْمَتَهٗ وَرَضِیَ لَهُمُ الْإِسْلَامَ دِیْنًا وخَتَمَ بِهِ الأنبیاءَ والرُّسُلَ....."[۵]

دعائیہ کلمات کے بعد اسلاف کے طریق کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں صلاۃ وسلام کا تحفہ پیش کیا اور پھر باقاعدہ رسالہ کا آغاز کرتے ہوئے مرسل وکاتب کا ذکر کیا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے منہج کی نمایاں خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ اپنی نصوص کو قرآنی آیات و احادیث نبویہ کے زیور سے آراستہ فرماتے ہیں جس کی بہترین مثال تمہیدی کلمات ہیں جس میں انبیاء ورسل کے احوال اور مرتبہ کمال کا ذکر کرتے ہوئے فرمان خداوندی: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی O لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰی۔ اے استدلال واستشہاد کیا ہے۔

تیسری وجہ امتیاز یہ بھی نظر آتی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے استشہاد کے ساتھ ساتھ علماء ومفسرین کے اقوال سے تائید نکتہ، شرحِ مقصود یا رد قول کے لئے استدلال کرتے ہیں۔

مختصراً یہ کہ آپ کا داعیانہ لب ولہجہ، استدلال عقلی ونقلی، ہر شخص کے شایان شان القابات، پختہ وقوی استدلال آپ کے منہج کی نمایاں خصوصیات میں سے ہیں۔

استدلال کی نوعیت کو درج ذیل نکات سے سمجھا جاسکتا ہے:

(ا)۔ثبوت الحجة بالحجج القاطعه:

آپ رحمہ اللہ کے منہج کی بنیادی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آپ دعویٰ کو دلائل وبراہین قاطعہ سے ثابت کرتے ہیں اثبات النبوۃ کے حوالہ سے فلاسفہ کے مختلف دلائل وبراہین کا جواب دیتے ہوئے ایک ٹھوس اور قوی دلیل نمازوں کے اوقات میں اختلاف میں مضمر حکمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"نقول أليس يختلف الحكم فى الطالع بأن تكون الشمس فى وسط السماء أو فى الطالع أو فى الغارب قالوا بلى حتى بنوا على هذا تقويماتهم واختلاف المطالع وتفاوت الآجال والأعمار ولا فرق بين الزوال وبين كون الشمس فى وسط السماء ولا بين المغرب وبين كون الشمس فى الغارب فهل لتصديقه سبب الا أنه سمعه بعبارة"۔[٦]

ہم کہیں گے کہ کیا حکم طالع کے لحاظ سے مختلف نہیں ہوتے جب کہ آفتاب وسط آسمان میں ہو یا مشرق میں یا مغرب میں ہو تو وہ جواب دیں گے ہاں کیوں نہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اسی پر اپنی تقویمات، اختلاف مطالع اور مدتوں اور عمروں کے تفاوت کی بنیاد رکھی، حالانکہ زوال اور آفتاب کے

وسطِ آسمان میں ہونے میں اور نہ مغرب اور آفتاب کے غارب میں ہونے میں کوئی فرق ہے۔ پس اس تصدیق کا سبب بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس کو نجومی کی عبارت میں سنا ہے۔

(ب)۔اثبات الدعوی بالحجج العامّة:

شیخ موضوع اور مواضع کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے دلائل پیش کرتے ہیں اگر موضوع متقاضی ہو دلائل قویہ کا تو آپ قوی و پختہ دلائل سے استدلال کرتے ہیں اور اگر ضرورت براہین عامہ کی ہو تو آپ ویسے ہی دلائل سے اثبات و استدلال کرتے ہیں مثال کے طور پر "حکمته البعثة والشرائع" پر بات کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"الأولى والأنفع فی هذا المقام أن یذکر ما قاله حکماء الاسلام من أن التکلیف حسن، بیان ذلك ان الله تعالیٰ خلق الانسان بحیث لا یستقل وحده بأمور معاشه لاحتیاجه الی غذاء ولباس ومسکن وسلاح وغیر ذلك من الأمور التی کلها صناعی لا یقدر علیها صانع واحد مدة حیاته وانما یتیسر لجماعة یتعاضدون ویتشارکون فی تحصیلها"۔ ۷

اس مقام پر اس کا ذکر کرنا بہتر اور نافع ہے جو حکمائے اسلام نے کہا ہے کہ: تکلیف حسن ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے امورِ معاش میں مستقل نہیں ہے اس لئے کہ اس کو غذا، لباس، مکان، اسلحہ اور اس کے علاوہ ان امور کی ضرورت ہے جو کہ صناعی ہیں اور ان تمام پر ایک صانع اپنی مدت حیات میں قادر نہیں ہے بلکہ یہ ایک جماعت ہی کو میسر آ سکتا ہے کہ ایک دوسرے کی مدد کریں، اور اس کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے کے شریک ہوں۔

(ج)۔الدلاله بالحقائق الثابته:

حقائق ثابتہ سے دلالت و استدلال آپ کا خاصہ ہے جس کا منہ بولتا ثبوت کتاب اثبات النبوۃ کا مقدمہ ہے ملاحظہ فرمایئے:

"اذا علمت معنی النبوة فأکثر النظر فی القرآن والأخبار یحصل لك العلم الضروری بکونه صلی الله علیه وسلم علی اعلی درجات النبوة ... ان جمیع أقواله وأفعاله صلی الله علیه وسلم مشعر عن تکمیل النفوس البشریة فی قوتهم العلمیة والعملیة بالعقائد الحقة والأعمال الصالحة وعن معالجة القلوب المریضة وازالة ظلماتها ولا معنی للنبوة الا ذلك ا"۔ ۸

جب آپ نے نبوت کا معنی جان لیا تو قرآن اور احادیث میں بہت زیادہ غور کرو، اس سے تمہیں اس کا ضروری علم حاصل ہو جائے گا کہ آپ ﷺ نبوت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال و افعال، اعمال صالحہ و عقائد حقہ کے ذریعہ قوتِ علمیہ و عملیہ میں نفوس بشریہ کی تکمیل کی خبر دیتے ہیں اور بیمار دلوں کے علاج اور اس کی تاریکیوں کے ازالہ کی خبر دیتے ہیں اور نبوت کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں۔

(د)۔دلالۃ الدعوی بالمنطق وبالعقل:

شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ عام اور قوی دلائل و براہین کے ساتھ ساتھ عقل و منطق سے بھی اثبات کرتے ہیں جس کی بہترین مثال بحث معجزہ ہے آپ فرماتے ہیں:

"لا یتمیز الصادق عن الکاذب وینسد باب اثبات النبوۃ لأن العمدۃ فی اثباتها تحقق العلم الضروری العادی بصدق النبی عند ظهور المعجزۃ بل یلزم ان لا یکون المعجزۃ معجزۃ وأن لا یکون لها دلالۃ علی الصدق أصلا لأنها باعتبار خرقها العادۃ تسمی معجزۃ وتدل علی الصدق فلو جوزنا انخراق العادۃ مطلقا صارت هی حینئذ کالأمور المعتادۃ فی عدم الدلالۃ علی الصدق کطلوع الشمس فی کل یوم فالحق فی هذا المقام ما اتلو علیك انا انما جوزنا خرق العادۃ خاصۃ فی حق النبی اعجازاً أو فی حق الولی کرامۃ"۔[9]

اس صورت میں صادق کا امتیاز کاذب سے نہیں ہو سکتا اور اثبات النبوۃ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس لئے کہ اس کے ثابت کرنے میں اعتماد اس پر ہے کہ معجزہ کے ظاہر ہونے کے وقت نبی کے صادق ہونے کا علم ضروری عادی طور پر حاصل ہو بلکہ لازم آتا ہے کہ معجزہ معجزہ نہ رہے اور یہ کہ اس کی دلالت صدق پر بالکل نہ ہو اس لئے کہ وہ باعتبار اپنے خرق عادت کے معجزہ کہا جاتا ہے اور صدق پر دلالت کرتا ہے پس اگر ہم مطلقاً خرق عادت کو جائز قرار دیں تو وہ اس صورت صدق پر دلالت نہ کرنے کے اعتبار سے امور عادیہ کی طرح ہوں گے مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہونا پس حق اس مقام میں وہ ہے جو میں تم سے بیان کرتا ہوں کہ ہم نے خرق عادت کو صرف نبی کے حق میں اعجاز کے طور پر اور ولی کے حق میں کرامت کے طور پر جائز قرار دیا ہے۔

اس طرح معجزہ پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے بحثِ معجزہ کے آغاز میں رقمطراز ہیں جو اثبات بالمنطق والعقل کی عمدہ مثال ہے:

وھی عندنا عبارۃ عما قصد بہ اظہار صدق من ادعی انہ رسول اللہ ولھا شرائط:

(الف)۔أن تکون فعل اللہ لأن التصدیق منہ لا یحصل بما لیس من قبلہ۔

(ب)۔أن تکون خارقۃ للعادۃ لان ماھو معتاد کطلوع الشمس فی کل یوم وجدؤ الأزھار فی کل ربیع۔

(ج)۔أن یتعذر معارضتھا۔

(د)۔أن تکون ظاھرۃ علیٰ ید مدعی النبوۃ لیعلم أنہ تصدیق لہ۔

(ہ)۔أن تکون موافقۃ للدعوی فلو قال معجزتی أن احییَ میتا ففعل۔

(و)۔أن لا یکون ما ادعاہ وأظھرہ من المعجزۃ مکذبا لہ فلو قال معجزتی أن ینطق ھذا الضب فنطق الضب أنہ کاذب۔

(ز)۔أن لا تکون متقدمۃ علی الدعوی لأن التصدیق قبل الدعویٰ لا یعقل"[۱۰]

"معجزہ سے ہمارے نزدیک مراد وہ چیز ہے جس سے اس شخص کی صداقت کا اظہار مقصود ہو جو اس کا دعویٰ کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور اس کی چند شرائط ہیں:

(ا)۔یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہو، کیونکہ تصدیق اسی وقت حاصل ہو گی جبکہ اس کی طرف سے ہو۔

(ب)۔یہ کہ خارق عادت ہو کیونکہ جو چیز معتاد ہے مثلاً روزانہ آفتاب کا طلوع ہوتا، اور ہر بہار میں پھولوں کا ظاہر ہونا، یہ صدق پر دلالت نہیں کرتے۔

(ج)۔یہ کہ اس کا معارضہ دشوار ہو۔

(د)۔یہ کہ مدعی نبوت کے ہاتھوں ظاہر ہو تا کہ معلوم ہو کہ یہ اس کی تصدیق ہے۔

(ھ)۔یہ کہ دعویٰ کے موافق ہو چنانچہ اگر کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں تو کر کے دکھائے۔

(و)۔یہ کہ جس کے معجزہ ہونے کا دعوی کیا ہو اور معجزے کے طور پر پیش کیا ہو وہ اس کو جھٹلانے والا نہ ہو چنانچہ اگر کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ یہ گوہ بولے اور وہ گوہ کہہ دے کہ یہ جھوٹا ہے تو اس سے اس کا سچا ہونا معلوم نہ ہو گا۔

(ز)۔یہ کہ معجزہ دعوے پر مقدم نہ ہو۔اس لئے کہ دعوے سے پہلے تصدیق عقل میں نہیں آتی۔"

فنی وادبی اعتبار سے آپ کا اسلوب نگارش بے شمار ممیّزات، خصائص اور اوصاف سے متصف ہے جن میں سے:

(۱)۔ خطابی اسلوب

(۲)۔ الاسلوب الحکیم

(۳)۔ الفاظ وتراکیب کا حسین امتزاج

(۴)۔ ایجاز واطناب

(۵)۔ عمدہ وماہرانہ تصویر کشی

(۶)۔ حقائق ثابتہ سے استدلال

(۷)۔ ثبوت کو شرائط سے مشروط کرنا

(۸)۔ عقل ومنطق سے اثبات دعوئی

(۹)۔ کلمات جزلہ ومألوفہ کا استعمال

(۱۰)۔ پختہ وقوی تراکیب

(۱۱)۔ بلند پایہ ادبی لغت کا استعمال

(۱۲)۔ عدم مبالغہ

(۱۳)۔ کلام کو قرآنی آیات واحادیث سے مزین فرمانا

(۱۴)۔ ہر شخصیت کے شایان شان القابات کا استعمال

(۱۵)۔ داعیانہ لب ولہجہ

(۱۶)۔ وقت رسی

(۱۷)۔ اور اسالیب عرب سے آگاہی

مذکورہ محاسن میں سے چند ایک کا ذکر میں اپنے مقالہ بعنوان: مجدد الف ثانی کا عربی اسلوب نگارش عربی مکاتیب کی روشنی میں کر چکا ہوں۔[۱۱] دیگر اور اہم ترین چند نمونے پیش خدمت ہیں۔

(۱)۔ الأسلوب الخطابي:

شیخ مجدد الف ثانی کے اسلوب کی بنیادی، بڑی اور اہم ترین خوبیوں میں سے ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ کی نگارشات میں خطابی اسلوب وانداز پایا جاتا ہے جو ذہنی بیداری کے لئے مہمیز ثابت ہوتا ہے تلقین کا یہ انداز بے پناہ اثر انگیز اور مفید معلوم ہوتا ہے اسی لئے آپ کے اکثر مکتوبات کا آغاز

"اعلم" جیسے کلمات سے ہوتا ہے۔مثال کے طور پر زیر نظر رسالہ میں آپ نے بارہا یہ لفظ استعمال کیا ہے جو آپ کے اسلوب خطابی کا بین ثبوت ہے نبوت کے معنی کی تحقیق میں کلام کا آغاز اس انداز سے فرمایا:

" اعلَمْ أَنَّ النَّبِيَّ عِندَ المُتَكَلِّمِينَ مَنْ قَالَهُ اللهُ أَرْسَلْتُكَ إِلَى قَومٍ كذا أو إِلَى كَافَةِ النَّاسِ أَوبَلِّغْهُمْ عَنِّي أَو نَحْوَهُ مِنَ الأَلْفَاظِ المُفِيدَةِ لِهَذَا المَعْنى كَبَعَثْتُكَ إِلَيهِم ونَبِّئْهم....."۔۱۲

"جان لو کہ متکلمین کے نزدیک نبی وہ ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ میں نے تمہیں کسی خاص قوم یا بنی نوع انسان کی طرف مبعوث فرمایا ہے یا یہ کہ اسے کہا ہو کہ میری طرف سے ان کو یہ پیغام دعوت پہنچادو یا اس معنی و مفہوم کی ادائیگی کے لئے مناسب و مفید الفاظ استعمال کئے ہوں مثلاً یہ کہ "میں نے تم کو ان لوگوں کی طرف بھیجا" اور ان کو خبر دے دو۔"

اسی طرح صفحہ نمبر ۱۵، ۲۲، ۳۶، اور ۴۳ پر موجود عبارتیں اسلوب خطابی کے لئے قابل ملاحظہ ہیں:

(۲)۔الأسلوب الحکیم:

اسی طرح آپ علیہ الرحمتہ کوئی بات پہنچانے کی غرض سے ایسا انداز اختیار کرتے ہیں جو کہ بہتر انداز سے سامع تک پہنچ سکے اور بہترین انداز سے اثر انداز بھی ہو تو اسے ہم علم البدیع کی رو سے الأسلوب الحکیم کہتے ہیں جیسا کہ آپ نے معجزہ کے ذکر میں اختیار کیا ملاحظہ فرمایئے درج ذیل عبارت:

ادعى الرجل بمشهد الجم الغفير انى رسول هذا الملك اليكم ثم قال للملك: ان كنت صادقا فخالف عادتك وقم من الموضع المعتاد لك وهو السرير واقعد بمكان لا تعتاده ففعل كان ذلك نازلا منزلة التصديق بصريح مقاله ولم يشك أحد فى صدقه بقرينة الحال وليس هذا من باب قياس الغائب على الشاهد بل ندعى أن ظهور المعجزة يفيد علما ضروريا بالصدق وان كونه مفيد اله معلوم بالضرورة العادية ويذكرهذا المثال للتفهيم وزيادة التقرير۔"۱۳

"کوئی شخص جم غفیر کی موجودگی میں دعویٰ کرے کہ میں اس بادشاہ کی طرف سے تمہاری طرف قاصد بن کر آیا ہوں پھر وہ بادشاہ سے کہے کہ اگر میں سچا ہوں تو تو اپنی عادت کے خلاف کر اور اپنی عادی جگہ یعنی تخت سے اٹھ جا اور اس جگہ بیٹھ جا جس کا تو عادی نہیں۔ اور بادشاہ ایسا کرے تو یہ اس شخص کی صریح گفتگو کی تصدیق کے بمنزلہ ہوگی، اور قرینۂ حال کی بنا پر کسی شخص کو اس میں تک نہ ہوگا اور یہ

غائب کو حاضر پر قیاس کے قبیل میں سے نہیں ہے بلکہ ہم دعوی کرتے ہیں کہ معجزہ کا ظاہر ہونا صدق کے علم ضروری ہونے کا فائدہ دیتا ہے اور اس کے لئے اس کا مفید ہونا ضرورت عادیہ کی بنا پر معلوم ہے اور یہ مثال سمجھانے کے لئے اور تقریر کی زیادتی کے لئے بیان کی جاتی ہے"۔

۳۔پختہ و قوی تراکیب:

امام ربانی علیہ الرحمۃ پختہ و قوی تراکیب استعمال کرتے ہیں جو نسیب عرب کے عین مطابق ہیں اس سے آپ کی عربی زبان و ادب سے گہری وابستگی عیاں ہوتی ہے یہ ایسی تراکیب ہیں اگر عرب بھی انہیں پڑھیں تو عش عش کر اٹھیں ایسی ہی خوبصورت و دلفریب تراکیب کو یکجا دیکھنے کے لئے کتاب ہذا کا مقدمہ قابل ملاحظہ ہے جس میں دعائیہ کلمات کے بعد بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اپنی بے پناہ محبت وعقیدت کا اظہار کر رہے ہیں۔

"وجعله أفضل الانبياء وأكرم الرسل وأعدل لهم ملة وأقومهم دينا وشرعا هو الذى أخبر سبحانه عن اعتدال حاله ومرتبة كماله بقوله: ما زاغ البصر وما طغى لقد راى من آيات ربه الكبرى محمد ن المبعوث الى كافة الورى ليدعوهم الى تنزيهه وتوحيده ويكملهم فى قوتهم العلمية والعملية ويعالج قلوبهم المرضى ...."[۱۴]

آپ ﷺ کو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور تمام رسولوں سے معزز اور ملت کے اعتبار سے سب سے معتدل اور دین و شرع کے اعتبار سے سب سے زیادہ درست بنایا اور جن کے اعتدال حال اور مرتبہ کمال کے متعلق اللہ تعالی نے اپنے قول (ما زاغ البصر وما طغى لقد راى من آيات ربه الكبرى) کے ذریعہ خبر دی۔ حضرت محمد ﷺ وہ ہیں جو تمام مخلوقات کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان سب کو اللہ تعالی کی تنزیہ اور توحید کی دعوت دیں ان کو ان کی قوت علمیہ و عملیہ میں کامل کریں۔

(۴)۔ایجاز واطناب:

شیخ مجدد علیہ الرحمۃ ثاقب نظر، عمیق فکر اور وسیع معلومات کے حامل ہیں۔ آپ بغیر افادۃ کے کسی موضوع میں غوطہ زن نہیں ہوتے کبھی آپ اشارۃ بات کر دیتے ہیں اور کبھی علماء وصالحین کے اقوال و فرمودات پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں مزید تبصرہ یا معلومات ضبط تحریر میں نہیں لاتے جس کی بہترین مثال "حكمة البعثة والشرائع" کا موضوع ہے۔ جس میں آپ نے بات کا آغاز ہی اس انداز سے کیا:

"الأولی والانفع فی هذا المقام ان یذکر ما قاله حکماء الاسلام من أن التکلیف حسن... "۱۵؎

اس مقام پر اس کا ذکر کرنا بہتر اور نافع ہے جو حکمائے اسلام نے کہا ہے کہ "تکلیف حسن ہے۔۔۔"

گویا کہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ ایجاز واطناب کا حسین و دلفریب مرقع ہے۔۱۶؎

(۵)۔التدقیق الشدید:

آپ کی رسالہ ھذا کے اکثر مواضع پر یہ بات ملاحظہ کی گئی ہے کہ آپ کے ہاں دقت رسی بہت زیادہ ہے آپ باریک بینی سے معاملات پر غور فرماتے ہیں اور عمیق مطالعہ کے بعد اپنے خیالات و معلومات کو تحریر کا جامہ پہناتے ہیں مثال کے طور پر "شبه القادحین فی اعجاز القرآن" کے موضوع کے تحت لکھی گئی عبارتیں آپ کی وقت رسی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

(۶)۔لغة أدبية عالية:

تدقیق شدید کے ساتھ ساتھ آپ ہمیشہ جزلہ و مالوفہ کلمات استعمال کرتے ہیں پھر ان کو خوبصورت جملوں کے قالب میں ڈھالتے ہیں جو سجع، قافیہ اور پر تکلف محسنات بدیعیہ کے گورکھ دھندے سے پاک ہوتے ہیں جس وجہ سے بات سامع اور مخاطب کے قلب وذہن تک بڑی آسانی اور دلنشین انداز میں پہنچ جاتی ہے۔

آپ کی یہ سادہ مگر بلند پایہ علمی وادبی تحریریں تعلیم و تربیت کے لئے بہت مفید ثابت ہوتی ہیں آپ اپنے اکثر منسوبین کی تربیت کے لئے یہی انداز وطریقہ کار اختیار کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود بھی آپ کی نگارشات خواص، عوام الناس اور علماء و محققین کے لئے مشعل راہ ہیں اور وہ مسلسل ان سے مستفید ہورہے ہیں۔

حوالہ جات وتعلیقات

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے: ”حضرت مجدد اور دو قومی نظریہ“ اور ڈاکٹر ظہور احمد اظفر مطبوعہ مقالہ بعنوان ”ارمغانِ امام ربانی“ ۵۵-۳۳-۲، شیر ربانی پبلیکیشنز، لاہور ۲۰۱۰ء۔

۲۔ رسالہ اثبات النبوۃ کے مطبوعہ نسخوں میں دوسرے مقالہ کی تفصیلات مفقود ہیں اسی لئے ان پر بحث ممکن نہیں۔

۳۔ اثبات النبوۃ، ص:۱۳۔

۴۔ اثبات القوۃ، ص:۲۴۔

۵۔ اثبات النبوۃ، ص:۹۔

۶۔ اثبات النبوۃ، ص:۳۶۔

۷۔ اثبات النبوۃ، ص۲۸۔

۸۔ اثبات النبوۃ، ص:۱۲۔۱۳۔

۹۔ اثباۃ النبوۃ، ص:۲۱۔

۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ارمغان امام ربانی، ۲/ ۲۰۸۔۲۲۸

۱۲۔ اثبات النبوۃ، ص:۱۴

۱۳۔ اثبات النبوۃ، ص:۲۰۔

۱۴۔ اثبات النبوۃ، ص:۹

۱۵۔ اثبات النبوۃ، ص:۲۸

۱۶۔ اس طرز کی مزید معلومات اور مثالوں کے لئے ملاحظہ فرمائیں ”فی تحقیق معنی المدورۃ“، ص ۱۴۔۱۶، اور ”وجوہ اثبات النبوۃ“ ص ۴۱۔۴۳

ذکرِ رحمت للعالمین ﷺ بزبانِ سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ

لئیق احمد

(ریسرچ اسکالر، شعبہ معارف اسلامی، جامع کراچی)

حضور نبی کریم (ﷺ) کی شانِ اقدس اور سیرتِ طیبہ پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور بہت کچھ لکھا جارہا ہے۔ تاریخِ انسانی میں یہ خاصہ صرف حضور رسالتِ مآب (ﷺ) کی ذات پاک کو حاصل ہے کہ آپ (ﷺ) کی حیاتِ مبارکہ کا ایک ایک لمحہ چاہے اس کا تعلق آپ (ﷺ) کی انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی زندگی سے، نہ صرف محفوظ ہے بلکہ اہلِ ایمان کے لیے مینارہ نور کی صورت موجود ہے۔ انسانیت کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ حضور نبی کریم (ﷺ) کی سیرتِ مبارکہ ہے۔ اسی لیے ہر دور میں علماء عاملین و فقراء کاملین نے اپنے اپنے انداز میں حضور علیہ السلام کی عظمت و حیاتِ طیبہ پر لکھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

اسی تناظر میں اگر سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (قدس اللہ سرّہٗ) کی تصانیف خواہ اس کا تعلق نثر سے ہو یا نظم سے عشقِ رسول (ﷺ) میں ڈوبی نظر آتی ہیں۔ بلکہ آپؒ کا حضور علیہ السلام سے ایسا روحانی رشتہ ہے کہ آپؒ نے اپنی تمام تصانیف حضور علیہ السلام کے اذن سے لکھی ہیں۔ آپؒ کی تصانیف کا شاید ہی کوئی صفحہ ہو جس میں آپ علیہ الرحمہ نے حضور علیہ السلام کے فرامینِ مبارکہ، مجلسِ محمدی (ﷺ) کی حضوری، تصورِ اسم محمد (ﷺ) کے معارف یا حضور علیہ السلام کی عظمت کے کسی گوشے پر گفتگو نہ فرمائی ہو۔ اس لیے ابتداء میں ہی عرض کردوں کہ زیرِ نظر مضمون کا عنوان کئی جلدوں پر محیط کتب کا متقاضی ہے۔ چند صفحات کے مقالے میں اسے پیش کرنا ناممکن ہے۔ اسی لیے ناچیز نے موضوع کے تحت منتخب عنوانات کا انتخاب کیا ہے۔ جس پر مختصر اًبحث کی ہے۔

1۔ نعتِ رسولِ مقبول (ﷺ) از فارسی:

سلطان العارفین (قدس اللہ سرّہٗ) کا فارسی دیوان موسوم بہ دیوانِ باھوؒ 54 عارفانہ و عاشقانہ غزلوں پر مشتمل ہے اور متعدد فارسی اشعار آپؒ کی نثری تصانیف میں جابجا ملتے ہیں۔ دیوانِ باھو ہو یا آپؒ کی نثری تصانیف تمام اشعار میں ایک بہت بڑی تعداد نعتیہ اشعار کی ملتی ہے جسے اہلِ تحقیق کو ایک جگہ جمع کر کے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں راقم اختصار کے پیشِ نظر صرف آپ کی تصنیفِ لطیف محک الفقر (کلاں) کے چند اشعار پیش کر رہا ہے۔

وہ لوگ جو مدحتِ رسول (ﷺ) میں اشعار لکھتے ہیں آپؒ ان کی شان کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”شعراء کی بھی دو اقسام ہیں: ایک وہ شاعر ہیں جو غیر ماسوی اللہ سے ہٹ کر محض واحد ذاتِ حق تعالیٰ کی توحید بیان کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی مدح کے بغیر زبان نہیں کھولتے۔ ایسے شعراء ذاتِ حق سے واقف ہوتے ہیں۔ ان صاحبِ ہدایت شعراء کے بارے میں حضور نبی کریم (ﷺ) کا فرمان ہے بے شک عرشِ الٰہی کے نیچے ایک خزانہ ہے اس کی چابی شعراء کی زبان ہے“۔[1]

محک الفقر کلاں میں موجود چند منتخب نعتیہ اشعار پیشِ خدمت ہیں:

سرّ قرآن است رازش مصطفےؐ
سرّ نبودی کس نگفتن جز الہ[2]

”سرِ الٰہی قرآن ہے اور اس کے راز دان حضور علیہ السلام ہیں۔ اگر حضور (ﷺ) نہیں ہوتے تو اللہ سے کوئی واقف نہیں ہوتا“۔[3]

ہر کہ بر روئی محمدؐ شد فدا
میر سد او در مراتب اولیاء[4]

”جو آدمی حضور نبی کریم (ﷺ) کے مکھڑے پر فدا ہو گیا وہ مراتبِ اولیاء پر پہنچ گیا“۔

ہر کہ بیند باطنی روئے مصطفیؐ
واقف اسرار گردد از الہ
اعتقاد و صدق باید بر نبیؐ
آن کریم و آن شفیع و آن سخی[5]

""جس نے باطن میں حضور علیہ السلام کی زیارت کی وہ تمام اسرار الٰہی سے واقف ہو گیا۔ صادق اعتقاد یہ ہونا چاہیے کہ حضور علیہ السلام بے حد کریم و سخی اور ہمارے شفیع ہیں۔

2۔ نعتِ رسول (ﷺ) از ابیاتِ باھُو:

سلطان العارفین کی تمام تصانیف فارسی میں ہیں لیکن انہوں نے چند اشعار لہندی زبان (جس سے پنجابی، سرائیکی اور ہندکو الگ ہوئی ہیں) میں لکھے ہیں جنہیں ابیاتِ باھو کا نام دیا گیا ہے۔ جو عوام میں بہت مشہور و مقبول ہیں۔ آپ کے متعدد ابیات نعتیہ اشعار پر مبنی ہیں۔ لیکن اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک بیت مبارک ترجمے کے ساتھ پیشِ خدمت ہے۔

ب:　بسم اللہ اسم اللہ دا ایہہ بھی گہناں بھارا ھو
نال شفاعت سرور عالم چھٹسی عالم ساراھو
حدوں بے حد درود نبی توں جیندا ایڈ پساراھو
میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ملیا نبی سوہاراھو

بِسْمِ اللہ میں "اِسم اللہ" ذات پوشیدہ ہے اور یہ وہ بھاری امانت ہے جس کو اٹھانے میں روزِ ازل انسان کے سوا ہر شے اور مخلوق نے عاجزی ظاہر کر دی تھی اور یہ امانت ہمیں نبی کریم (ﷺ) کے وسیلہ سے نصیب ہوئی ہے۔ روزِ قیامت رسول کریم (ﷺ) کی شفاعت سے ہی تمام عالم کو نجات حاصل ہو گی اس لیے رسول کریم (ﷺ) پر بے حد و بے حساب درود سلام بھیجنا چاہیے کہ ہم ایسے صاحبِ برکت، صاحبِ عظمت اور صاحبِ رحمت نبی (ﷺ) کی امت سے ہیں اور آپ (ﷺ) ایسے عظیم المرتبت نبی ہیں کہ "فقر" کی عظیم نعمت آپ (ﷺ) کے وسیلہ سے ہی نصیب ہوئی ہے۔

3۔ درود و سلام کا بیان:

آپؒ کی تمام تصانیف کا اسلوب یہ ہے کہ آپؒ اپنی تصانیف کی ابتداء اللہ رب العزت کی حمد و ثناء سے کرتے ہیں اور پھر حضور علیہ السلام کی نعت میں چند نثری کلمات فرماتے ہوئے خوبصورت الفاظ میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے ہیں لیکن درود و سلام کا انداز و الفاظ کا انتخاب ہر تصنیف میں مختلف و منفرد ملتا ہے- صرف تین تصانیف کا ابتدائیہ پیشِ خدمت ہے۔

1۔ محک الفقر کلاں:

"ہزاراں ہزار بلکہ بے شمار درود و سلام ہو اس سید السادات ہستی پر کہ جس کی شان میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

"اے نبی آپ (ﷺ) فرمادیں کہ اگر تم محبتِ الٰہی کے طلب گار ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا"۔

جن کی شان میں حدیث قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

"لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ وَلَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِيَّةَ"

"محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا"۔

"كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِيْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَائَكَ يَا مُحَمَّدُ"

"ہر کوئی میری رضا چاہتا ہے لیکن اے محبوب (ﷺ) میں آپ کی رضا چاہتا ہوں"۔

2۔ اسرار القادری:

"بے حد و بے حساب درود پاک ہو سید السادات حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) پر جو محمود ہیں سلطاناً نصیرا کے خطاب سے جن کا مقام ہے قاب قوسین او ادنی، جو جامع ہیں اسرار المنتہیٰ کے، جن کی نعت میں فرمان حق تعالیٰ ہے: محبوب آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ جن کی صفات متبرکات ہیں۔ فنا فی ذاتِ ھو اور وہ ہے خاتم الانبیاء رسول رب العالمین "صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحبہ و اھل بیتہ اجمعین"۔

3۔ مجالستہ النبی (ﷺ) خورد:

"درود ہو سید السادات رب العالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) پر جن کی شان میں اللہ نے فرمایا ہے اللہ وہ ہے جس نے اپنا رسولِ ہدایت و دینِ حق کے ساتھ بھیجا"۔

یہ ترتیب آپؒ کی ہر تصنیف میں موجود ہے اور ہر تصنیف میں مدحتِ رسول (ﷺ) کا انداز دل کو چھو لینے والا اور عشقِ رسول (ﷺ) میں ڈوبا نظر آتا ہے۔

4۔ نور محمدی (ﷺ) کی تخلیق کا بیان:

حضور نبی کریم (ﷺ) بعثت کے اعتبار سے خاتم النبیین ہیں لیکن تخلیق کے اعتبار سے اول ہیں جیسا کہ حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) کی روایت ہے:

"یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَآئِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ"[6]

"اے جابر بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا"۔

اس حدیث مبارکہ کے علاوہ بھی کئی احادیث مبارکہ میں نورِ محمدی (ﷺ) کی تخلیق کا بیان ہوا۔ ان احادیث مبارکہ کی تشریح و معارف کو سلطان العارفین (قدس اللہ سرّہٗ) نے اپنی تصانیف مبارکہ میں درجنوں مقامات پر بیان فرمایاہے۔ صرف ایک مقام درج ذیل ہے:

1۔ جان لے! کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنا چاہا تو اپنے نور سے حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) کی روحِ پر فتوح کے نور کو اپنے مقصود کے مطابق پیدا فرمایا اور روحِ محمد (ﷺ) کا خود ہی مشتاق و شیدا ہوا اور اسے حبیب اللہ کا خطاب دیا اور حضور علیہ السلام کی محبت میں سرشار ہو کر امر کن فرمایا- اللہ تعالیٰ کے اسی امر پر حضور علیہ السلام کے نور سے اٹھارہ ہزار عالم کی کل مخلوق کی ارواح مثلاً جن و انس و ملائکہ کی جملہ ارواح میدانِ ازل میں اپنے اپنے مراتب کے لحاظ سے صف بستہ ہو کر ظاہر و ایستادہ ہو گئیں اس کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" (کیا میں تمہارا رب نہیں) تمام روحوں نے جوب دیا "بلٰی" (ہاں کیوں نہیں)"۔[7]

5۔ معارفِ اسم محمد (ﷺ):

اللہ کے بے شمار صفاتی اسماء ہیں لیکن اسم اللہ اس کا ذاتی اسم ہے۔ حضور علیہ السلام کے بھی بے شمار صفاتی اسماء ہیں لیکن اسم محمد (ﷺ) حضور علیہ السلام کا ذاتی اسم ہے۔ سلطان العارفین کی تعلیمات کا کثیر حصہ اسم اللہ اور اسم محمد (ﷺ) کے معارف کی تفسیر و توضیح ہیں۔ آپ نے تصور اسم محمد (ﷺ) سے مجلس محمدی (ﷺ) کی حضوری پر شرح سے اپنی تصانیف میں گفتگو فرمائی ہے۔ آپ اسم محمد (ﷺ) کو مجلس محمدی (ﷺ) کا ذریعہ قرار دیتے ہیں جیسا کہ آپ اپنے فارسی اشعار میں فرماتے ہیں:

زنام محمدؐ شود دل صفا

زنام محمدؐ مشرف لقاء[8]

"حضور علیہ السلام کا نام لینے سے دل کی صفائی ہو جاتی ہے۔ سرور کائنات (ﷺ) کے نام سے دیدار کا شرف حاصل ہوتا ہے"۔

اہل ایمان اسم اللہ اور اسم محمد (ﷺ) کے ذکر و تصور سے فرحت پاتے ہیں جبکہ اہل کفار و منافقین کے لیے یہ اسماء قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آپؒ فرماتے ہیں:

"شیطان ہدایت و اسم اللہ و اسم محمد (ﷺ) سے اس طرح ڈرتا ہے جس طرح قاتل کفار کلمہ طیبہ سے ڈرتا ہے"۔[9]

ایک اور مقام پر اسی حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

"جسے اسم اللہ و اسم محمد (ﷺ) پر یقین نہیں وہ منافق ہے اگرچہ وہ رسم و رواج کے طور پر کلمہ طیب کو پڑھتا ہے مگر کلمہ طیب کی قدر و تصدیق سے محروم ہے۔ اسم اللہُ میں اسم اعظم ہے اور اسم محمد (ﷺ) میں صراط مستقیم ہے"۔[10]

6۔ حلیہ مبارک:

سلطان العارفین (قدس اللہ سرہٗ) نے اپنی دو تصانیف کلید التوحید کلاں اور محک الفقر کلاں میں شمائل نبوی (ﷺ) کے مطابق حلیہ مبارک کو بیان کیا ہے جیسا کہ آپؒ بیان فرماتے ہیں:

شمائلِ نبوی (ﷺ) میں درج حضور علیہ السلام کا حلیہ مبارک یوں ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! آپ (ﷺ) کا رنگ گندم گوں تھا، آپ کی پیشانی کشادہ تھی، آپ (ﷺ) کے دندان مبارک بھی کشادہ تھے، آپ (ﷺ) کی بینی بلند تھی، آپ کی آنکھیں سیاہ تھیں آپ (ﷺ) کا چہرہ مبارک ملیح و سلونا تھا، آپ کی داڑھی گھنی تھی، آپ (ﷺ) کے ہاتھ لمبے تھے، آپ کی انگلیاں باریک تھیں، آپ (ﷺ) کا قد درمیانہ تھا، آپ کے وجود مبارک پر بال نہیں تھے، فقط ایک خط سے سینے سے ناف تک کھنچا ہوا اور آپ (ﷺ) کی پیٹھ پر مہر نبوت ثبت تھی"۔[11]

7۔ خلقِ محمدی (ﷺ):

خلق کے لغوی معنی عادت و خصلت کے ہیں- اخلاق حسنہ میں عفو و درگزر، صبر و تحمل، قناعت و توکل، خوش خلقی و مہمان نوازی، تواضع و انکساری، خلوص و محبت جیسے اوصاف قابلِ ذکر ہیں اور اخلاق

حسنہ کے جملہ اوصاف و کلمات کا کامل عملی نمونہ حضور علیہ السلام کی ذات اقدس ہے جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ"[12]

"اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)"۔

سلطان العارفین اپنی تصانیف میں جابجا خلقِ محمدی (ﷺ) کو اپنانے کی بات کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کے اسوہ حسنہ ہی کو نجات کا ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپؒ اپنے فارسی اشعار میں فرماتے ہیں:

خلق با خلق است بہ خالق تمام

نیک خصلت ہم چون بودی والسلام[13]

"خلق کے ساتھ اچھے خُلق سے معیت خالق حاصل ہوتی ہے اس لیے حضور علیہ السلام کی طرح نیک خصلت ہو جا کہ اس میں سلامتی ہے"۔

فقیری کا دعویٰ کرنا آسان ہے مگر خلق محمدی (ﷺ) کی عملی تصویر بننا نہایت مشکل و دشوار ہے۔ جیسا کہ آپؒ فرماتے ہیں:

"نبی کریم حضرت محمد (ﷺ) کی مجلس کی حضوری حاصل کر لینا آسان کام ہے لیکن خلق محمدی (ﷺ)، رضائے محمدی (ﷺ) اور باطن صفائے محمدی (ﷺ) حاصل کرنا بہت مشکل و دشوار کام ہے"۔

راہِ تصوف و راہِ سلوک کا پہلا سبق ہی تکبر کا وجود سے خاتمہ اور سالک کا عجز و انکساری کی مجسم تصویر بننا ہے جیسا کہ سلطان العارفین "طالبانِ مولیٰ" کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اے باھو! فقیر ہو جا اور اپنے ظاہر کو اچھے اخلاق سے سنوار۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے اپنے اندر اخلاقِ الٰہیہ پیدا کرو اگر پنہاں رہو تو اپنے اندر خضر علیہ السلام کی مانند رہو اور اگر عوام میں ظاہر ہو تو حضور علیہ السلام کی مانند رہو۔ جب حضور علیہ السلام یوں عاجزی کریں کہ "اے محمد (ﷺ) کے رب کاش تو محمد (ﷺ) کو پیدا نہ کرتا" تو کسی اور کی کیا مجال کہ اونچے سروں میں بولے"؟

"پس معلوم ہوا خود پرست ابلیس ہوتا ہے اور یقین چاہیے کہ فقر کا دعویٰ کرنے والا اہل دوکان شیطان کا ساتھی ہے"۔[14]

8۔ معراج النبی (ﷺ):

سلطان العارفین (قدس اللہ سرّہٗ) نے طالبانِ مولیٰ کو تلقین فرماتے ہوئے اپنی تصانیف میں سینکڑوں مقامات پر معراج النبی کے واقعات کے مختلف گوشوں کو بیان فرمایا ہے۔ چند مقامات پیشِ خدمت ہیں:

ا۔ رویتِ باری تعالیٰ پر سلطان العارفین کا مؤقف:

”جب پیغمبر (ﷺ) معراج سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے تو پہلے عاشقوں نے آپ (ﷺ) سے پوچھا یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ نے خدا کو دیکھا؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہاں دیکھا“۔[15]

۲۔ معراج کی رات علوم کا عطا ہونا:

”پس سرورِ کائنات حضرت محمد (ﷺ) کو حکم ہوا کہ اے محمد (ﷺ) تیس ہزار باتیں جو امور شریعت اور آداب کے بارے میں ہیں مخلوقِ خدا کو بتا دینا اور تیس ہزار باقی کو محفوظ کر لینا کیونکہ وہ راز کی باتیں ہیں اور باقی تیس ہزار باتوں کو خواہ کہو خواہ محفوظ رکھ لو یہ تیرا اختیار ہے“۔[16]

۳۔ حضور علیہ السلام کا فقط ذاتِ حق کو طلب کرنا:

”معراج کی رات حضور علیہ السلام براق پر سوار ہوئے، جبرائیل آپ (ﷺ) کے آگے آگے پاپیادہ دوڑے عرش سے فرش تک دونوں جہاں آراستہ کیے گئے اس سارے اہتمام کے باوجود حضور علیہ السلام نے اپنی نگاہ ذاتِ حق تعالیٰ سے نہیں ہٹائی۔ چنانچہ فرمانِ حق تعالیٰ ہے ”بہکی نہیں آپ (ﷺ) کی نگاہ نہ حد سے بڑھی“۔[17]

9۔ عقیدہ ختمِ نبوت:

سلطان العارفین (قدس اللہ سرّہٗ) نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر عقیدہ ختم نبوت کو واضح فرمایا ہے اور حضور کے بعد کسی بھی مدعی نبوت کو برملا کافر لکھا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

”پانچ مراتب ایسے ہیں جن پر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور اگر کوئی ان پر پہنچنے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ دینِ محمدی (ﷺ) سے برگشتہ و کافر ہے میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں“۔

قرآن مجید حضور (ﷺ) کے بعد کسی پر نازل نہیں ہو سکتا۔

مراتبِ معراج پر حضور علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

مراتبِ نبوت پر انبیاء کے علاوہ اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

سوائے پیغمبروں کے اور کسی پر وحی نازل نہیں ہو سکتی۔

اصحاب کبار اور دیگر صحابہ کرام کے مراتب تک اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔[18]

آپ (قدس اللہ سرّہٗ) نے اپنی تصانیف میں حضور علیہ السلام کا ذکرِ خیر فرماتے ہوئے کثرت کے ساتھ خاتم النبیین کے لقب کو درج فرمایا ہے۔ آپ قدس اللہ سرّہٗ کی ختم نبوت کی سب سے بڑی دلیل حضور علیہ السلام کی مہر نبوت ہے جس کا نقش آپ علیہ السلام نے اپنی تصانیف محک الفقر کلاں اور کلید التوحید کلاں میں درج فرمایا ہے۔

آپؒ مہر نبوت کا ذکر اپنے دلنشین انداز میں یوں فرماتے ہیں:

ہر کہ بیند مہر را بر پشت ماہ

بہ زماہی مہر نبوی مصطفےٰؐ[19]

"ہر کسی کو خال چاند پر نظر آتا ہے اس سے کہیں زیادہ خوبصورت نقش حضور علیہ السلام کی پشت مبارک پر مہر نبوت کا ہے"۔

10۔ عقیدہ حیات النبی (ﷺ):

سلطان العارفین (قدس اللہ سرّہٗ) کے نزدیک عقیدہ حیات النبی (ﷺ) ایمان کا حصہ ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ بے دین لعین منافق و بے یقین ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

"پس جو شخص حیات النبی (ﷺ) کا منکر ہے وہ کس طرح حضور علیہ السلام کی امت کا مومن مسلمان ہو سکتا ہے؟ وہ جو بھی ہے جھوٹا و بے دین و منافق ہے اور حضور علیہ السلام کا فرمان ہے: جھوٹا آدمی میرا امتی نہیں ہے"۔[20]

ایک جگہ آپؒ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

"سن اگر کوئی شخص حضور (ﷺ) کی حیات کو مردہ سمجھتا ہے تو اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے"۔[21]

11۔ عقیدہ علمِ غیب:

آقائے دوجہاں (ﷺ) کی وسعت علم اور اطلاع علی الغیب کا اظہار اللہ رب العزت کے فرمان "مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ" سے ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں جس علم غیب کی نفی ہے وہ ذاتی علم غیب کی ہے جبکہ

حضور علیہ السلام کو غیب کا علم اللہ کی عطا سے ہے اور حضور سلطان العارفین کے مطابق جو حضور کے علم میں شک کریں وہ زندیق ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:

"تو علم محمدی (ﷺ) پر تعجب نہ کر اور نہ اس پر تنقید کر کہ یہ طریق تحقیق سے ثابت ہے جو اس میں شک کرے وہ زندیق ہے"۔[22]

حضور علیہ السلام امّی نبی ہیں۔ آپ (ﷺ) کے معلم صرف اللہ رب العزت کی ذات ہے اسی نکتہ کی وضاحت آپؒ نے اپنی تصنیف لطیف محک الفقر کلاں میں اس خوبصورت انداز میں یوں پیش کی:

"اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تین مرتبہ معرفتِ فقر کی تعلیم و تلقین فرمائی۔ پہلی مرتبہ نورِ محمدی (ﷺ) کو تعلیم و تلقین فرمائی دوسری مرتبہ روحِ محمدی (ﷺ) کو اس وقت تعلیم و تلقین فرمائی جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں تھا اور تیسری مرتبہ حضور علیہ السلام کے جسم و جسد کو قاب و قوسین کے مقام پر تعلیم و تلقین فرمائی"[23]

حرفِ آخر:

ناچیز نے ابتداء میں ہی عرض کر دی تھی کہ زیرِ نظر مضمون اپنی ذات میں بہت وسعت رکھتا ہے جسے ایک مقالے میں شرح سے بیان کرنا ناممکن ہے۔ اس لیے ناچیز نے چند منتخب عنوانات کے تحت موضوع کے پیش نظر مختصر بحث کی ہے۔ ناچیز توفیقِ ربانی کا طالب ہے اور ارادہ رکھتا ہے کہ اس موضوع پر باقاعدہ کتاب لکھوں جس میں حضور علیہ السلام کی ذات پاک کی عظمت کے جتنے گوشوں پر سلطان العارفین قدس اللہ سرّہٗ نے طالبانِ مولیٰ کی رہنمائی فرمائی ہے وہ ایک جگہ جمع ہو جائیں جو باھو شناسی میں انشاء اللہ ایک خوبصورت اضافہ ثابت ہو گا۔

حوالہ جات وتعلیقات

[1]۔ (محک الفقر کلاں، ص:195)

[2]۔ (محک الفقر کلاں، ص:129)

[3]۔ (محک الفقر کلاں، ص:129)

[4]۔ (محک الفقر کلاں، ص:314)

[5]۔ (محک الفقر کلاں، ص:597)

[6]۔ (قسطلانی المواھب الدنیہ، ج:1 ص:17)

[7]۔ (محک الفقر، ص:133)

[8]۔ (دیدار بخش کلاں، ص:13)

[9]۔ (محک الفقر کلاں، ص:587)

[10]۔ (محک الفقر کلاں، ص:403)

[11]۔ (محک الفقر کلاں، ص:589)

[12]۔ (القلم:4)

[13]۔ (امیر الکونین، ص:317)

[14]۔ (عین الفقر، ص:217)

[15]۔ (محبت الاسرار، ص:47)

[16]۔ (محبت الاسرار، ص:53)

[17]۔ (محک الفقر کلاں، ص:519)

[18]۔ (محک الفقر کلاں، ص:35)

[19]۔ (محک الفقر، ص:591)

[20]۔ (کلید التوحید کلاں، ص:97)

[21]۔ (عین الفقر، ص:207)

[22]۔ (امیر الکونین، ص:121)

[23]۔ (محک الفقر کلاں، ص:465)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت سیرت نگار

(تفسیر مظہری کا خصوصی مطالعہ)

حافظ نوید اقبال

(پی ایچ ڈی سکالر شعبہ علوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد)

محمد ہمایوں عباس

(پروفیسر، ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد)

Abstract:

This article throws light on the biography writing of the Holy Prophet by Qazi Sanaullah Pani Patti in his renewed Tafseer "Tafseer-e-Mazhari". In his Tafseer the writer has described all the important and significant life events of the Holy Prophet such as life of Holy Prophet before the announcement of prophethood, life after announcement, Shaq-e-Sadar, Meraaj and the holy battles have been described in detail. The writer has also discussed the characteristics of the Holy Prophet and His Ummah. In this article, methodology of the biography writing has been discussed by Qazi Sanaullah and analyzed in detail. Firstly, the writer's method is historical and according to Muhadithin's method. Secondly, the writer has described all the incidents of Seerah in the light of Quraanic verses. Like other Holy biographers the writer has given the details of the life events of the Holy Prophet (Peace be upon Him). The writer has deep belongings to Sufism, so he has discussed the spiritual aspects of seerat-un-Nabi. Qazi Sanaullah Pani Patti has benifitted from Muhammad bin Isshaq mostly. Other writers, the writer has quoted are Muhammad bin Umer Waqdi, Abdul Malik Bin Heshaam, Muhammad bin Saad etc. In short, in Tafseer-e-Mazhari the Holy biography of Holy Prophet has been described in so much detail that the book looks like seerah book.

برصغیر میں اٹھارہویں صدی عیسوی میں متعدد علمی شخصیات نے تحقیق و تصنیف کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ ان میں ایک اہم نام قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ ایک باکمال مفسر، فقیہ، مجتہد، صوفی اور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم سیرت نگار بھی تھے۔ آپ ۱۷۲۲ء میں پانی پت میں متولد ہوئے۔(۱) اور ۱۸۱۰ء میں وفات پائی۔(۲) قاضی صاحب نے حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد قراءت عشرہ میں مہارت حاصل کی۔ قاضی صاحب نے اپنے دور کی دو عظیم شخصیات شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ ۔ ۱۷۶۲ء) اور مرزا مظہر جانِ جاناں (۱۱۶۵ھ ۔ ۱۷۸۲ء) سے اکتساب فیض کیا۔(۳) آپ نے سب سے پہلے شاہ محمد عابد سنامی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ پھر ان کی وفات کے بعد مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ کی نگاہ فیض رساں سے اپنے قلب وروح کی معرفت و حقیقت کے نور سے خوب منور کیا۔ اور آپ کی وساطت سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار و نظریات کو اپنے اوپر نافذ کیا۔(۴) مرزا مظہر جان جاناں نے انہیں علم الہدیٰ کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ شیخ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ''بیہقی وقت'' کا لقب عطا فرمایا۔(۵) قاضی صاحب نے تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، مناظرہ، سیرت وغیرہا علوم میں ترپن ۵۳ کتب تصنیف کیں۔ ان سب میں سے آپ کی اہم ترین تصنیف ''تفسیر مظہری'' ہے۔ یہ تفسیر تمام علوم کی جامع اور منفرد خصوصیات کی حامل تفسیر ہے۔ اگر اس میں احادیث اور آثار صحابہ کو دیکھا جائے تو یہ تفسیر بالآثار نظر آتی ہے۔ اور اگر اس کی فقہی مباحث کو دیکھا جائے تو یہ فقہی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا نظر آتی ہے۔ جب کہ صرف ونحو کی تراکیب اور لغوی تحقیقات کا جائزہ لیا جائے تو بیضاوی اور کشاف کی ہم پلہ نظر آتی ہے۔ تفسیر مظہری کے علمی سرمایہ میں دیگر مباحث کی بہ نسبت مباحث سیرت کو خاص طور پر نمایاں اور ترجیحا ذکر کیا گیا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے خاص طور پر اپنی تصانیف میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ کیا۔ سیرت طیبہ پر آپ نے بطور خاص تین رسائل قلمبند کیے:

۱۔ شمائل و اخلاق نبوی: یہ رسالہ ڈاکٹر محمود الحسن کے ترجمہ و تعلیقات کے ساتھ نفیس اکیڈمی نے (۱۴۱۹ھ ۔ ۱۹۹۸ء) میں شائع کیا۔ یہ رسالہ مختصر ہونے کے باوجود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و اخلاق کا ایک مجموعہ ہے جس میں قاضی صاحب نے آقا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی خصائل و محاسن اور متعلقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے سیر حاصل بحث کی ہے، شمائل میں مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر وصال نبی تک

کے فضائل، خصائل، کمالات وصفات، اوصاف حمیدہ، اخلاق، عالیہ، عادات حسنہ کا احاطہ کیا ہے۔ یہ رسالہ ۱۹۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۲-رسالہ در نسب اطہر وازواج مبارکہ واولاد عالی گوہر سرور عالم ﷺ۔

اس رسالے میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرور کائنات ﷺ کا نسب نامہ اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور اولاد اطہار کا مختصر حال بیان کیا ہے۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ اور دہلی میں کتب خانہ مولانا ابوالحسن میں مخطوطہ کی شکل میں محفوظ ہے۔

۳۔ تقدیس والدین مصطفی ﷺ: اس رسالہ میں نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان پر گفتگو کی گئی ہے۔

اس رسالہ میں قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت ﷺ کے والدین جناب حضرت عبد اللہ اور سیدہ آمنہ بنت وہب کی تقدیس اور ان کے ایمان کے اثبات پر مختصر اور جامع بحث کی ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کے والدین کریمین کے نجات یافتہ ہونے کے نظریہ کی وکالت کی ہے۔ مصنف نے محدثین کا منہج اختیار کیا ہے۔ تاہم بنیادی طور پر یہ رسالہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا خلاصہ ہے۔ (ا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنی تحقیق میں امام جلال الدین سیوطی کی تصنیف "مسالک الحنفاء" سے استفادہ کیا ہے) فاضل مصنف نے روایات کی تخریج میں مفصل سند کی بجائے مختصر سند پر اکتفاء کیا ہے۔ اصل راوی اور کتاب کے ذکر کو ہی کافی سمجھا ہے۔ قاضی صاحب کے ہاں اس مضمون کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے تفسیر مظہری میں جہاں اس موضوع پر انتہائی مفصل ابحاث کی ہیں وہیں اپنے اس مختصر رسالہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

صنف السیوطی رحمہ اللہ فی اثبات ایمان آباء النبی ﷺ اجمالاً وتفصیلاً وذکر فیہ مالۃ وماعلیہ ولخصت منھا رسالۃ (۶)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے آباء کے ایمان کے اثبات میں اجمالاً اور تفصیلاً ایک کتاب تحریر کی ہے اور اس میں اس کے بارے میں مفصل بحث اور اس پر ہونے والے اعتراضات وجوابات کا ذکر بھی کیا ہے اور میں نے ایک رسالہ کی صورت میں اس کی تلخیص کی ہے۔

مذکورہ تین رسائل کے علاوہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر "تفسیر مظہری" جو کہ علوم و معارف کا بیش بہا خزانہ ہے، میں آیات سیرت کے ضمن میں سیرت طیبہ کے اہم مباحث کو ذکر کیا۔

زیر نظر مضمون میں خاص طور پر تفسیر مظہری کی روشنی میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے منہج سیرت نگاری کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا منہج سیرت نگاری:

تفسیر مظہری قرآن کریم کی ایک مستند اور جامع تفسیر ہے اس میں مصنف نے تمام موضوعات قرآنی پر مفصل اور سیر حاصل ابحاث کی ہیں۔ آیات قرآنیہ کی تشریح و توضیح میں احادیث و آثار کے ساتھ ساتھ متقدم مفسرین کی آراء سے استفادہ کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ آیات کریمہ جن کا تعلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے ساتھ ہے ان کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے کثرت سے روایات سیرت کو ذکر کیا ہے۔

ا۔ محدثانہ اسلوب سیرت نگاری:

قاضی صاحب اعلیٰ پائے کے محدث بھی تھے، تفسیر میں حدیث اور علوم حدیث کا بیش بہا مواد موجود ہے۔ آپ نے روایات سیرت کو ذکر کرتے وقت محدثانہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ محدثانہ اسلوب میں کتب حدیث اور روایات سے اعتنا کیا جاتا ہے۔ تفسیر مظہری میں احادیث، آثار صحابہ کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے جو اس کو دیگر تفاسیر سے ممتاز کرتا ہے۔ قاضی صاحب روایات سیرت ذکر کرتے وقت سب سے پہلے صحیحین کی روایات ذکر کرتے ہیں، بعد ازاں دیگر مصادر سیرت کی روایات نقل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ مزمل کی ابتدائی آیات کی تشریح میں پہلی وحی کے حوالہ سے روایت کو نقل کرتے ہوئے صحیحین کی دو روایات کو اس انداز سے لکھتے ہیں:

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی کے انقطاع کے بارے میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا اسی اثناء میں کہ میں چل رہا تھا کہ میں نے آواز سنی میں نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی تو وہی فرشتہ جو غار حراء میں میرے پاس آیا تھا۔ وہ آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس کے رعب کی وجہ سے ڈر گیا۔ قریب تھا کہ میں

زمین پر گر پڑتا۔ میں اپنے گھر آیا۔ میں نے کہا مجھے چادر اوڑھا دو۔ تو اللہ تعالیٰ نے یا ایھا المدثر سے لے کر فاھجر تک آیات کو نازل فرمایا۔ پھر لگاتار وحی آنے لگی۔ متفق علیہ "(۷)

تفسیر مظہری میں روایات سیرت کے ذکر کے ضمن میں قاضی صاحب کا مذکورہ منہج سیرت بکثرت دیکھا جا سکتا ہے۔ محد ثانہ اسلوب سیرت کے ضمن میں قاضی صاحب نے درج ذیل اصول روایت و درایت کا اہتمام کیا ہے۔

۱۔ احادیث کے مصادر و مراجع کا ذکر اہتمام سے کرتے ہیں۔

۲۔ احادیث و روایات کے اختلاف کو بھی بیان کرتے ہیں۔

۳۔ متعارض احادیث کی تطبیق بھی کرتے ہیں۔

۴۔ ایک مسئلہ پر مختلف روایات ہوں تو آخر میں نتیجہ کلام پیش کرتے ہیں۔

جیسا کہ حضور سید عالم ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری کے حوالے سے روایات لکھنے کے بعد آخر میں تجزیہ پیش کیا ہے:

"یہ پیر کا دن تھا اور ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی۔ جریر بن حازم کی روایت جو ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی۔ ابراہیم نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے کہ ربیع الاول کی ۱۲ر تاریخ تھی۔ ان اقوال میں تطبیق اس طرح ہو گی کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری آخری رات میں ہوئی اور مدینہ طیبہ کی بستی میں آپ ﷺ دن کے وقت داخل ہوئے"۔(۸)

اسی طرح احادیث اور روایات میں اختلاف کی صورت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ذکر بھی کیا ہے اور آخر میں اپنی رائے کا اظہار تجزیہ کی صورت میں کیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ کوثر کی آخری آیت کی تشریح میں حضرت قاسم علیہ السلام کی وفات کے بارے میں مختلف روایات ذکر کرنے کے بعد اپنا تجزیہ اس طرح پیش کرتے ہیں:

میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ان آیات کا نزول حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت قاسم کی وفات پر نہیں ہوا کیونکہ حضرت قاسم کا وصال ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہو گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کا وصال اعلان نبوت سے بھی پہلے ہوا۔ محمد بن علی رحمتہ اللہ علیہ سے جو روایت مروی ہے وہ جابر جعفی کی روایت ہے جو کذاب ہے جبکہ حضرت ابرہیم کا وصال سن دس ہجری کو

ہوا۔ واقدی رحمتہ اللہ علیہ نے اس قول کو یقین کے ساتھ ذکر کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا کہ منگل کا دن تھا اور ربیع الاول کی دسویں تاریخ تھی۔ سبیل الرشاد میں بھی اسی طرح ہے۔ اس سورت کے نزول کے بارے میں صحیح روایت وہ ہے جو امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور بزاز رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ جب کعب بن اشرف مکہ مکرمہ آیا اور اس نے وہ بات کی جو ذکر ہو چکی ہے تو یہ سورت نازل ہوئی۔(۹)

اسی طرح اہل طائف کے محاصرہ کی مدت پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف روایات ذکر کی ہیں اس کے بعد ان کا تجزیہ کیا ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب لکھتے ہیں:

"ابن اسحاق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روایت لکھی ہے کہ اہل طائف کا محاصرہ تیس راتیں یا اس کے قریب قریب رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ بیس دنوں سے کچھ زائد وقت محاصرہ رہا۔ بعض نے پورے بیس دن اور بعض نے دس سے کچھ زائد دن ذکر کئے ہیں۔ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں یہ قول صحیح ہے۔ امام احمد اور مسلم رحمہا اللہ تعالیٰ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ محاصرہ چالیس روز رہا۔ ہدایہ میں اس قول کو غریب لکھا ہے۔

امام بغوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں محاصرہ شوال کے بقیہ ایام تک رہا تھا۔ جب ذی القعدہ شروع ہوا تو آپ واپس تشریف لے گئے کیوں کہ یہ شہر حرام تھا اس میں جنگ منع تھی۔

میں کہتا ہوں یہ ابن حزم کے قول کے موافق ہے۔ اس صورت میں شہر حرام میں قتال پر کوئی دلالت نہ ہو گی جیسا کہ بعض نے اس آیت سے ان مہینوں میں حرمت قتل کے نسخ کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ جعرانہ تشریف لے آئے اور یہاں سے عمرہ کا احرام باندھا"۔(۱۰)

۲۔ مؤرخانہ اسلوب سیرت نگاری

سیرت نگاری کے آغاز ہی سے اس کے دو پہلو نمایاں ہو گئے۔ ایک پہلو تاریخی تھا جو سیرت نگاری کا عمومی اسلوب تھا۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے واقعات کو ترتیب سے جمع کیا گیا تھا۔ محدثین کے مقابلہ میں مؤرخین اور سیرت نگاروں کا تیار کردہ سیرتی مواد عوام میں زیادہ مقبول رہا جو ابن اسحاق، ابن ہشام، واقدی اور موسیٰ بن عقبہ کے ہاں نظر آتا ہے۔ قاضی صاحب نے بھی "تفسیر مظہری" میں

مورخانہ اسلوب کو بھی اختیار کیا ہے بلکہ غالب اسلوب پوری تفسیر میں آیات سیرت کی تشریح میں یہی نظر آتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا شجرہ نسب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مؤرخین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جد امجد حضرت عبد المطلب کے دادا عبد مناف کے دادا کا نام کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔ کلاب سے پہلے اس کے تمام آباء و اجداد نسل دین اسماعیل پر تھے۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے باپ کی جانب سے وراثت میں ریاست کی نیابت بھی ملتی تھی اور ساتھ ہی انہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین پر کار بند رہنے کی وصیت بھی کی جاتی تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں دین ابراہیمی میں تبدیلی اور بتوں کی پوجا کا آغاز قصی بن کلاب کے زمانے میں ہوا۔ کعب بن لوی نے سب سے پہلے تمام عربوں کو جمع کیا تھا۔ قریش اس کے پاس جمع ہوتے تو وہ انہیں خطاب کیا کرتا حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ذکر کرتا اور انہیں یہ بتاتا کہ آپ اس کی اولاد سے ہوں گے۔ پھر ساتھ ہی انہیں آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے کا حکم بھی دیتا تھا اور پھر کچھ اشعار بھی سناتا۔ ان میں سے ایک یہ ہے:

اَلَیتَنِی شَاهِدًا فَحوَایَ دَعوَتِهِ اِذَا قُرَیشُ یَبغِیَ الحَقَّ خِذلَانَا

"کاش میں آپ ﷺ کی دعوت کے وقت حاضر ہوتا جبکہ قریش حق سے سرکشی اختیار کرلیں گے"۔(۱۱)

اسی طرح اکثر مقامات پر سیرت نگاروں اور مؤرخین کے حوالے سے لکھتے ہیں جس سے مؤرخانہ اسلوب کی نشاندہی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اوس و خزرج کا آپس میں کیا تعلق تھا۔ قاضی صاحب ان کا تعلق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محمد بن اسحاق اور دوسرے تاریخ دانوں نے کہا کہ اوس اور خزرج دونوں حقیقی بھائی تھے۔ دونوں کے درمیان ایک مقتول کی وجہ سے عداوت واقع ہوئی اور یہ دشمنی اور جنگ کا سلسلہ ایک سو بیس سال تک جاری رہا۔"(۱۲)

۳۔ شان نزول کے ضمن میں روایات سیرت:

تفسیر مظہری میں فاضل مفسر نے آیات قرآنیہ کے شان نزول کے پس منظر میں کثرت سے واقعات سیرت ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۷۶ کے شان نزول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ابن ابی حاتم اور بیہقی رحمہما اللہ تعالی نے دلائل میں شہر بن حوشب عن عبد الرحمن بن غنم کی حدیث نقل کی ہے کہ یہود نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا اگر آپ نبی ہیں تو شام جائیے کیونکہ شام ارض محشر ہے اور انبیاء کی زمین ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے انکی بات کی تصدیق کی اور غزوۂ تبوک پر شام کے ارادہ سے تشریف لے گئے۔ جب آپ تبوک کے مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیت نازل فرمائی:

{وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا} (۱۳)

"اور انہوں نے ارادہ کر لیا کہ پریشان و مضطرب کر دیں آپ کو اس علاقہ سے تا کہ نکال دیں آپ کو یہاں سے اور (اگر انہوں نے یہ حماقت کی) تب وہ نہیں ٹھہریں گے (یہاں) آپ کے بعد مگر تھوڑا عرصہ"۔(۱۴)

اسی طرح اکثر آیات قرآنیہ کے شان نزول میں صاحب تفسیر نے تفسیر مظہری میں سیرت النبی ﷺ کے واقعات کو ذکر کیا ہے۔

۴۔ آیات غزوات کے ضمن میں مباحث سیرت:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی سب سے زیادہ سیرت کا مواد غزوات النبی ﷺ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کیونکہ قرآن پاک کی آیات میں بڑی تفصیل سے غزوات النبی ﷺ کا ذکر کیا گیا ہے تو ان آیات کی تفسیر میں قاضی صاحب نے بڑی تفصیل سے غزوات النبی ﷺ پر روشنی ڈالی ہے۔ یہاں تک کہ آپ صرف غزوات کو بیان نہیں کرتے بلکہ غزوات کے اسباب، واقعات اور غزوات کے دوران ظاہر ہونے والے معجزات اور نتائج کو بھی بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔ غزوات کو بیان کرتے ہوئے آپ کتب مغازی پر انحصار کرتے ہیں جن میں ابن اسحاق، امام واقدی، موسیٰ بن عقبہ اور تمام مغازی کی بنیادی کتب شامل ہیں۔ غزوات قرآنیہ میں تفصیل تفسیر مظہری کی خصوصیات میں سے ہے۔ غزوہ اُحد کا ذکر جو آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۴ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"اصحاب مغازی نے ذکر کیا حضور ﷺ سات سو مجاہدین کے ساتھ احد کی گھائی میں فروکش ہوئے۔۔۔ پھر غزوہ احد کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔"(۱۵)

غزوہ بنو مصطلق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محمد بن اسحاق اور دوسرے سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کو خبر پہنچی کہ بنو مصطلق جنگ کے لیے اکٹھے ہو رہے ہیں۔(۱۶)

پھر غزوہ کی تفصیل کو بیان کیا ہے۔ اسی طرح غزوات کی تفصیل کو اصحاب مغازی اور سیرت نگاروں کی روشنی میں ذکر کیا ہے۔ صرف غزوات کو ہی نہیں بلکہ غزوات قرآنی کی جزئیات کو بھی بیان کرتے ہیں۔

۵۔ تفسیر مظہری میں سیرت کے مآخذ:

تفسیر مظہری میں سیرت کے مآخذ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ قاضی صاحب کا اسلوب یہ ہے کہ جب بھی کسی روایت سیرت کو نقل کرتے ہیں تو ماخذ کا حوالہ ضرور دیتے ہیں یا تو مولف کا نام لکھتے ہیں یا تالیف کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ صرف ماخذ کا ذکر نہیں کرتے بلکہ تنقید رواۃ کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ اقوال میں تطبیق بھی کرتے ہیں۔ آپ نے کتب سیرت کے بنیادی مآخذ سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ صحاح ستہ سے لے کر شعب الایمان للبیہقی تک اور سیرت ابن اسحاق سے لے کر سبل الھدیٰ تک کثیر کتب حدیث وسیرت سے استفادہ کیا ہے۔ آپ نے کسی جگہ پر بھی ماخذ کے بغیر کوئی روایت نہیں لکھی بلکہ بغیر ضرورت کے ثانوی ماخذ سے روایت اخذ نہیں کرتے۔

تفسیر مظہری کے مآخذ سیرت میں ابن اسحاق کی مرکزیت:

فن سیرت میں محمد بن اسحاق (م ۱۵۰ھ) کا نام تعارف کا محتاج نہیں۔ علامہ بلاذری کی روایت کے مطابق خلیفہ منصور عباسی کی فرمائش پر آپ نے سیرت کی کتاب تحریر کی۔ ابن اسحاق کی سیرت میں معلومات کی فراوانی تھی۔ اس لحاظ سے اسے جامع اور مفصل سیرت کی کتاب کہا گیا۔ دراصل یہ ہی وہ کتاب ہے جس پر بعد میں آنے والے مورخین اور مصنفین نے اعتماد کیا اور اسے سیرت کا اولین ماخذ قرار دیا کیونکہ اس سے پہلے کے نوشتے ناپید ہو چکے تھے۔ ابن خلدون اور امام طبری جیسے فاضل محققین بھی اس کتاب سے حوالے دیتے نظر آتے ہیں۔ ساتویں صدی ہجری تک یہ تالیف محفوظ رہنے کے باوجود اصل حالت میں ہم تک نہ پہنچ سکی۔ "تفسیر مظہری" میں قاضی صاحب نے صحاح ستہ کے بعد جس شخصیت سے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے وہ ابن اسحاق ہیں۔ ابن اسحاق کی روایات کو سند کے ساتھ بھی بیان کرتے ہیں۔ سورۂ کوثر کے شان نزول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وذکر محمد بن اسحاق عن یزید بن رومان قال کان العاص بن وائل اذا ذکر رسول اللہ ﷺ قال دعوہ فانہ رجل ابتر لا عقب لہ فاذا ھلک انقطع ذکرہ فانزل اللہ ھذہ السورۃ۔(۱۷)

"محمد ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ نے یزید بن رومان سے نقل کیا ہے کہ جب حضور سید عالم ﷺ کا ذکر ہوتا تو عاص بن وائل کہتا اسے چھوڑو اس کی تو کوئی نسل ہی نہیں جب یہ خود فوت ہو جائے گا تو اس کا ذکر ختم ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کو نازل کیا۔"

اسی طرح کعب بن اشرف کے قتل کی روایت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابن اسحاق اور امام احمد نے صحیح سند کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا ہے۔"(۱۸)

بعض جگہ ابن اسحاق اور واقدی کو جمع کرتے ہیں اور بعض جگہ ابن ہشام اور ابن اسحاق کا اکٹھا حوالہ دیتے ہیں۔ قاضی صاحب کا روایت سیرت میں سب سے بڑا ماخذ ابن اسحاق ہے۔

آپ نے جن کتب احادیث سے استفادہ کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ المصنف (امام عبد الرزاق بن ہمام صنعانی) ۲۔ المسند (امام عبد اللہ بن زبیر حمیدی)

۳۔ سنن دارمی (امام ابو عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی) ۴۔ صحیح بخاری (محمد بن اسماعیل بخاری)

۵۔ صحیح مسلم (مسلم بن حجاج قشیری) ۶۔ سنن ابن ماجہ (محمد بن یزید ابن ماجہ)

۷۔ سنن ابی داؤد (سلیمان بن اشعث سجستانی) ۸۔ سنن ترمذی (محمد بن عیسیٰ ترمذی)

۹۔ سنن دار قطنی (امام علی بن عمر دار قطنی) ۱۰۔ سنن نسائی (احمد بن شعیب النسائی)

۱۱۔ سنن کبریٰ (احمد بن شعیب النسائی) ۱۲۔ مسند ابو یعلیٰ موصلی (احمد بن علی المثنی التمیمی)

۱۳۔ صحیح ابن خزیمہ (محمد بن اسحاق بن خزیمہ) ۱۴۔ معجم صغیر (ابو قاسم سلیمان بن احمد الطبرانی)

۱۵۔ معجم اوسط (ابو قاسم سلیمان بن احمد الطبرانی) ۱۶۔ معجم کبیر (ابو قاسم سلیمان بن احمد الطبرانی)

۱۷۔ مسند الشامین (ابو قاسم سلیمان بن احمد الطبرانی) ۱۸۔ المستدرک (محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری)

۱۹۔ حلیۃ الاولیاء (ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی) ۲۰۔ دلائل النبوۃ (ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی)

۲۱۔ سنن کبریٰ (ابو بکر احمد بن حسین بیہقی) ۲۲۔ مجمع الزوائد (حافظ نور الدین علی بن ابو بکر الہیثمی)

کتب سیر و تاریخ:

۱۔ کتاب السیر والمغازی (محمد بن اسحاق) ۲۔ السیرۃ النبویہ (عبد الملک بن ہشام)

۳۔ کتاب المغازی (محمد بن عمر واقدی) ۴۔ الطبقات الکبری (محمد بن سعد)
۵۔ فتوح البلدان (امام بلاذری) ۶۔ الروض الانف (عبدالرحمن بن عبداللہ سہیلی)
۷۔ الوفا باحوال المصطفیٰ (ابن جوزی) ۸۔ خلاصۃ السیر (علامہ محب الدین طبری)
۹-المواہب اللدنیہ (امام احمد قسطلانی) ۱۰۔ سبل الھدی والرشاد (محمد بن یوسف صالحی)
۱۱-شرح المواھب اللدنیہ (زرقانی) ۱۲۔ تاریخ دمشق (ابن عساکر)
۱۳۔ حلیہ ابی نعیم (ابونعیم اصفہانی) ۱۴۔ تاریخ اصفہان (ابونعیم)
۱۵۔ تاریخ نیساپوری (الحاکم نیساپوری) ۱۶۔ تاریخ بغداد (خطیب بغدادی)

اس کے علاوہ قاضی صاحب نے مباحث سیرت کو بیان کرتے ہوئے کتب تفاسیر، کتب شروحات حدیث سے بھی استفادہ کیا ہے۔

۶۔ تفسیر مظہری میں موضوعات سیرت کی جامعیت:

قرآن مجید سیرت نبوی کا بنیادی مصدر ہے اس لیے آیات سیرت کی تشریح، سیرت کے تکمیلی مصدر کا درجہ رکھتی ہے۔ قرآن مجید کی وہ آیات جن کا تعلق بلا واسطہ حضور سید عالم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہے، وہ تفسیری ادب میں سیرت کا ماخذ ہیں۔ سیرت کے ماخذ و مصادر میں کتب تفسیر کو سیرت کا اہم ماخذ قرار دیا گیا ہے۔ تفسیر ابن عباس سے عصر حاضر تک کی تفاسیر میں آیات سیرت کی تشریح میں سیرت طیبہ کے مباحث کو ذکر کیا جاتا رہا ہے۔ برصغیر کی تفاسیر میں تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے جس تفصیلی و تحقیقی انداز میں مقامات سیرت کو ذکر کیا ہے، برصغیر کے تفسیری ادب میں اس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ تفسیر مظہری میں قبل از ولادتِ نبوی کے واقعات سے لے کر مدنی دور کے آخری واقعات تک کو آیاتِ قرآنیہ کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے۔

(الف)۔ اعلان نبوت سے قبل مباحث سیرت:

وہ قرآنی آیات جن میں سید عالم ﷺ کی بعثت سے قبل کے واقعات کا ذکر ہے ان کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلانِ نبوت سے قبل ظہور پذیر ہونے والے واقعات کو ذکر کیا ہے۔ ان واقعات سیرت میں تورات میں ذکر مصطفی ﷺ، نبی کریم کا شجرۂ نسب تُبع حمیری کا واقعہ (شاہ یمن)، دعائے ابراہیمی، ایمان والدین مصطفی، اعلان نبوت کے وقت عمر مبارک اور بعثت نبوی سے قبل ظہور پذیر

ہونے والے معجزات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مثال کے طور پر سورۃ الشعراء کی آیت (وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ)(۱۹) کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ والدین مصطفی کے ایمان کے متعلق لکھتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے سجدہ کرنے والوں کی پاک اصلاب سے سجدہ کرنے والیوں کے پاک رحموں کی طرف منتقل کیا ہے اور پاک سجدہ کرنے والیوں کی رحموں سے پاک صلبوں کی طرف منتقل کیا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں تمام مرد اور عورتیں توحید کے پرستار تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء میں سے تمام کے تمام مومن تھے جیسا کہ امام سیوطی نے کہا ہے اور حافظ شمس الدین ناصر الدین دمشقی نے کہا ہے:

وَيُنْقِلُ اَحدُ نُوْرًا اعِظِيْماً تَلَاْلَاَ فِيْ وُجُوْهِ السَّاجِدِيْنَ

"اور ہر ایک عظمت و شان والے نور کو منتقل کرتا رہا جو سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا ہے۔"

تَقَلَّبَ فِيْهِمْ قَرْنًا قَرْنًا فَقَرْنًا إِلَى اَنْ جَاءَ خَيْرُ الْمُرْسَلِيْنَ

"پس وہ نور ان میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ تمام رسولوں سے عظمت و شان والا رسول تشریف فرما ہوا۔"

اس تاویل کی تائید صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِيْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى بُعِثْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ فِيْهِ)(۲۰)

"مجھے بنی آدم کے زمانوں میں سے قرناً بعد قرن بہتر زمانے سے مبعوث کیا گیا حتیٰ کہ مجھے اس زمانے سے مبعوث کیا گیا جس میں میں ہوں۔"

مسلم شریف میں واثلہ بن اسقع سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(إِنَّ اللهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ)(۲۱)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا، اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنی کنانہ کو چنا، بنی کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، قریش میں سے بنی ہاشم کا انتخاب کیا اور بنی ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

(ما افترق الناس فرقتین إلا جعلنی اللہ فی خیرھما فأخرجت من بین أبوین فلم یصبنی شیء من عصر الجاھلیۃ وخرجت من نکاح ولم أخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت إلی أبی وأمی فأنا خیرکم نفساً وخیرکم أبا)۔(۲۲)

"لوگ دو فرقوں میں تقسیم نہیں ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے افضل و بہتر میں سے بنایا۔ پس مجھے اپنے والدین کے ذریعے پیدا کیا گیا اور زمانہ جاہلیت کی کسی شے نے مجھے مس نہیں کیا۔ میں آدم علیہ السلام کے زمانہ سے نکاح کے ذریعے پیدا ہوا نہ کہ زنا ہے۔ یہاں تک کہ میرے باپ اور ماں پر میری انتہا ہو گئی۔ میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی تم سے بہتر ہوں اور اپنے آباء کے اعتبار سے بھی تم سے افضل ہوں۔"

امام سیوطی نے آپ ﷺ کے آباء کے ایمان کے اثبات میں تفصیلاً ایک کتاب تحریر کی ہے اور اس میں اس کے بارے مفصل بحث اور اس پر ہونے والے اعتراضات و جوابات کا ذکر بھی کیا ہے۔ میں نے اس سے ایک رسالہ تلخیص کیا ہے لہٰذا اس کی طرف رجوع کیا جائے"۔(۲۳)

(ب)۔ مکی دور کے اہم مباحث سیرت:

تفسیر مظہری میں مکی دور کے مباحث سیرت کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مکی دور کے تیرہ سالوں میں سیرت سے متعلق جو قرآنی آیات نازل ہوئیں ان کی تفسیر میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت کے متعدد واقعات ذکر کیے ہیں۔ ان مباحث سیرت میں وحی اور فترت وحی، دعوت دین اور اس میں مشکلات، گستاخان رسول کا انجام، بیعت عقبہ اولیٰ اور بیعت عقبہ ثانیہ، واقعہ شق صدر، واقعہ ہجرت حبشہ، جنات کا قبول اسلام، ہجرت نبوی کے واقعات اور قصہ الغرانیق العلیٰ قابل ذکر ہیں۔ مثال کے طور پر فترت وحی کے واقعات کو سورۃ "والضحیٰ" کی ابتدائی آیات کی روشنی میں لکھتے ہیں:

شیخین نے صحیحین میں اور دوسرے محدثین نے جندب بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی طبیعت ناساز ہوئی آپ نے ایک دو راتیں قیام نہ کیا۔ ایک عورت نے آپ سے کہا اے

محمد میرا خیال ہے تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے (نعوذ باللہ من ذلك) تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا:

وَ الضُّحٰی O وَ الَّیۡلِ اِذَا سَجٰی O مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی O (۲۴)

(قسم ہے روز روشن کی اور رات کی جب وہ سکون کے ساتھ چھا جائے نہ آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا)۔ بغوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا جندب نے جس عورت کا ذکر کیا وہ ام جمیل تھی جو ابولہب کی بیوی تھی۔ حاکم نے زید بن ارقم رحمہا اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ پر چند دن وحی نازل نہ ہوئی تو ابولہب کی بیوی نے کہا میرا خیال ہے کہ تیرے صاحب نے تجھے چھوڑ دیا ہے اور تجھ سے ناراض ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو نازل فرمایا۔ (۲۵)

فترت وحی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا محدثین کے علاوہ ابن ابی شیبہ، طبرانی اور ابن جریر سے روایات نقل کی ہیں۔ نیز حافظ ابن حجر عسقلانی کی توجیہات نقل کی ہیں۔

مکی دور کے دیگر واقعات سیرت میں قاضی صاحب نے سورۂ مائدہ آیت ۸۲ تا ۸۴ کی تفسیر میں ہجرت حبشہ کے واقعات کو جامع انداز میں بیان کیا ہے، یہاں تک کہ ہجرت حبشہ میں شامل افراد کے اسماء بھی ذکر کیے ہیں۔ اس حوالے سے قاضی صاحب رقم طراز ہیں:

”ہجرت کرنے والے صحابہ یہ تھے حضرت عثمان بن عفان، آپ کی زوجہ حضرت رقیہ جو آقائے دو عالم ﷺ کی صاحبزادی تھیں، حضرت زبیر بن عوام، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت ابو حنیفہ بن عقبہ، آپکی زوجہ سھلہ بنت سہیل بن عمرو، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت ابو سلمہ بن عبد الاسد، آپ کی زوجہ ام سلمہ بنت امیہ، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عمار بن ربیعہ، آپ کی زوجہ لیلیٰ بنت ابی حشمہ، حضرت حاطب بن عمر اور حضرت سہیل بن بیضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یہ سب سمندر کی طرف نکل گئے، ایک کشتی کرائے پر لی اور حبشہ جانے کے لئے نصف دینار کرائے کا تعین ہوا۔ یہ بعثت نبوی کا پانچواں سال اور رجب کا مہینہ تھا۔ یہ مسلمانوں کی پہلی ہجرت تھی۔ پھر حضرت جعفر بن ابی طالب حبشہ گئے پھر مسلمان لگاتار وہاں جاتے رہے۔ حبشہ جانے والے مسلمان مردوں کی کل تعداد بیاسی 82 افراد پر مشتمل تھی۔ (۲۶)

(ج)۔ مدنی دور کے مباحث سیرت:

مدنی دور حضور سید عالم ﷺ کی زندگی کا ایک اہم دور ہے اس دور میں جو قرآن کریم کی آیات سیرت نازل ہوئیں ان میں موجود واقعات سیرت کو قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے شرح وبسط سے ذکر کیا ہے۔ تفسیر مظہری میں بیان کردہ مدنی دور کے اہم مباحث سیرت درج ذیل ہیں:

سیّدہ زینب بنت جحش اور سیدہ ام حبیبہ کے ساتھ نکاح کی تفصیل، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تفصیلی تذکرہ اور واقعہ افک، جادو اور زہر خورانی کے واقعات، غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ حمراء الاسد، بئر معونہ کے شہداء کا ذکر، بنی نضیر کی جلاوطنی، غزوہ بنو مصطلق، غزوہ خندق، حدیبیہ، بیعت رضوان، فدک کا قصہ، غزوہ خیبر، غزوہ حنین اور غزوہ تبوک وغیرہ نیز اس مدنی دور میں منافقین اور ان کا کردار بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر نبی کریم ﷺ پر جادو کی حقیقت کو سورۃ الفلق کی آیات کی تفسیر میں مفصل اور مدلل ذکر کیا ہے۔ چنانچہ بیہقی کی دلائل النبوۃ میں عبد اللہ بن عباس سے مروی روایت کو یوں ذکر کرتے ہیں:

"بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے دلائل النبوۃ میں کلبی رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے سے ابو صالح سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ سخت بیمار ہو گئے، دو فرشتے آئے، ایک آپ کے سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی جانب بیٹھ گیا۔ جو پاؤں کی جانب بیٹھا ہوا تھا اس نے سر کی جانب بیٹھنے والے سے کہا تمہاری کیا رائے؟ اس نے جواب دیا بیمار ہیں تو پاؤں کی جانب بیٹھنے والے نے سوال کیا انہیں کیا بیماری ہے؟ اس نے جواب دیا انہیں جادو ہے۔ اس نے پوچھا کس نے انہیں جادو کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا لبید بن اعصم یہودی نے جادو کیا ہے۔ اس نے پوچھا وہ کہاں ہے؟ تو سرہانے بیٹھنے والے فرشتے نے جواب دیا جادو ایک تسمہ میں کیا گیا ہے جو فلاں کنویں میں ایک پتھر کے نیچے ہے تم اس کنویں کے پاس جاؤ، پانی نکالو، پتھر اٹھاؤ، پھر اس کھجور کے گابھے کو نکالو اور اسے جلا ڈالو۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے عمار بن یاسر کو چند صحابہ کے ساتھ بھیجا۔ وہ اس کنویں کے پاس آئے تو اس کا پانی اس طرح تھا جس طرح مہندی کا پانی ہوتا ہے پھر انہوں نے چٹان اٹھائی اس گابھے کو نکالا اور اسے جلا دیا۔ اس میں ایک ایک ریشہ تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئیں تھیں۔ اسی حوالے سے

حضور ﷺ پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔ جب آپ ﷺ ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی۔ دو سورتوں سے مراد "قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ہے"۔(۲۷)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے منہج سیرت کی انفرادیت:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے منہج سیرت کی انفرادی خصوصیت یہ ہے کہ قاضی صاحب نے ہر فن کی روایات اس فن کے ماہرین سے لی ہیں۔ چنانچہ سیرت کی وہ روایات جو کتب احادیث میں موجود ہیں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ان کے لیے صحیحین کو ترجیح دی ہے۔ تاریخی روایات میں ابن اسحاق کو ترجیح دی ہے۔ مغازی کی روایات میں مصنف نے واقدی اور ابن سعد سے استفادہ کیا ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے روایات سیرت کو ذکر کرتے وقت روایات کی تحقیق اور تخریج کا اہتمام کیا ہے اور کسی بھی جگہ پر کوئی بھی روایت بغیر ماخذ کے ذکر نہیں کی۔ تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے منہج سیرت نگاری کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ قاضی صاحب نے قبل از ولادت نبوی تا وصال نبوی کے واقعات سیرت کو آیات قرآنیہ کی تشریح و تفسیر کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ اور روایات سیرت کو ذکر کرتے ہوئے آپ نے اصول روایت و درایت کا لحاظ رکھا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مفسر قرآن اور شارح حدیث کے طور پر جو کچھ آیات سیرت کی وضاحت اور تشریح میں لکھا ہے سیرت کے میدان میں علمی و تحقیقی ذخیرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ فاضل مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے سیرت سے متعلق آیات قرآنیہ کی تفسیر و تشریح میں اختیار کردہ منہج کے تحقیقی تجزیہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قاضی صاحب ایک بلند پایہ مفسر اور جلیل القدر محدث ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم سیرت نگار بھی تھے۔

حوالہ جات و تعلیقات

۱۔ بہڑاچی، محمد فاروق، تفسیر مظہری، مشمولہ: معارف، ج۶، (مرتب: سید سلمان ندوی) ماہنامہ: اعظم گڑھ، دار المصنفین، ص: ۴۴۷، ۴۴۸

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ڈاکٹر سید عبد اللہ وغیرہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ج ۶، ص: ۱۰۳۲

۳۔ دہلوی؛ غلام علی، مقامات مظہری [مترجم پروفیسر محمد اقبال مجددی] لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۳ء ص: ۷۶

۴۔ لاہوری، مفتی غلام سرور، خزینۃ الاصفیاء، (مترجم: ظہیر الدین بھٹی)، لاہور: مکتبہ نبویہ، 1951ء ص: ۱۳

۵۔ قدیر احمد م "قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور تفسیر مظہری"، مشمولہ: التفسیر (ششماہی)، ج ۸، شمارہ: ۲۳، (مدیر اعلی: ڈاکٹر محمد شکیل اوج)، جامعہ کراچی، کراچی، ۲۰۱۴ء

۶۔ پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، التفسیر المظہری، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، ج ۷، ص: ۹۳

۷۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب بدء الوحی، باب و ثیابك فطهر، حدیث ۴۹۲۵، مسلم، ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، باب بدء الوحی، حدیث: ۴۲۵۔

۸۔ پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، التفسیر المظہری، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، ج ۹، ص: ۲۷۳

۹۔ ایضاً، ج ۱۰، ص: ۴۲۹

۱۰۔ ایضاً، ج ۴، ص: ۱۵۲

۱۱۔ ایضاً، ج ۴، ص: ۹۶

۱۲۔ ایضاً، ج ۲، ص: ۱۱۰

۱۳۔ الاسراء: ۷۶

۱۴۔ پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی التفسیر المظہری، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، ج ۵، ص: ۳۱۰

۱۵۔ ایضاً، ج ۲، ص: ۱۴۹

۱۶۔ ایضا، ج ۹، ص: ۳۰۰

۱۷۔ ایضاً، ج ۱۰، ص:۳۳۶

۱۸۔ ایضا، ج ۱۰، ص:۳۳۵

۱۹۔ الشعراء، ۲۱۹:۲۶

۲۰۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، باب ذکر شرف اصل رسول اللہ ونسبہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج ۱، ص:۱۷۵

۲۱۔ مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، باب فضل نسب النبی ﷺ، حدیث:۶۰۷۷

۲۲۔ بیہقی، ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی، دلائل النبوۃ، باب ذکر شرف اصل رسول اللہ ونسبہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج ۱، ص:۱۷۴

۲۳۔ پانی پتی، ثناء اللہ، قاضی، التفسیر المظہری، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، ج ۷، ص:۹۳

۲۴۔ الضحیٰ، ۳:۹۳

۲۵۔ التفسیر المظہری، کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، ج ۱۰، ص:۲۸۵

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سید پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

وبُودند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میانہ قد۔ سفید رنگ آمیختہ بہ سُرخی و درمیانِ ہر دوشانہ مُبارک قدرے بُعد بود ومیرسیدند موئے مُبارک بہ نرمۂ گوش وگاہے مابین نرمہ وکتف وگاہے بر کتف۔ وسنہ رسیدہ بُودند در سرورِیش مُبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در حد پیری بِست موئے سفید وبُود صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بس روشن کہ می درخشید چہرۂ مُبارک مانندِ ماہِ شبِ چہار دہم، اگر خاموش می شدند ظاہر می گشت مہابت وعظمت واگر تکلّم مے فرمُود ظاہر مے شد لطف وناز کی اگر کسے از دُور مے دید ادراک مے کرو جمال وناز کی واز نزدیک ملاحت وشیرینی۔ حدیث مروی از عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا "انا املح داخی یوسف اصبح" ازیں معنے خبر مے دہد۔ بیت۔

شاہد آں نیست کہ موئے ومیانے دارد
بندہ طلعت آں باش کہ آنے دارد

ع   تِری کِس کِس آن پر کوئی مَرے

اللّٰھم صلّ و سلّم علیہ و آلہٖ قدر حسنہٖ و جمالہٖ

وبود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کشادہ پیشانی دراز و باریک ابُرو غیر متّصل، بلند بینی، نرم رُخسارہ، کُشادہ دہن، روشن و کُشادہ دندان۔

اللّھم صل وسلّم علی اقنی الانف داز ج الحاجبین ومفلوج الا سنان۔

وبود میانِ دوشانۂ مُبارک مُہر نبوّت دمے گفت رادی کہ ندیدہ ام پیش ازاں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وسنہ بعدِ آں مثلِ آنحضرت ﷺ۔

وفرمُود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نامِ من محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم است واحمد وماحی کہ بسببِ من نابُود میکند خدائے تعالیٰ کفر را۔

وحاشر کہ پیش ازہمہ محشورُ خواہم شُد
وعاقب کہ بعدِ من ہیچ نبی نہ خواہد شُد

ودر روایتِ دیگر مقفّی ونبی التّوبۃ ونبی الرّحمۃ ونبی الملحمہ نیز آمدہ۔ حق سبحانہ وتعالیٰ اور مسمّٰی نمودبہ بشیر ونذیر وروٗف ورحیم ورحمۃ للعالمین و محمد واحمد وطٰہٰ ویٰسین ومُزمل ومُدثر وعبداللہ وعبد ومنذر واسماء دیگر نیز اند وایں اسما مہیانِ صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم است۔

وپرسیدہ شد عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا از خُلقِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گفت کان خلقہ القرآن یعنے درہمہ احوال چہ لُطف وچہ غضب حسبِ فرمُودۂ حق سُبحانہٗ وتعالیٰ عمل مے فرموداند واز کسے انتقام برائے نفسِ نفیس خودنمے گرفتند لیکن وقتیکہ ضائع کردہ مے شدحصّے از حقوق اللہ وللہ درالبوصیری حیث قال۔

فھوالذی تم معناہ وصورتہٖ ثم اصطفاہ جیبباً باری النسم

وہیچ کس تابِ خشم نمے آوردوقتے کہ بخشم مے آمدند۔ وبُود شجاع ترین مردم وسخی ترین وکریم ترین وہرگزنہ بُود کہ سوالے کردہ سووازوے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم چیزے پس فرمودہ باشد ندہم۔

اکرم بخلق نبی زانہ خلق بالحسن مشتمل بالبشر متسم
کالزھرفی ترف والبدر فی شرف والبحرفی کرم والدّھرفی ھمم

وشب نمے ماند درخانۂ مُبارک دینارے ونہ درہمے واگر باقی مے ماند چیزے ونمے یافتند گیرندہ وبناگاہ شب شدی ہرگز بخانۂ مطہرّ نمے آمدند تاآنکہ بری الذّمہ شوند وبرسانند آں رابمُستحقاں وہرگز نمے گرفتند ازماں بیتُ المال مگر قوت یک سالہ اہل خودارزاں تر جنسے مثل خُرماوجو۔ بعدازں ایثارمے کروند دیگراں راازقُوتِ اہل خودتاآنکہ خودمحتاج مے شدند احیانابقوت پیش ازگذشتن سال۔

وبُود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راست گوترین مردم درسخن گفتن و وفاکنندہ ترین الیثان درعہدؤ نرم ترینِ ایشاں درخصلت، ونیکوترینِ ایشاں درصحبت وحلیم ترین مردم وباحیاتراز دُخترناکد خُداکہ درپردہ مے باشد وفرواندازندہ نظربرزمین وبود نظر شریف بسوُئے زمین زیادہ تراز نظر بُسوئے آسمان واکثرویدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بگوشِ چشم بود۔

وبود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تواضع کنندہ ترین مردم قبُول می فرمودند دعوتِ داعی غنی باشدیافقیر آزاد باشدیابندہّ وشفیق ترینِ مردم برمخلوق۔ کج مے ساخت آوندرابرائے گربہ پس برنمے داشتند تاوقتیکہ سیراب شودازغایت شفقت۔

وبودندعفیف ترینِ مردم وبسیار ترینِ مردم درگرامی داشتن یارانِ خود ودراز نمے کردند پائے مُبارک خوددرامیانِ ایشان وجائے رافراخ مے ساختند چُوں تنگ مے شد از اژدحام وزانوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پیش ترنمے شداز زانوئے ہم نشینِ خود، ہرکہ صحبت کردے محبت شدے بغایت، دہرکہ ناگاہ دیدے ہیبت خوردے و دروقتِ سخن گفتن بودند رفیقانِ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم خاموش شدہ برائے استماعِ کلام شریف وشتاب کردندے بعدصدورامر شریف۔

وے کرد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ابتداءبہ سلام باہرکہ ملاقات مے نمود وتزئین وتجمّل مے کردبرائے ملاقاتِ یارانِ خودیعنی بلباس وشانہ ومثل آں وتفقدحالِ یاراں مے فرمودندعیادتِ مریض ودُعابرائے کسے کہ درسفر

رفتہ باشد مے فرمود۔ ودر حقِ مُردہ استرجاع بعد ازاں مے فرستاوند وتشریف مے بُردند بسوئے کسے کہ معلوم مے کردند آزادگی او وبُرون مے آمدند بسوئے باغہائے یارانِ خود وے خوروند ضیافتِ ایشاں راومدار اودلاسامی فرمودند بادِل اشرافِ قوم را۔ وگرامی مے داشتند اہلِ فضل راواز کسے کشادہ پیشانی وتازہ رُوئی رادریغ نمے داشتند۔

وقبول مے فرمودند عذر عذرآرندہ ونمی گذاشت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کسے راکہ درراہ پس پُشت مُبارک رود۔ دمے فرمودند بگذارید پُشتِ مرا برائے فرشتگان وہیچ کس را دروقت سواری پیادہ رفتن نمے دادند تا آنکہ اور انیز سوارمے فرمودند پس اگروے امتناع کردے از سوارشدن مے فرمودند از من پیشتر روتامنزل معیّن۔

وخدمت مے کروند خادم را۔ وآنحضرت راصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم غلامان وکنیز کان بودند کہ بلندی وتمیز نمے فرمود برایشاں درخوراک و پوشاک۔ گفت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ خدمت کردم اوراصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قریب دس سال پس قسم بخدا خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مرابسیاربود از خدمتِ من اور ادر حضر وسفر دگاہے کلمۂ ناخوشی وتنگی نہ فرمودندونہ گفتند کہ چرا کردی ونہ کردی۔

وبودند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم درسفرے پس امر فرمودند بدُرست ساختن گوسفندے۔ کسے گفت ذبح ایں بر ذمۂ من دیگرے گفت پوست کندن ایں بر من، دیگرے پختن رابر ذمۂ خود کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرمودند بہم آوردن چوب برذمۂ من آں جماعت عرض کردند کہ بجائے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ماایں کارراکفایت خواہیم کرد۔ فرمودے دانم کہ کفایت کردن مے توانید لیکن نمے پسندم آنکہ تمیز کنم وبلندی جوئم برشماہر آئینہ حق تعالیٰ مکروہ مے دارد ازبندہ ایں خصلت راکہ متمیّز باشد ازمیان یارانِ خود بعد ازاں استادند وجمع کردند بہیزم را۔

وبُود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم در سفرے پس فرود آمد ند از اشتر بسُوئے نماز بعد ازاں رجوع کردند بسوئے شُتر صحابہ عرض کردند یارسول اللہ! کُجا روید۔ فرمودند مے خواہم کہ بند کُنم پائے شُتر خود را۔ عرض کروند کہ ما بند کنیم پائے اورا۔ فرمودند نہ باید کہ کسے از شما مدد راز مردماں اگرچہ دریک پارہ از مسواک باشد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ نے نشستند و نے خواستند مگر باذکر خُدا عزاسمہ چوں می رسید ند بجماعتے مے نشستند ہما نجا کہ منتہی مے شد مجلس یعنی اوّل کہ بہ مجلس رسید ندہماں جا مے نشستند و قصدِ صدرِ مجلس نے کروند وبہ ہمیں خصلت امرمے کروندّ وہر یکے را از ہم نشینانِ خود نصیب مے دادند یعنی بہ حسبِ حال ہر کسے اکرام وتوجّہ مبذول مے داشتند کسے از ہم نشینان نے دانست کہ دیگرے سوائے او گرامی تر است نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم و بعد نشستن باکسے برنے خواستند تا وقتیکہ او نخیزو الّا عند الضرورت پس اِذن مے طلبید ند از وے ورُو برُوئے کسے ذِکر نے فرمودند امرسے کہ ناخوش کُند سامع را و مقابلہ نے کروند بد خوئی وبے ادبی کسے را بمانندِ آں بلکہ عفو مے فرمودند۔

وفقیراں را دوست مے داشتند وبایشاں ہم نشینی مے کردند وتشریف مے بُروند برجنازۂ ایشاں وہیچ فقیر را بہ سبب فقیرا وحقیر نے وانستند واز ہیچ بادشاہ بہ سبب باداہی اوہیبت نے خوردند وبزرگ مے داشتند نعمت الٰہی را اگرچہ اندک باشد وبہ نکوہش یاونے فرمودند آں راوہرگز عیب طعام نے کروند اگر رغبت بُودے تناول میفرمودند والا ترک مے نمودند۔ خبر دار ئ حالِ ہمسایہ مے کردند ومہمان را گرامی مے داشتند وبُودند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم زیادہ تر از ہمہ مردم در تبسّم وتازہ رُوئی۔

کانما الؤلؤ المکنون فی صدف من معدنی منطق منه ومُبتسم (بوصیری)

وقت را در غیر عمل برائے خُدائے تعالیٰ یا اشتغال بہ حاجت ضروری مصروف نے فرمُودند۔ واختیار دادہ نہ شدند درمیانِ دو چیز مگر اختیار

کروند آسان ترین آنہا الاّ آنکہ دروے قطع رحم باشد و اگر قطع رحم مے بود از وے بابلغ وجوہ احتراز فرمودی و مے دوختند۔

پائے پوش خود را و پیوند مے کردند جامۂ خود را و سوار مے شُدند بر اسپ و استر و دراز گوش ور دیف مے ساختند پس پُشت خود غلام و غیر آں را و مسح مے کروند رُوئے اسپ خود را بگوشۂ آستینِ خُود یا بگوشۂ چادرِ خود۔

وآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم دوست مے داشتند فال را وناپسند مے داشتند طیرہ را۔ فال عبارت ازان است کہ چُوں کسے متوجّہ کارے شود۔ و کلمۂ نیک بگوشِ وَے رسد مثل یا راشد و یا سالم۔ باستماعِ آں خوش شو وّطیرہ عبارت از شگونِ بد است کہ از گذشتنِ حیوانات بہ جانب راست و چپ یا بآواز کردن زاغ و مانندِ آں گیرند۔

وے فرمودند الحمدللہ وقتِ حصولِ امرِ مرغوب "والحمدللہ علیٰ کل حال" وقت حصول امر ناخوش و غیر مرغوب و بعد فراغ از طعام و برداشتہ شدن آں مے فرمودند الحمد للہ الذی اطعمنا و سقانا و اروانا وجعلنا من المسلمین۔

وبود اکثر نشستنِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم رُوئے بہ قبلہ بسیار مے کردند ذکر وصمت غالب بود بر تکلّم و دراز مے کردند نماز را و کوتاہ می نمودند خطبہ راو طلبِ مغفرت مے کردند از خدائے تعالیٰ دریک مجلس صد مرتبہ، و شنیدہ مے شد سینۂ مبارک را در حالِ نماز آوازے مثلِ آوازِ جوشِ دیگ مس بہ سبب بکا۔

وروزہ مے داشتند ورزِ دوشنبہ و روز پنجشنبہ و سہ روز از ہر ماہ و روز عاشورہ و کم بود کہ روزِ جمعہ بے روزہ باشند و در ہیچ ماہے بیرونِ رمضان این قدر روزہ نے داشتند کہ در شعبان۔

و یکے از خواص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بود کہ در خواب می رفتند چشمانِ مبارک و نے خفت قلب مُبارک بہ سبب انتظارِ وحی و متوجّہ شدن بجانب قُدس۔

اللّٰھم صلّ وسلّم علیٰ جسدہٖ فی الاجساد و علیٰ قلبہٖ فی القلوب۔

وشنیدہ مے شد در وقت خواب دم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم وغطیط ظاہر نمے شد۔ وآں صُورت منکر است کہ از بعضے خفتگان شنیدہ مے شود۔

وچُوں مے دیدند در خواب چیزے کہ پسند نمے کردند مے گفتند ھو اللہ لا شریک لہٗ۔

وچوں بمحل خفتن آرام مے گرفتند مے گفتند۔ ربّ قنی عذابک یوم تبعث عبادک۔

وچُوں بیدار شدند مے گفتند الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور۔

نمے خوردند صدقہ وتناول مے کردند ہدیہ راو صدقہ آن است کہ برائے طلبِ ثواب بہ فقیراں مے وہند وخصوصیت ایں شخص منظور نباشد۔ وہدیہ آن است کہ برائے اکرام ایں شخص باشد واگر کسے ہدیہ بخدمت آنحضرت ﷺ مے فرستار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بمقابلۂ آں مثل آں یا بہتر ازاں باآں شخص عنایت مے کردند وتکلّف نمے کردند در حوروني و دروقتِ فاقہ وشدتِ جُوع سنگ مے بستند بر شکم مُبارک تا کہ بے طاقت نشوند۔

خدائے تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم راکلید خزانہائے زمین عطا کردہ بُود پس آں را قبول نہ کردند وآخرت را اختیار نمودند۔

دخوردہ اندنان بسر کہ وفرمودند نیک نان خورش است سر کہ وخوردہ اند گوشت ماکیاں وحباریٰ وآں طائریست معروف ودوست مے داشتند کدّ وراو گوشت دستِ بُزراو فرمودند بخورید زیت راو دربدن مالید اور اہر آئینہ کہ وے درخت مُبارک است۔ وآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مے خوردند بسہ انگشت وبعد فراغ مے لیسیدند آں انگشتاں راو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم خوردہ اندنانِ جورا باخُرمائے خشک وخربزہ باخرمائے تروخُرما را بمسکہ ورغبت مے داشتند باشیرینی وشہد وآب نشستہ می خوردند و درمیان آب نوشیدن سہ ۳ بار آوند را از دہن جُدا کردہ دم می گرفتند وچُوں می خداستند کہ آب باقی ماندہ رابا اصحاب عنایت کنند از جانب راست شروع مے کردند۔

یک بار شیر آشامیدند۔ آنگاہ فرمودند ہر کہ چیزے از ماکولات خورد باید کہ بگوید اللّٰھم ارزقنا خیراً منہ۔ وہر کہ شیر آشامد باید کہ بعد ازاں بگوید اللّٰھم

ارزقنا خیراً منہ۔ وہر کہ شیر آشامد باید کہ بعدازاں بگوید اللھم بارک لنافیہ وزدنامنہ وفرمودند نیست چیزے کہ کفایت کند بجائے خوردنی ونوشیدنی ہر دو غیر شیر۔

وآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مے پوشد جامۂ پشمین ودر پائے میکردند نعل دوختہ وپیوند کردہ وتکلّف نمے کردند در پوشیدنی وبہترین جامہ بانزدیک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قمیص بُود چوں جامۂ نو مے پوشیدند مے گفتند اللھم لك الحمد كما البسته واسئالك خيره وخيرما صنع لهٗ۔ وخوش مے شدند از جامہائے سبز واحیانا یک چادرے پوشیدند کہ جُز آں بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نبودے بستند دوگوشۂ اور امیان دوشانۂ خود یعنی شملہ وے پوشیدند روز جمعہ چادرِ سُرخ بعضے گویند آں چادر مخطّط بود بخطوط سُرخ۔

دمے پوشیدند انگشتری از سیم کہ نقش آں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بُود در خنصر دستِ راست وگاہے خنصر دستِ چپ وخنصر نام خوردترین انگشتان است۔

ودوست مے داشتند خوشبو راوناخوش شُدند از بوئے بدومے فرمودند ہر آئنہ اللہ تعالیٰ نہادہ است لذّت من در زنان وخُوشبوّ گردانیدہ است سردی چشم من در نماز، وازاجناس خوشبو استعمال مے کردند غالیہ راوآں خوشبوائے است مرکّب ونیز مشک تنہا وبخور مے گرفتند از عُود وکافور۔

سُرمہ مے کردند باثمد وآں قسم اعلیٰ است از اقسام سُرمہ گاہے سُرمہ مے کشیدند سہ بار در چشم راست ودوبار در چشم چپ۔ وگاہے سُرمہ مے کروند در حالت صوم وبسیار استعمال مے کردند دُہن رادر سر وریش مبارک واستعمال دُہن مے کردند یک روز در میان وسُرمہ مے کردند برعایت عدد طاق۔

ودوست مے داشتند ابتدا کردن از جانب راست در شانہ کردن ونعلین پوشیدن وطہارت کردن۔ ودرہمہ کارّو نظر مے کردند درآئینہ و

در سفر از آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جُدا نمے شُد چند چیز شیشہ دُہن و سرمہ دان وآئینہ و شانہ و مقراض و مسواک و سوزن و رشتہ۔

وآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مسواک مے کردند شبے سہ بار پیش ازاں کہ بخواب روند وبعد خواب چوں بہ تہجد برمی خاستند و وقتِ برآمدن برائے نمازِ صبح وحجامت مے کروند یعنی فصد وخون مے کشانیدند۔

ومزاح وخوش طبعی ونے فرمودند در مزاج مگر سخنے راست یک بار شخصے بخدمت حاضر شدہ عرض نمودیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سوار کن مرا بر شترے۔ فرمود سوار کنم بر بچّہ مادہ شُتر گفت بچہ مرا نتواند برداشت۔ فرموند نے باشد شُتر مگر بچہ مادہ شتر۔

زنے بخدمت یک بار عرض نمود یارسول اللہ شوہر من بیمار است دوے مے طلبد شمارا۔ فرمودند ہمانا شوہر تو آن است کہ در چشم و سفیدی است ومراد داشت سفیدی بیعولہ چشم راوآں زن سفیدی کہ مانع نظر مے باشد فہمید پس بازگشت آں زن وبکشا وچشم شوہر خود شوہرش گفت تراچہ شُد کہ چشم من بکشائی گفت خبر دادہ است آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ در چشم توسفیدی است شوہر گفت ہیچ کس نیست الادر چشم وے سفیدی است۔

وزنِ دیگر عرض کردیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دُعا کن بجناب حق تعالیٰ تامرادر بہشت داخل کند۔ فرمُوند اے اُم فلان داخل نہ خواہد شُد در بہشت، ہیچ پیرزال پس آں زن گریہ کناں از مجلس سوئے خانہ بازگشت۔ فرموند اور اخبر دہید داخل نخواہد شد درحالتِ پیری یعنی از سرنوجوان شدہ داخل جنت باشند حق تعالیٰ مے فرماید انا انشاء نہن انشاء أ فجعلنہا ھن ابکاراً عرباً اترابا۔ معنی ایں آیت حسب مقتضائے حدیث چنیں خواہد بود کہ ماپیدا مے کنیم۔ مومنات راپیدا کردن دیگر یعنی در حشر گردانیم ایشاں راد ختران جوان۔ واللہ اعلم۔

شمائل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: علامہ فیض احمد فیض گولڑہوی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میانہ قد شرعی لیے سفید رنگ تھے۔ ہر دو شانہ مبارک میں قدرے فاصلہ تھا۔ بال مبارک نرمّہ گوش تک گاہے ماہین نرمہ وشانہ و گاہے شانہ تک پہنچتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سر وریش مبارک میں بڑھاپے میں سفید بال بیس تک نہ پہنچے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کا چہرہ مبارک بہت روشن تھا کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح جگمگاتا۔ اگر خاموش ہوتے ہیبت وعظمت الٰہی ظاہر ہوتی۔ اور اگر کلام فرماتے تو لطف ونزاکت بشری، نمودار ہوتی۔ دور سے دیکھنے والا جمال و نزاکت کو ادراک کرتا اور نزدیک سے ملاحت و شیرینی۔ حدیث مروی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں ملیح ہوں اور بھائی یوسف صبیح ہیں۔ اسی معنے سے خبر دیتی ہے۔

معشوقیت صرف زلف اور پتلی کمر سے نہیں ہوتی اس لطیف صورت کا غلام ہونا چاہئے کہ جس میں آن ہو۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیری کیس کیس آن پر کوئی مرے۔ اللّٰھم صل وسلّم علیہ و آلہٖ قدر حسنہٖ وجمالہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کشادہ پیشانی تھی اور دراز و باریک ابرُو غیر متصل، بلند بینی، نرم رُخسارہ، کُشادہ دہان، روشن وکُشادہ دندان مبارک تھے۔

اللھم صل وسلم علی اقنی الانف وازج الحاجبین و مفلوج الاسنان

اور ہر دو شانہ مبارک کے درمیان مہر نبوت تھی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مثل کوئی نہیں دیکھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میرا نام محمد صل اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم واَحمد ومَاحی ہے کہ میرے سب سے اللہ تعالیٰ کُفر کو محو کرتا (مٹاتا) ہے۔

اور (میرا نام) حاشر ہے کہ سب سے پہلے محشور ہوں گا۔ اور عاَقب کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔

دوسری روایت میں مقفی[1] ونبی التوبتہ دنبی الرحمۃ ونبی الملحمہ[۲] بھی آیا ہے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بشیر ونذیر ورؤف ورحیم ورحمۃ للّعالمین ومحمد واحمد وطٰحٰہ ویٰسین ومُزّمل ومدثر و عبداللہ وعبد ومنذران اسماء سے مسمّٰی فرمایا۔ ان کے علاوہ اور اسماء بھی ہیں۔ یہ اسماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی صفات کا بیان ہے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خُلقِ کریم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا خلق قرآن ہے۔ یعنی ہر حال لطف وغضب میں فرمودۂ حق سُبحانہ وتعالیٰ کے مُطابق عمل فرماتے۔ اور کسی سے اپنے نفس نفیس کے لیے انتقام نہ لیتے لیکن جب حقوق اللہ سے کوئی بھی ضائع کیا جاتا (تو اس کا انتقام لیتے) علاّمہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ (صاحب بُردّہ) نے کیا خوب کہا:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کریم معنی وصورتاً کامل ہے۔ مزید بر آں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ خالق مخلوقات نے اپنا محبوب برگزیدہ فرمایا۔

اور کوئی شخص جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو غُصّہ آتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے غصّہ کی تاب نہ لا سکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شجاع ترین، کریم ترین، سخی ترین مخلوقات تھے۔ کبھی ایسا موقع ہرگز نہیں ہوا کہ کسی نے سوال کیا ہو اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ردّ فرمایا ہو۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ:

کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خلقی اور صورت میں کیا ہی خوب تر تھے جسے خلق کریم نے مزید زینت بخشی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حسن پر مشتمل اور خوبی اخلاق سے موصوف ہیں تازہ پھول کی طرح نرم اور شرف میں چودھویں کے چاند ہیں۔ جودوکرم میں بحر اور ہمت میں ایک مکمّل جہان ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر مبارک میں رات تک درہم و دینار کچھ باقی نہ رہتا۔ اگر کوئی چیز باقی رہ گئی ہو اور لینے والا کوئی نہ مِلا اور ناگاہ رات آگئی تو گھر مبارک میں داخل نہ ہوتے جب تک کہ وہ چیز مُستحقوں کو پہنچا کر خود بری الذّمہ نہ ہو لیتے بیتُ المال سے ہر گز نہ لیتے مگر قوت ایک سالہ اپنے اہل وعیال کے لیے۔ وہ بھی ارزاں تر جنس مثل جَو و خَر سے۔ پھر بھی اہل وعیال کی قوت (خوراک) سے دوسروں پر ایثار فرماتے۔ تا آنکہ گاہے گاہے خود بھی سال گزرنے سے پہلے ہی قوت کے محتاج ہو جاتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بات کہنے میں سب آدمیوں سے سچّے، سب سے زیادہ وفادار وعدہ میں خصلت میں سب سے نرم مجلس میں سب سے اچھے اور سب لوگوں سے حلیم تر، پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیا تھے۔ نظر مبارک زمین پر ڈالتے۔ بہ نسبت آسمان کے زمین پر نظر مبارک زیادہ رہتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا دیکھنا گوشۂ چشم سے ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب لوگوں سے زیادہ متواضع تھے۔ کوئی دعوت کرتا، غنی ہو یا فقیر، آزاد ہو یا غلام، قبول فرما لیتے مخلوق پر شفیق ترین مردمان تھے۔ بلّی کے لیے برتن ٹیڑھا فرماتے اور غایت شفقت سے نہ اُٹھاتے جب تک کہ وہ سیر اب نہ ہو لیتی۔

آپ عفیف ترین مردم تھے۔ اپنے یاروں کی بہ نسبت لوگوں کی بہت زیادہ عزّت فرماتے۔ اپنے پاؤں مبارک ان میں لمبے نہ فرماتے جب ہجوم سے جگہ تنگ ہوتی (تو آپ زیادہ سمٹ کر) جگہ فراخ فرماتے۔ آنحضرت صلی للہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زانوئے مبارک اپنے ہم نشین کے زانو سے آگے نہ بڑھتے جو کوئی مجلس کرتا زیادہ مُحبت ہو جاتا۔ جو کوئی ناگاہ دیکھتا ہیبت زدہ ہو جاتا۔ آپ ﷺ کے کلام کرنے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے رفیق استماع کلام شریف کے لیے خاموش رہتے امر شریف کے صدور کے بعد امتثالِ امر میں جلدی کرتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جس کے ساتھ ملاقات کرتے ابتداء بہ اسلام فرماتے۔ یاروں کی ملاقات کے لیے لباس کنگھی وغیرہ سے آرائش فرماتے اور دوست احباب کا حال معلوم

فرماتے رہتے۔ بیمار پُرسی فرماتے اور مُسافر کے لیے دُعا فرماتے اور میّت کے لیے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھتے۔ پھر دُعائے مغفرت فرماتے اگر کوئی آزردہ ہوتا وخود اس کے پاس تشریف لے جاتے اپنے یاروں کے باغوں میں تشریف لے جاتے اور اُن کی ضیافت تناول فرماتے کسی قوم کے شرفاء کی دل سے مدارات فرماتے اور دلاسا دیتے اہل فضیلت کی عزّت کرتے۔ کسی سے کشادہ پیشانی اور تازہ روئی بند نہ رکھتے۔ عذر کرنے والے کا عذر قبول فرماتے۔ کسی کو راہ چلتے اپنی پیٹھ مبارک کے پیچھے نہ چلنے دیتے۔ فرماتے میرے پیچھے فرشتے آتے ہیں۔ ان کے لئے جگہ چھوڑ دو۔ سواری کے وقت کسی کو پیادہ نہ چلنے دیتے تا آنکہ اس کو بھی سوار کر لیتے۔ پس اگر وہ ادب کی وجہ سے سوار ہونے سے رُکتا تو فرماتے منزل معیّن تک مجھ سے پہلے چلے جاؤ۔ اور اپنے خادم کا کام بھی خود کر دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہٖ وسلّم کے غلام اور کنیزیں تھیں کہ ان پر خوراک و پوشاک میں بلندی وامتیاز نہ فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قریب دس سال کے خدمت کی کبھی تنگی یاناخوشی کا کلمہ نہیں فرمایا۔ اور یہ نہ کہا کہ ایسا کیوں کیا۔ کیوں نہ کیا۔

آنحضرت ﷺ ایک سفر میں تھے اور ایک گوسفند کے دُرست کرنے کا امر فرمایا کسی نے کہا اس کی ذبح میرے ذمّہ دوسرے نے کہا چمڑا اُتارنا میرے ذمّہ کسی نے پکانا اپنے ذمّہ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمّہ اس جماعت نے عرض کی کہ بجائے آپ ﷺ کے ہم اس کام کو کافی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم لوگ کفایت کر سکتے ہو لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تم لوگوں پر بڑائی اختیار کروں۔ اللہ تعالیٰ اس خصلت کو مکُروہ جانتا ہے کہ کوئی شخص اپنے یاروں پر بڑائی اختیار کرے۔ بعد ازاں لکڑیاں جمع فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ایک سفر میں تھے۔ نماز کے وقت اُونٹ سے اُتر کر نماز ادا کی۔ پھر اُونٹ کی طرف متوجّہ ہوئے تو اصحابِ کرام نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم، آپ ﷺ کہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ فرمایا میرا ارادہ اُونٹ کے پاؤں باندھنے کا

ہے۔ صحابہ نے عرض کی کہ ہم اس کے پاؤں باندھ دیتے ہیں۔ فرمایا کہ تم میں سے کسی کو مناسب نہیں کہ لوگوں سے امداد طلب کرے۔ خواہ مسواک کا ٹکڑہ کیوں نہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اٹھتے بیٹھے خدا کے ذکر میں شامل ہوتے جب کسی مجلس میں پہنچتے تو جہاں مجلس منتہی ہوتی اور جس جگہ پر پہنچتے وہیں تشریف رکھتے۔ صدارتِ مجلس کا ارادہ نہ فرماتے۔ اور اسی خصلت کے ساتھ امر فرماتے۔ اپنے ہم نشینوں میں سے ہر ایک کو حصّہ دیتے یعنی ہر ایک کے حسب حال اکرام اور توجہ مبذول فرماتے ہم نشینوں میں سے کوئی یہ نہ جانتا کہ میرے سوا دوسرے کی عزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک زیادہ ہے۔ اور جب کسی کے ساتھ بیٹھتے جب تک وہ نہ اٹھتا نہ اُٹھتے۔ مگر بوقت ضرورت اس سے اجازت لے کر اُٹھتے کسی کے رُوبرو ایسے امر کا ذکر نہ فرماتے جو سامع کو ناگوار گزرتا کسی کی بدخوتی اور بے ادبی کا مقابلہ نہ فرماتے بلکہ عفوودرگزر فرماتے۔

محتاجوں فقیروں کو دوست رکھتے۔ ان کے ساتھ ہم نشینی فرماتے ان کے جنازوں میں تشریف لے جاتے کسی فقیر کو بہ سبب احتیاج اس کے حقیر نہ جانتے۔ کسی بادشاہ سے بہ بادشاہی اس کے ہیبت نہ کھاتے۔ نعمت الٰہی کو اگرچہ تھوڑی ہو بزرگ جانتے اور اس کو بُرائی سے نہ یاد فرماتے۔ طعام کا عیب ہرگز نہ کرتے۔ اگر خواہش ہوتی تناول فرماتے ورنہ ترک کر دیتے ہمسایہ کے حال کی خبر گیری کرتے۔ مہمان کی عزت فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سب لوگوں سے تبسم وتازہ روئی میں بڑھ کر تھے۔

گویا کہ صدف میں دُرِّ مکنون ہے جو دہن اور دندانِ مُبارکہ کی معدن سے ہے۔

وقت کو سوائے خدائی کام یا حوائج ضروری کے مصروف نہ فرماتے۔ دو چیزوں میں سے آسان ترین امر کو اختیار فرماتے۔ بشرطیکہ اس میں قطع رحم نہ ہو۔ اگر قطع رحم ہو تو بہ ابلغ وجوہ اس سے احتراز فرماتے۔

اپنی پاپوش مبارک خود سیتے! اپنے جامۂ مُبارک کو خود پیوند لگاتے۔ گھوڑے، خچّر، گدھے پر سوار ہوتے۔ اپنی پس پشت غلام وغیرہ کو سوار فرمالیتے۔ اپنے گھوڑے کا منہ گوشتہ آستین یا اپنی چادر سے صاف فرمالیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فال کو اچھا جانتے اور طیرہ کو ناپسند فرماتے فال اس امر سے عبارت ہے کہ جب کوئی کسی کام کے لئے متوجہ ہو تو اچھا کلمہ سُنے۔ مثلاً یاراشد یاسالم وغیرہ تو اس کے سننے سے خوش وقت ہو۔ اور طیرہ عبارت ہے شگونِ بد سے کہ حیوانات کے چپ دراست سے گزرنے یا کوّے وغیرہ کی آواز سے بد فالی لیتے ہیں۔

امر مرغوب کے حصول سے الحمد اللہ فرماتے۔ امر ناخوش ونامر غوب کے حصول سے الحمد للّٰہِ علی کل حال [۳] فرماتے طعام سے فراغ اور اُس کے اُٹھائے جانے کے بعد فرماتے: الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وا روانا وجعلنا من المسلمین۔ [۴]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ سلم کا بیٹھنا اکثر رُوبہ قبلہ ہوتا ذکر الٰہی بہت فرماتے۔ آپ کی خاموشی تکلم کلام سے زیادہ ہوتی۔ نماز لمبی پڑھتے اور خطبہ کو مختصر فرماتے۔ خدائے تعالیٰ سے ایک مجلس میں سو۱۰۰ دفعہ مغفرت طلب کرتے۔ (بصیغۂ رب اغفرلی و تب علی انّك انت التواب الغفور) نماز کی حالت میں سینہ مبارک سے تانبے کی دیگ کے جوش کی آواز کی طرح گریہ کی آواز سُنی جاتی اور دوشنبہ وپنج شنبہ اور ہر ماہ کے تین روز اور یوم عاشورا کو روزہ رکھتے یوم جمعہ سوائے روزہ کے کم ہوتا۔ رمضان شریف کے سوااور کسی مہینہ میں اتنے روزے نہ رکھتے جتنے کہ شعبان میں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے خواص میں سے تھا کہ آنکھیں خواب مبارک میں ہوتیں اور قلب شریف بہ سبب انتظار دحی وتوجہ بجانب قدس کے بیدار رہوتا۔

اللّٰھم صلّ وسلّم علیٰ جسدہٖ فی الاجساد وعلیٰ قلبہٖ فی القلوب۔

بوقت خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے سانس مبارک کی آواز سنی جاتی لیکن سخت آواز ظاہر نہ ہوتی۔ جیسے بعض سونے والے خراٹے لیتے ہیں۔ جب خواب میں کوئی ناپسند چیز نظر آتی فرماتے۔ ھو اللہ لا شریك لہ

جب سونے سے آرام ملتا فرماتے۔ ”رب قنی عذابك یوم تبعث عبادك “ اسے میرے رب مجھے اپنے عذاب سے بچانا جس دن کہ اپنے بندوں کو مبعوث فرمائے گا۔

جب بیدار ہوتے تو فرماتے ”الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا و الیہ النشور اللہ“ کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو مارنے کے بعد زندہ کیا۔

صدقہ نہ کھاتے اور ہدیہ تناول فرماتے۔ صدقہ وہ ہوتا ہے کہ طلب ثواب کے لئے فقیروں کو دیتے ہیں اور خصوصیت اس شخص موہوب لہٗ کی منظور نہ ہو۔ اور ہدیہ وہ ہوتا ہے کہ جس کو دیا جائے اُس کا اکرام منظور ہو۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی خدمت میں ہدیہ ارسال کرتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس کی مثل یا اس سے بہتر اس شخص کو عنایت فرماتے۔ کھانے میں تکلف نہ فرماتے۔ ناقہ اور شدت بھوک کے وقت پیٹ مبارک پر پتھر باندھتے تاکہ بے طاقت نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خزانہ ہائے زمین کی کنجیاں عطا فرمائیں۔ آپ نے قبول نہ کیا اور حضرت کو اختیار فرمایا۔

روٹی سرکہ کے ساتھ کھائی اور فرمایا سرکہ واہ واہ سالن ہے مرغی اور حباری کا گوشت کھایا اور حباریٰ ایک معروف پرندہ ہے۔ کدّو کو اچھا جانتے۔ بکری کی اگلی ٹانگوں کا گوشت پسند فرماتے اور فرمایا روغن زیتون کھاؤ اور بدن پر مالش کرو کہ یہ درخت مبارک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین اُنگلیوں سے کھاتے اور بعد فراغ کے اُن کو چاٹتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کی روٹی خُرمائے خشک سے اور خربوز خرمائے تر سے اور کھیرہ خرمائے تر سے اور خُرما کو مسکہ کے ساتھ کھایا۔ شیرینی و شہد کو مرغوب جانتے پانی بیٹھ کر پیتے اور پانی پینے میں تین بار

برتن کو دہن مبارک سے جدا فرماتے۔ جب باقی ماندہ پانی اصحاب کو عنایت فرمانا چاہتے تو دائیں طرف سے شروع کرتے۔

ایک دفعہ دُودھ پیا پھر فرمایا کہ جو کھانے کی کوئی چیز کھائے تو کہنا چاہیے۔ اللّٰھم ارزقنا خیراً منه(۵)۔ جو کوئی دودھ پیئے تو چاہیئے کہ اس طرح کہے اللّٰھم بارك لنا فيه وزِدْنَا منه۔(۶) اور فرمایا کہ کوئی چیز دُودھ کے سوا ایسی نہیں جو کھانے اور پینے دونوں کو کفایت کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پشمینہ کا کپڑا پہنتے اور پاؤں مبارک میں پیوند زدہ جوتیاں پہنتے۔ لباس میں تکلّف نہ فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے نزدیک بہترین جامہا قمیص (کُرتہ) تھا۔ جب کپڑا نیا پہنتے فرماتے۔ اللّٰھم لك الحمد کما البستهٗ وَاَسْئالك خیرهٗ وخیر ما صنع لهٗ۔(۷) اور سبز کپڑے کو بہت پسند فرماتے۔ گاہے گاہے صرف ایک چادر پہنتے کہ اس کے سوا اور کوئی کپڑا نہ ہوتا۔ چادر کے دونوں کونوں کو دو شانوں کے درمیان شملہ باندھتے جمعہ کے روز چادر سرخ باندھتے۔ بعض نے کہا اس چادر میں سُرخ لکیریں تھیں۔

چاندی کی انگشتری جس کا نقش نگین مُحمَّد رَسُوْلُ الله تھا، دائیں ہاتھ کی خنصر میں پہنتے اور گاہے بائیں ہاتھ کی خنصر میں سب سے چھوٹی انگلی کا نام خنصر ہے۔

خوشبو کو پسند فرماتے۔ بوئے بد سے ناخوش ہوتے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری پسندیدگی عورتوں اور خوشبو میں رکھی ہے۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ خوشبو کی اجناس سے غالیہ ایک مرکب خوشبو استعمال فرماتے۔ نیز مشک خالص بھی استعمال فرماتے۔ عود و کافور سے بخور (دھونی) لیتے۔

سُرمہ اثمد کا استعمال فرماتے جو سُرمہ کے اقسام سے اعلیٰ ہے گاہے سُرمہ کرتے دائیں آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں دو بار گاہے روزہ کی حالت میں سُرمہ استعمال فرماتے۔ سر اور ڈاڑھی مبارک میں روغن کا استعمال بکثرت فرماتے۔ روغن کا استعمال ایک روز درمیان دے کر فرماتے۔ اور سُرمہ عدد طاق کی رعایت سے فرماتے۔ ہر کام میں ابتدا جانب راست سے اچھا جانتے کنگھی

کرنے، پاپوش لگانے، طہارت فرمانے وغیرہ میں۔ اور شیشہ دیکھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے چند چیز (سات سنگار) جدا نہ ہوتیں۔ تیل والی بوتل، سُرمہ دانی، شیشہ، کنگھی، قینچی، مسواک، سوئی دھاگہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم رات کو تین بار مسواک فرماتے سونے سے پہلے۔ نماز تہجد کے لیے جاگنے پر۔ نماز صبح کے لیے نکلنے پر۔ حجامہ یعنی فصد کرتے اور خون نکلواتے۔

مزاح اور خوش طبعی فرماتے مگر بات سچی ہوتی۔ ایک بار کسی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم مجھے اونٹ پر سوار فرمائیے۔ فرمایا تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کروں گا۔ عرض کی۔ اونٹنی کا بچہ مجھے نہ اٹھا سکے گا۔ فرمایا اونٹ بھی اُونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

کسی عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرا خاوند بیمار ہے اور آپ کو طلب کرتا ہے، فرمایا تیرا خاوند وہی ہے کہ اس کی ایک آنکھ میں سفیدی ہے اور سفیدی سے آنکھ کی پیدائشی سفیدی مُراد لی۔ اس (صحابیہ) عورت نے سفیدی سے مراد وہ سفیدی سمجھی جو نظر کے مانع ہوتی ہے۔ گھر جا کر لگی اپنے خاوند کی آنکھ کو کھول کر دیکھنے۔ خاوند نے کہا تجھے کیا ہوا کہ میری آنکھ کو کھولتی ہے۔ صحابیہ نے کہا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر دی ہے کہ تیرے خاوند کی آنکھ میں سفیدی ہے۔ خاوند نے کہا، کوئی شخص ایسا نہیں جس کی آنکھ میں سفیدی (پیدائشی) نہ ہو۔

ایک اور صحابیہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنّت میں داخل فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اے اُم فلان! بہشت میں کوئی بوڑھی عورت داخل نہ ہوگی۔ وہ صحابیہ روتی ہوئی گھر کو چلی گئی۔ آپ نے فرمایا اس کو خبر دو کہ بوڑھی عورتیں حالتِ پیری میں داخل نہ ہوں گی بلکہ از سر نوجوان ہو کر جنت میں داخل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ انا انشا ناھن انشاءً آہ اس آیت کے معنی حدیث کے مطابق اس طرح ہوں گے کہ ہم مومنات کو دوبارہ حشر میں از سر نو پیدا کریں گے اور کریں گے اُن کو جوان لڑکیاں۔ واللہ اعلم۔

حوالہ جات وتعلیقات

(۱)۔ مقفی اسم فاعل بھی عاقب کے معنی میں ہے۔

(۲)۔ ملحمہ کا معنی حرب یا شِدّتِ حرب ہے کیونکہ آپ نے راہِ خُدا میں پُرزور جہاد کیا اس لیے نبی الملاحم سے موسوم ہوئے۔ ۱۲

(۳)۔ ہر حال میں خدا کا شکر ہے۔ ۱۲

(۴)۔ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو کھلایا پلایا اور سیر اب کیا اور مسلمان بنایا۔

(۵)۔ اے اللہ! اس سے بھی اچھی غذا دے۔

(۶)۔ اے اللہ! ہم کو اس میں برکت دے اور یہی زیادہ عطا فرما۔ ۱۲

(۷)۔ اے اللہ! تیری حمد ہے جیسا کہ تو نے یہ لباس پہنایا میں اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور جس امر کے لیے یہ لباس بنایا گیا اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔

صلح حدیبیہ

(آقا کریم ﷺ کی سیاسی بصیرت اور اثرات)

حضور سید العلما سید شاہ آلِ مصطفیٰ سید میاں قدس سرہٗ

الحمد للہ نحمدہ و نستعینه و نستغفرہ و نؤمن به و نتوکل علیه و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا، من یھدہ اللہ فلا مضل له، ومن یضلله فلا ھادی له، ونشھد أن لا اله الا اللہ وحدہ لا شریك له، ونشھد أن سیدنا ومولانا محمداً عبدہ و رسوله بالھدی و دین الحق ارسله، وصلی اللہ تعالیٰ وسلم و بارك علیه وعلی آله وأصحابه اجمعین۔

أما بعد فأعوذ باللہ من الشطین الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ صَدَقَ اللهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِن شَاءَ اللهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِن دُونِ ذَٰلِكَ فَتْحاً قَرِيباً O هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَىٰ بِاللهِ شَهِيداً O مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللهِ وَرِضْوَاناً سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً O (الفتح:۲۷،۲۸،۲۹)

صدق اللہ العلی العظیم، وبلغنا رسوله المولی النبی الکریم، ونحن علی ذلك لمن الشاھدین۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيماً۔ (الاحزاب:۵۶)

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وبارك وسلم

وعدہ کے مطابق آج سیرت پاک، صاحب لولاک، احمد مختار، محبوب پرورد گار سیدنا و مولانا محمد مصطفی احمد مجتبیٰ مصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم کے مبارک گوشے میں سے "صلح حدیبیہ" اور "فتح مکہ" آپ کے سامنے ان شاء اللہ تعالی پیش کروں گا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ میں تشریف لائے ہوئے چھٹواں سال ہے یعنی سن ۶/ ہجری، ذی قعدہ کا مہینہ ہے یعنی دونوں عیدوں کے بیچ والا مہینہ، جسے ہمارے یہاں خالی کا مہینہ بھی کہتے ہیں۔ حضور اقدس سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک خواب دیکھتے ہیں، آپ کو شاید یہ معلوم ہے، آپ نے عقائد کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے خواب وحی الٰہی ہوا کرتے ہیں اور ان کو جو خواب میں دکھایا جاتا ہے وہ صرف خیال اور تخیل نہیں ہوتا بلکہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

حضورِ والا صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو اپنے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مجمع میں تشریف فرما ہو کر حسب معمول اُن سے دریافت فرمایا: کیا تم میں سے آج کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ سب نے عرض کیا "لا" یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، نہیں حضور والا نے فرمایا: تو آج ہم نے ایک خواب دیکھا ہے اور ہم نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ہم قربانیوں کے جانور اور اپنے ساتھیوں کو لے کر احرام باندھ کر مکۂ مکرمہ کو حاضر ہوئے ہیں اور ہم نے کعبتہ اللہ کا طواف کیا ہے، صفا و مروہ میں ہم دوڑے ہیں اور وہاں ہم نے اپنی قربانیاں پیش کی ہیں۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، جو چھ برس سے مکہ معظّمہ کے دیدار اور کعبۂ کی زیارت سے محروم تھے، ان کو جب یہ اتنی سی بات معلوم ہوئی تو وہ مسرت میں بھرپور ہو گئے۔ اب انھوں نے اصرار کیا کہ بس حضورِ والا اہتمام فرمائیں، ان کے اصرار پر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے جانور لے کر، احرام باندھ کر، مکۂ مکرمہ کا ارادہ فرمالیا۔ ایک روایت میں سات سو (۷۰۰) آدمی اور روایت صحیح میں پندرہ سو آدمی (۱۵۰۰) حضور والا کے ہمراہ تھے۔ ان سب کے ساتھ قربانیوں کے جانور تھے جن کے گلوں میں قربانی کی نشانی پڑی ہوئی تھی۔ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکۂ مکرمہ کی طرف رواں دواں ہیں، حضور والا جب موضع "عطفان" میں پہنچے تو مکۂ مکرمہ کی طرف سے آنے والا قریشیوں کا ایک قاصد ملا جس کا نام ہے "بشر بن سفیان" اس نے آکر یہ پیغام دیا کہ پہلے تو آپ یہ بتائیے کہ آپ کس نیت سے مکہ جا رہے ہیں۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا:

کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ ہم سب احرام باندھے ہوئے ہیں اور ہمارے ساتھ قربانی کے جانور ہیں، میں جنگ اور لڑنے کی نیت سے کعبہ نہیں جارہا ہوں بلکہ کعبہ کا اکرام کرنے اور کعبہ کی زیارت کے لیے جارہا ہوں۔ آج ہم چھ برس سے کعبہ کی زیارت نہیں کرسکے ہیں۔ بشر بن سفیان نے کہا: لیکن قریش نے آپ کو پیغام بھجوایا ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے آپ کو مکہ سے باہر نکال دیا، اب دوبارہ ہم آپ کو مکہ میں داخل ہونے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی مار ہو ان پر، کہ ان کو جنگ کھا گئی ہے، لڑائی ان کے پیٹ کے اندر بیٹھ گئی ہے، وہ کتنے نادان ہیں۔ ارے مجھے حرم میں تنہا کیوں نہیں چھوڑ دیتے یا تو یہ ہوگا کہ عرب کی لڑائیوں میں، میں ختم ہو جاؤں گا تو بھی ان کا مقصد بر آئے گا یا سارا کا سارا عرب مسلمان ہو جائے گا تو بھی یہ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ اور اگر وہ یہ سمجھیں کہ میں اُن کے ڈراوے اور دھمکاوے سے اپنے مولیٰ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ کے نام کا ڈنکا بجانا بند کروں، تو میں عمر بھر جہاد کرتا رہوں گا جب تک کہ میں اپنے مقصد کو پورا نہ کرلوں، لہٰذا ان سے جاکے کہنا کہ میں اس وقت لڑنے کے لیے نہیں بلکہ کعبہ کی زیارت کے لیے آرہا ہوں۔ بشر بن سفیان نے جاکر یہ پیغام سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پہنچا دیا۔ اور حضور والا! ان کے جانے کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو موضع ”ذی سوا“ تک قریش آگئے ہیں، ہم میں تم میں کوئی ایسا ہے جو ہمیں ایسے راستے سے لے جائے کہ جس سے قریشیوں سے سامنا نہ ہو۔ ایک صاحب نے کہا: ”أنا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیك وسلم“ میں حضور کو ایسے راستے سے لیے چلتا ہوں کہ راستے میں قریشیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ اور وہ پہاڑوں کی دشوار گزار گھاٹیوں، نیچے اونچے غاروں میں نکالتا ہوا سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے چلا جس سے حضور والا اور ساتھیوں کو سخت مشقت اور محنت اٹھانا پڑی۔ جب یہ راستہ طے ہو گیا اور حضور والا میدان میں آئے تو آپ نے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا: سب کے سب مل کر پڑھو ”نستغفر اللہ ونتوب الیہ“ اللہ ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں اور ہم تیری طرف رجوع لاتے ہیں، تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایک آواز میں پڑھا ”نستغفر اللہ ونتوب الیہ“ اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اور ہم تیری طرف رجوع لاتے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ: دیکھو موسیٰ کے لوگوں اور میرے لوگوں میں یہی فرق ہے۔ موسیٰ نے اپنے لوگوں سے، اللہ تبارک و تعالیٰ کا کہا ہوا، جب یہ کہا تھا کہ دیکھو جب تم داخل ہونا ”ارض مقدس“ میں تو حِطَّةٌ حطة کہتے ہوئے داخل ہونا۔ ”حطة“ کے معنی تھے

استغفار، ”حطۃ“ کے معنی تھے اللہ سے بخشش مانگنا لیکن یہودی موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے پیرو کا ربڑے ضدی، متمرد تھے۔ انھوں نے بجائے حطۃ کہنے کے موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذاق اڑاتے ہوئے ”حِنطَۃٌ حنطۃٌ“ کہتے ہوئے، وہ داخل ہوئے۔ حِطۃٌ کے معنی یہ ہیں، اللہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور حنطۃ کے معنی یہ ہیں کہ: اللہ ہمیں گیہوں عطا فرما کہ اللہ سے بجائے معافی اور بخشش مانگنے کے وہ مذاق اڑانے کے لیے گیہوں مانگ رہے تھے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو چالیس سال کے لیے جنگلوں کے اندر گمراہ کر دیا اور وہ جنگلوں میں گھومتے پھرے۔ برخلاف اس کے میرے ساتھی، میں نے ان سے کہا ”نستغفر اللہ ونتوب الیہ“ تو انھوں نے فوراً میرے کہنے کا اتباع کیا اور سب نے یک زبان ہو کر کہا: ”نستغفر اللہ ونتوب الیہ“ اور اس کے بعد ہی سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کون سا مقام ہے جہاں پر ہماری اونٹنی بیٹھ گئی۔ اونٹنی کے بیٹھنے کے ساتھ ہی ساتھیوں نے کہا ”خُلّا“ ہے یعنی اب یہ اونٹنی یہاں سے نہیں اٹھے گی، یہ انٹنی اَڑ گئی ہے۔ یہاں پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اونٹنی کو اَڑنے کی عادت نہیں ہے بلکہ یہاں پر یہ کعبہ کی تعظیم کے لیے بیٹھ گئی ہے۔ جس رب نے کل حبشیوں کے ہاتھیوں کو بٹھا دیا تھا جو کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے آئے تھے، اسی رب کے حکم سے یہ اونٹنی یہاں بیٹھ گئی ہے۔ لہٰذا اب آپ لوگ یہاں پر اتر پڑیے، صحابۂ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! اترنے کو تو ہم اتر جائیں لیکن یہاں ایک اندھا کنواں ہے جس کے اندر پانی نہیں ہے اور ہم لوگ پندرہ سو انسان ہیں اور پندرہ سو انسانوں کے قربانی اور سواری کے جانور بھی ہیں اگر ہم اس بے پانی میدان میں اتر گئے تو ہمیں پینے، وضو، غسل اور اپنے جانوروں کو پلانے کے لیے پانی کہاں سے ملے گا۔ اس مقام پر روایتیں دو آتی ہیں۔ ایک روایت میں حضور والا نے اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر اپنے صحابی کو دیا اور کہا کہ جاؤ اس اندھے کنویں میں اترو جس کے اندر مطلقاً پانی نہیں رہا ہے۔ آپ اس کے پیندے میں جاکر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر ہمارے اس تیر کو گاڑ دینا پھر دیکھنا پانی کی کیا ریل پیل ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ صحابی گئے، کنویں کے اندر اترے اور انھوں نے جاکر کنویں کے سوکھے ہوئے پیندے میں حضورِ والا کے تیر کو گاڑ دیا۔ جیسے ہی تیر پیندے میں گاڑا گیا ایسا معلوم ہوا کہ جیسے زمین نے اپنا پردہ پھاڑ دیا ہے اور اس میں سے پانی ابلنا شروع ہو گیا۔ دوسری روایت یوں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس تھوڑا پانی ہے، صحابہ نے عرض

کیا اور تو پانی نہیں ہے مگر آپ کی چھوٹی مشک میں تھوڑا سا پانی ہے فرمایا: لے آؤ ہمارے پاس، مشک لائی گئی، حضور والا نے لکڑی کے بڑے پیالے میں اس پانی کو اوندھا کیا اور حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں یہ ہے کہ اس میں حضور نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا داہنا ہاتھ پانی کے اندر رکھ دیا۔ جابر فرماتے ہیں: میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضور والا کی انگلیوں کے بیچ میں سے پانی جوش مار رہا تھا اور ہم لوگ دیکھ رہے تھے اور سیر اب ہو رہے تھے۔ ہم نے اپنی مشکیں اور پکھالیں بھریں، ہم نے اپنے پانی کے برتن بھرے، ہم نے پانی پیا، وضو کیے، غسل کیے، اپنے جانوروں کو پانی پلایا اور اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا: اب یہ پانی لے جا کر تم اس کنویں میں ڈال دو اور یاد رکھو! اب یہ کنواں قیامت تک کبھی سوکھے گا نہیں، حضرت جابر سے کسی نے پوچھا اس پانی سے فائدہ لینے والے آپ لوگ اُس دن کتنے تھے۔ حضرت جابر نے کہا ہم تو پندرہ سو ہی تھے لیکن مجھے یقین ہے کہ جس رنگ ڈھنگ کے ساتھ وہ پانی حضور والا کے ہاتھوں میں سے اُبل رہا تھا اگر ہم پندرہ سو کے بجائے پندرہ ہزار ہوتے تب بھی وہ پانی ہم سب کو کافی ہوتا۔ یہ حدیبیہ کا کنواں ہے اور آج بھی جدہ سے جب آپ مکہ کو روانہ ہوں تو مکہ کے قریب یہ مقام پڑتا ہے اور وہاں پر یہ کنواں ہے، اور اب تک اس کا پانی کبھی سوکھتا نہیں، حالاں کہ پتھروں کے اندر جو کنویں اور باؤڑیں ہوتی ہیں خصوصاً عرب کے کنویں، وہ سخت گرمی میں سوکھ جاتے ہیں لیکن چوں کہ اس کنویں کے اندر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزے کا پانی پڑا ہوا ہے لہٰذا یہ پانی بھی نہیں سوکھتا۔ "الحمد للہ رب العالمین" آپ کے خادم نے بھی اس پانی سے وضو کیا ہے اور عصر کی نماز حدیبیہ میں پڑھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ پانی مجھے تھوڑا پینے کو بھی ملا ہے۔ اس مقام پر جب سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچے تو قریش کی طرف سے پھر ایک قاصد حضور کے پاس آیا۔ ان کا نام تھا ورقہ بن بدیل خزاعی۔ انھوں نے حضور سے آکر پھر پوچھا کہ آپ ﷺ مکہ کس لیے جا رہے ہیں؟۔ ارشاد فرمایا: تم سے پہلے تین سفیر تمہارے آچکے ہیں اور میں تینوں سے کہہ چکا ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرے ساتھ لڑائی کا کوئی سامان نہیں ہے۔ میں قربانی کے جانور ساتھ لیے ہوئے ہوں اور میں قربانی کے جانور لے کر مکہ کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں، میں لڑنے کے لیے نہیں جا رہا ہوں۔ بدیل نے کہا کہ یہ سب صحیح ہے لیکن قریش اب آپ کو دوبارہ مکہ میں لینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بہر حال جاؤ اور اُن کو جا کر میرا پیغام پہنچاؤ، اُن کے یہ بھی، یہاں سے واپس ہو گئے۔ اور جب انھوں نے قریش کو پیغام پہنچایا تو قریش نے کہا کہ تم ایک جاہل آدمی ہو تم سے بات کرنا نہیں آتی ہے، بیٹھ جاؤ یہاں پر اور اس کے بعد قریش نے اپنا تیسرا سفیر عروہ بن مسعود ثقفی نام کا، وہ پھر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ وہ آئے، اور انھوں نے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پھر وہی بات کہی کہ آپ کہاں جارہے ہیں؟ اور کیوں جارہے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: کتنی مرتبہ تمھیں بتاؤں کہ میں کیوں جارہا ہوں، میں کعبہ کی زیارت کے لیے جارہا ہوں۔ کعبہ کا طواف کروں گا، وہاں پر ہم سب اپنا سر مونڈائیں گے اور اپنی قربانیوں کے جانور وہاں ذبح کریں گے۔ کیا کعبہ کے اوپر وہ حق جو تم لوگوں کا ہے کیا وہ میرا حق نہیں ہے؟ کیا کعبہ میرے دادا نے نہیں بنایا؟ کیا بانی کعبہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام تنہا تمہارے ہی باپ ہیں کیا وہ میرے باپ نہیں ہیں؟ کیا میں قریشی نہیں ہوں؟ کیا میں ہاشمی نہیں ہوں؟ کیا مکہ اور کعبہ کے اوپر میرا حق نہیں ہے؟ تم نے دشمنوں پر بھی کعبہ کو بند نہیں کیا، لیکن افسوس یہ ہے کہ تم میرے اوپر کعبہ کو بند کر رہے ہو۔ عروہ بن مسعود نے کہا کہ: سنیے! یہ جو آج چند اپنے ساتھ مدینہ کے گھسیاروں کو لے کر آ گئے ہیں اگر لڑائی پڑی، قریش جیتے جی کھالیں پہنے ہوئے تیاری کر کے باہر نکل آئے ہیں مرد وعورت سب، لڑائی اگر تگڑی پڑی تو یہ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور آپ تنہارہ جائیں گے۔ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق عتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما تھے۔ انھوں نے فرمایا: "یا عدو اللہ امصص بظر اللات" لات کی بظر چوس جا کر۔ کیا ہم سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ بن مسعود نے کہا حضور والا یہ کون بولا؟ یہ کس نے مجھے گالی دی؟ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا ذرا پہچان کر دیکھو! یہ ابن ابی قحافہ ابو بکر ہیں، دیکھا اس نے، اور کہا ابو بکر تمہارے کچھ احسان میرے اوپر نہ ہوتے تو میں اس کا تمھیں جواب دیتا۔ عرب کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ اپنے مقابل سے بات کرتے تھے تو داڑھی پر ہاتھ ڈال ڈال کر بات کرتے تھے جیسا کہ ہم لوگ جب اپنے جاننے والے سے بات کرتے ہیں تو زانو کے اوپر ہاتھ، ارے بھئی سنو! سنو! یا بھی کاندھے کو پکڑ کر بات کرتے ہیں، ارے بابا سنو! سنو! عرب کا قاعدہ یہ تھا کہ جب وہ مقابل سے بات کرتے تھے تو داڑھی پر ہاتھ رکھ کر سنو! سنو ہماری بات۔ عروہ بن مسعود اپنے قاعدے کے مطابق سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا تھا، مغیر بن شعبہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ زرہ پہنے ہوئے موجود تھے، انھوں نے کہا: اور شمن خدا اپنے ہاتھ ریش مبارک سے ہٹا لے ورنہ یاد رکھنا کہ یہ ہاتھ دوبارہ تیری جیب میں جانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ چوں کہ وہ زرہ پہنے ہوئے تھے لہذا یہ پہچان نہ سکا، کہنے لگا یہ کون بولا؟ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہارے چچیرے بھائی مغیرہ بن شعبہ ہیں۔ بہت جزبز ہوا اور اس کے بعد کہنے لگا اچھا میں جا کر قریش سے سارا حال کہے دیتا ہوں۔ اب تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ یہ یہاں سے واپس ہو گیا۔ قریش میں جب یہ پہنچا تو کہا: میرے دوستو! سننے اور سمجھنے کی چیز ہے۔ سب سے پہلے جا کے قریش نے جب ان سے پوچھا کہو کہ تم نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یہ تو میں کہہ رہا ہوں انھوں نے کہا کہ تم نے محمد کے لوگوں میں کیا دیکھا؟ ہمیں یہ بتاؤ کہ محمد کو اصحاب محمد میں تم نے کیسا دیکھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ بارک وسلم۔ دیکھو! قریش پوچھ یہ رہے ہیں کہ تم نے ان کو ان کے صحابہ میں کیسے دیکھا، اس کا سیدھا جواب یہ تھا کہ جو کچھ عروہ نے دیکھا تھا بتا دیا ہوتا، یہ جواب نہیں دیتے عروہ، عروہ کہتے ہیں کہ دیکھو میں تمہارا وہی بھائی ہوں جو یہاں سے گیا تھا، میں وہاں مسلمان نہیں ہوا ہوں بلکہ جیسا گیا تھا تمہارے دین پر ہی واپس آیا ہوں۔ مجھے آپ بتائیے کہ یہ سوال کا کیا جواب ہوا۔ کوئی آدمی سوال کرے ریسمان کا اور آدمی جواب دے آسمان کا، کوئی آدمی سوال کرے کھیت کا اور جواب ملے کھلیان کا، کوئی آدمی سوال کرے آم کا جواب ملے املی کا، تو یہ سوال کا جواب ہی کیا ہوا۔ وہ تو یہ پوچھ رہے ہیں کہ تم نے اصحاب محمد میں محمد کو کیسا دیکھا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ ان کی کیا شان دیکھی؟ اس کے بجائے وہ یہ کہہ رہا ہے کہ میں وہاں سے مسلمان ہو کر نہیں آیا ہوں بلکہ تمہارے دین پر جیسا تھا ویسا ہی واپس آ گیا ہوں تو اس سوال اور اس جواب میں رابطہ کیا ہوا۔ ابھی تم سمجھے نہیں، بات اصل میں یہ ہے کہ وہ جو جواب دینے والا تھا وہ جواب سے اس کو خود یہ فکر ہو گئی تھی کہ اگر کہیں میں نے پہلے سے اپنی پوزیشن کو صاف نہ کیا تو قریش کو یہ گمان گزر جائے گا کہ میں بھی وہاں جا کے مسلمان ہو آیا ہوں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ غصے میں آ کر میری گردن ہی مار دیں۔ لہٰذا اس نے پہلے اپنی پوزیشن صاف کی کہ میں مسلمان نہیں ہوا ہوں، میرے جواب سے یہ مت سمجھنا کہ میں مسلمان ہو کر ان کی طرف داری میں جواب دے رہا ہوں بلکہ میں نے جو دیکھا ہے وہی کہہ رہا ہوں اور اس کے بعد اس نے کہا، اب سنو! اپنے سوال کا جواب اے معشر قریش! میں نے روم کی بادشاہت دیکھی ہے اور شہنشاہ روم کا میں نے دربار دیکھا ہے۔ میں ایران گیا ہوں اور میں نے

نوشیر واں کسریٰ ایران کا دربار بھی دیکھا ہے۔ میں حبشہ گیا ہوں اور میں نے نجاشی بادشاہ حبشہ کا بھی دربار دیکھا ہے۔ اس وقت دنیا میں یہ تین بڑی بھاری سلطنتیں ہیں میں تینوں کے درباروں میں۔۔۔ سب ان کے درباریوں میں ان کی شان و شوکت دیکھ چکا ہوں مگر اے معشر قریش! میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں، میں تمہیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو بات میں نے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے اصحاب میں دیکھی وہ میں نے کہیں نہیں دیکھی۔ میں نے دیکھا یہ کہ جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے پاتا۔ اس پانی کو لینے کے لیے ان کے صحابی جھپٹ پڑتے ہیں اور ایسے جھپٹتے ہیں، ایک دوسرے پر ایسا گرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تلوار چل جائے ان میں آپس میں، یہاں تک کہ جب وہ کلی کا پانی تھوکتے ہیں تو کلی کا پانی ان کا، زمین پر نہیں گرنے پاتا بلکہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ کوئی اسے اپنے منہ پر ملتا ہے اور کوئی اسے پی جاتا ہے، کوئی اپنے سینے پر ملتا ہے اور جب وہ محفل میں بیٹھے ہوتے ہیں اور لوگ ان کے سامنے ہوتے ہیں تو اس طرح سے بیٹھتے ہیں ''کاتما علی رؤسھم الطیور'' گویا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں جب اصحاب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بیٹھے ہوتے ہیں اپنے ساتھیوں میں تو بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ساتھیوں کے سروں پر ویسی چڑیں بیٹھی ہوئی ہیں، یہ عرب کا محاورہ ہے دیکھو اگر اس وقت دس بارہ چڑیں اڑتی ہوئی آئیں اور ہمارے تمہارے سروں پر بیٹھ جائیں تو پھر تم کیا کروگے؟ بالکل اپنے بدن کو سمیٹ لوگے، پھر تم سانس لینے کی بھی کوشش نہیں کروگے تم کو یہ خیال ہوگا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ چڑیں اڑ جائیں۔ یہ محاورہ عرب کا ہے جب آدمی ادب کی انتہا کر دیتا ہے، خاموشی کی انتہا کر دیتا ہے ''کانما علی رؤسھم الطیور'' بالکل سنجیدگی اور متانت کو انتہا پر پہنچا دیتا ہے تب عرب کہتے ہیں ''کانما علی رؤسھم الطیور'' گویا کے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا میں نے ایسا دیکھا ہے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو کہ اگر تم ان سے لڑنے کے لیے گئے تو اے معشر قریش تمہاری۔۔۔ تمہیں جیتا نہیں چھوڑیں گے اور میں نے دیکھا ہے کہ وہ لڑنے کے لیے نہیں آئے ہیں، ان کے پاس قربانی کے جانور ہیں اور وہ سب احرام باندھے ہوئے ہیں۔ وہ کعبہ کی زیارت کے لیے آرہے ہیں لہٰذا میں گزارش کرتا ہوں کہ کعبہ ان کے لیے کھلا ہوا چھوڑ دو وہ آئیں گے، کعبہ کا طواف کریں گے۔ کعبہ میں اپنی قربانیاں کر کے سر مونڈائیں گے اور اس کے بعد امن کے ساتھ واپس چلے جائیں گے۔ قریشیوں نے کہا اچھا تم بیٹھو، ہم اس معاملے کو

ابھی چھوڑتے ہیں۔ اور پھر سفارت کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے بنو خزاعہ میں کا ایک آدمی قریش کے پاس پہلا سفیر بنا کر بھیجا اور وہی پیام کہ میں اکرام بیت کے لیے آیا ہوں، حج کے لیے آیا ہوں، لڑائی کے ارادے سے مکہ میں نہیں آرہا ہوں لیکن جب یہ پہنچے تو ان کو (سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اپنا اونٹ دیا تھا بیٹھنے کے لیے) قریشیوں نے گرفتار کر لیا۔ ان کے اونٹ کو قتل کر دیا اور ان کو گرفتار کر کے کوٹھری میں بند کر دیا۔ تب سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے عمر! اب تم جاؤ! مکہ اور ہمارا پیام پہنچاؤ! مکہ والوں کو، حضرت عمر بن خطاب نے کہا حضور والا مکہ میں اب میرے قبیلہ کا کوئی باقی نہیں ہے جو میری حمایت کرے اور سرکار تو جانتے ہیں کہ میری اور مکہ والوں کی کیسی چلی ہوئی ہے نہ وہ مجھے برداشت کر سکتے ہیں اور نہ میں انھیں برداشت کر سکتا ہوں۔ سفیر تو ایسا ہونا چاہیے کہ جو ان تک کم از کم آپ کا پیغام تو پہنچا سکے۔ میں ایک ایسا آدمی آپ کو عرض کرتا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو آپ کا پیغام بڑے عمدہ طریقے سے پہنچائے گا اور وہ ہیں عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کا بہت بڑا قبیلہ وہاں موجود ہے۔ ابوسفیان سردار مکہ خود ہی ان کا قریبی عزیز ہوتا ہے، اور ان کے حمایتی بہت ہیں کیوں کہ ان کے پاس مال بہت تھا۔ لہٰذا انھوں نے مکہ والوں کی مالی مدد بہت کی ہے۔ ان کی تجارت میں ان کی امداد بہت کی ہے مکہ والوں پر ان کا احسان ہے لہٰذا وہ حضرت عثمان پر ہاتھ نہیں ڈالیں گے۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیج دیا، حضرت عثمان مکہ پہنچے تو ابان بن سعید بن عاص نے انھیں اپنی پناہ میں لیا اور حضرت عثمان نے اپنا پیغام، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام، قریش تک پہنچا دیئے، قریشیوں نے کہا خصوصاً ابوسفیان نے اے بھائی عثمان! آپ تو ہمارے بھائی ہیں آپ ہمارے برادر ہیں "بسم اللہ" آپ کے لیے کعبہ کھلا ہوا ہے، ہم قربانی کے اونٹ مہیا کریں گے آپ کے لیے، آپ بڑے اطمینان سے کعبہ کا طواف کیجیے، قربانی کیجئے، اپنا سر مونڈوایئے، اور ٹھنڈے ٹھنڈے واپس ہو جایئے، آپ کے دوست اور ان کے ساتھیوں کو اب دوبارہ مکہ میں داخل ہونے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: سبحان اللہ میرے آقا و مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور میرے دوست اور احباب اور میرے دینی بھائی، وہ مکہ کی زیارت سے محروم رہ جائیں اور میں ان کی ناہوت میں مکہ کا طواف

کر کے چلا جاؤں یہ مجھ سے متصور نہیں ہے۔ میں ہر گز نہیں جاؤں گا، میں ہر گز، مکہ کا طواف بغیر ان کے کروں گا؟ اور اس کے ساتھ قریشیوں نے حضرت عثمان کو روک لیا اور ادھر مسلمانوں میں یہ خبر ہو گئی کہ حضرت عثمان شہید کر دیئے گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں نے اپنے بڑے غصے کا اظہار کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم قریشیوں کے پچاس سفیر ہمارے پاس آئے لیکن ہم نے مان اور عزت کے ساتھ انھیں رخصت کیا اور ہمارا ایک سفیر وہ بھی عثمان جیسا حلیم الطبع انسان گیا اور انھوں نے اسے شہید کر دیا۔ حضور والا نے ایک کیکر کے درخت، ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر مسلمانوں سے بیعت لی، مسلمان جوق در جوق آتے تھے اور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرتے تھے، بیعت کاہے پر ہو رہی تھی؟ دو چیزوں پر کہ ہم اللہ کے راستے میں جنگ کریں گے اور ہماری ہر چیز اللہ و رسول کی رضامندی پر قربان کر دی جائے گی جب مکمل ہو گئی تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے اس بیعت کے متعلق آیات کریمہ نازل فرمائیں:

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ عَلَیْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِیْبًاo (الفتح:۱۸)

اللہ تبارک و تعالیٰ ان مسلمانوں سے راضی ہو گیا جو اے پیارے محبوب! آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔ آج جو یہ قادری، چشتی، سہروردی، نقش بندی شجروں میں بیعت ہوتی ہے یہ بیعت کا سلسلہ بھی اسی سے وابستہ ہے اور پیر اپنے مریدوں کو جو شجرہ دیتے ہیں، ”شجرہ“ کے معنی درخت کے ہیں وہ شجرہ بھی اسی شجرہ سے لیا گیا ہے جو کیکر کے درخت کے نیچے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیعت لی تھی۔ اللہ نے فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (الفتح:۱۰)

اے پیارے محبوب! جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، جو لوگ آپ سے مرید ہو رہے ہیں وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ سے مرید ہو رہے ہیں۔ ید اللہ فوق ایدیھم یہ جو ظاہر میں آپ نے اپنا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر رکھ دیا ہے یہ آپ کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ یہ حقیقت میں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر رکھا ہوا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سب سے بیعت لے چکے تو حضور نے ارشاد فرمایا:

میرا عثمان یہاں موجود نہیں ہے میں جانتا ہوں وہ شہید نہیں ہوئے ہیں لہٰذا میں عثمان کی بیعت لیتا ہوں اور اسے اس بیعت سے محروم نہیں کرنا چاہتا یہ کہ کر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا" ھذہ ید عثمان" یہ ہاتھ عثمان کا ہے اور یہ کہہ کر اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے ملایا فرمایا "ھذہ بیعة عثمان" اسی لیے سیدنا عثمان غنی ذوالنورین، جامع القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فخر کیا کرتے تھے کہ اے لوگو تم نے اپنے اپنے ہاتھوں سے بیعت کی ہے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، لیکن میں نے حضور والا سے حضور والا کے ہاتھ پر حضور والا ہی کے ہاتھ سے بیعت کی ہے اور اس کو "بیعت عثمانی" کہا جاتا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ حضرت عثمان شہید نہیں ہوئے ہیں وہ گرفتار کر لیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی قریشیوں کی طرف سے سہیل بن عمرو نامی یہ آخری سفیر بھیجا گیا کیوں کہ قریشیوں کو اس بات کا پتہ ہو گیا تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس بار تنہا نہیں آئے ہیں پندرہ سو ساتھی ہیں اگر بات بگڑ گئی تو لڑائی زبردست چھڑ جائے گی۔ سہیل بن عمرو آیا، جیسے ہی وہ نمودار ہوا سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو! یہ جو آدمی آرہا ہے صلح کا پیغام لے کر آرہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں، یہ عین، غین، دیو کے بندے، کٹ ملّے کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو "علم غیب" نہیں تھا، اپنے پیٹھ پیچھے کی خبر نہ تھی دیکھو اس سے پہلے آپ پچاس آدمی آچکے ہیں قریش کی طرف سے پیغام لے کر وہی ایک پیغام لیکن حضور والا نے کسی کو دیکھ کر یہ نہیں فرمایا تھا کہ یہ اس لیے آرہا ہے یا اس لیے آرہا ہے لیکن سہیل بن عمرو جو حقیقت میں صلح کا پیغام لے کر آرہے تھے سرور عالم نے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا: یہ آدمی صلح کا پیغام لے کر ہمارے پاس آیا ہے اور حقیقت یہی تھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور والا کو علم غیب عطا فرمایا تھا، اس اللہ کے عطیہ سے حضور والا نے پہچان لیا کہ یہ خالی نہیں آرہا ہے، معمولی پیغام لے کر نہیں آیا ہے بلکہ پیغام صلح لے کر آیا ہے، سہیل بن عمرو پہنچ گئے اور انھوں نے کہا کہ قریش آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا سبحان اللہ! جنگ میں پہل بھی تو انھوں نے ہی کی تھی میں نے تو ان سے جنگ نہیں کی ہے، انھوں نے جنگ میں پہل کی تھی تو اگر وہ صلح کرنے کے لیے تیار ہیں، میں بھی صلح کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اللہ اکبر سہیل بن عمرو نے دیکھا کہ اس وقت طبیعت بہت نرم ہے سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، تو کہا: مگر ایک بات ہے کہ صلح کی شرائط ہماری طرف سے پیش کی جائیں گی اور وہ آپ کو قبول کر لینی ہوں گی۔ حضور والا نے فرمایا صلح کی

جو شرائط تم پیش کروگے اُسے ہم قبول کرلیں گے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ جانتے ہیں جلالی مزاج کے انسان تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عمر کو حضرت موسیٰ کا جلال دیا گیا ہے اور ابو بکر کو حضرت ابراہیم کی مہربانی دی گئی ہے وہ تو "جلال موسوی" کی تجلی تھی حضرت عمر میں، جلبلا گئی، جلبلا گئے حضرت ابو بکر کے پاس پہنچ کر کہنے لگے: یا أبا بکر ألسنا المسلمین؟ کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا "بلیٰ" یا عمر یہ کیا نئی بات لے کر آگئے تم، کہا: پھر یہ بتاؤ کیا أليس رسول الله؟ کیا سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کہا بے شک ہیں۔ کیا "أليسوا بمشركين؟" کہا: کیا قریش مشرک نہیں ہیں؟ کہا: بیشک وہ مشرک ہیں کہا: پھر کیا بات ہے کہ ہم دین میں اتنی ذلیل شرطوں پر صلح کر رہے ہیں اور یہ کہہ کر حضرت عمر آگے بڑھ گئے اور انھوں نے یہی مکالمہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دہرادیا۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا: اے عمر! قسم ہے اس رب کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا میں وہ کرتا ہوں جو میرا رب ارشاد فرماتا ہے۔ میرے رب نے یہی کہا ہے اور میں یہی کر رہا ہوں اور اے عمر سنو! جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، حضرت عمر فرماتے ہیں مجھے بڑی شرمندگی پیدا ہوئی جب میں نے اپنے آقا کے سامنے اس لہجے میں بات کی۔ فرماتے ہیں ایک عمر تک میں نے اپنے اس دن کے لہجے کے بدلے میں نوافل پڑھتا رہا کفارے کے لیے، میں صدقے دیتا رہا کفارے کے لیے، میں روزے رکھتا رہا کفارے کے لیے اور جب میں نے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے لیے یہ سن لیا کہ عمر جنت میں جائے گا تب مجھے اطمینان ہوا کہ میری وہ خطا معاف کر دی گئی ہے۔ سرور عالم نے فرمایا: علی مرتضیٰ کو بلاؤ۔ ایک بڑے مزے کی بات بتا رہا ہوں، درود شریف کا ایک نعرہ لگائیے، حضرت علی مرتضیٰ حاضر ہوئے۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا علی قلم، دوات اپنا سنبھال لو، اور صلح نامہ کا مضمون لکھو، حضرت علی مرتضیٰ کاغذ قلم دوات سنبھال کر بیٹھے فرمایا سرور عالم نے لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم علی مرتضیٰ نے لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جیسے ہی بسم اللہ لکھی، سہیل بن عمرو کہنے لگا اے جناب--- یہ کیا لکھ دیا آپ نے الرحمن الرحیم، یہ آپ کے دوالرحمٰن الرحیم خداؤں کو ہم نہیں مانتے، ہم صرف اللہ کو مانتے ہیں یہ الرحمن الرحیم دو اور خدا کہاں سے آگئے۔ آپ کو صلح نامے کا عنوان وہی لکھنا پڑے گا جو قریشی لوگ لکھتے ہیں ہم اپنے خطوں میں "باسم اللھم" لکھتے ہیں یہ آپ اپنا کاٹ دیجیے اور اس کی جگہ باسم اللھم لکھ

دیا جائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علی! سہیل جیسا کہتا ہے ویسا ہی کر دو۔ حضرت علی مرتضیٰ نے الرحمٰن الرحیم کاٹ دیا اور اس کی جگہ باسم اللھم لکھ دیا کہا اس کے آگے لکھو ھذا ما قالھا علیہ محمد رسول اللہ جیسے ہی علی مرتضیٰ نے یہ لکھا ھذا ما قالھا علیہ محمد رسول اللہ بس فوراً سہیل پھر بول پڑا کہنے لگا کیا لکھا آپ نے؟ واہ صاحب واہ! محمد رسول اللہ لکھ دیا اور اس پر ہم دستخط کریں گے، ارے بس یہی تو ہمارا ان کا جھگڑا ہے اگر ہم انھیں رسول مانتے ہوتے تو کیا کعبہ سے ہم انھیں روک دیتے ہماری ان کی لڑائی تو یہی ہے کہ یہ اپنے آپ کو رسول اللہ کہتے ہیں، تم انھیں رسول اللہ سمجھتے ہو۔ اور ہم انھیں رسول اللہ نہیں سمجھتے نہیں صاحب لکھئے ھذا ما قالھا علیہ محمد بن عبداللہ یہ وہ صلح نامہ ہے جو عبد اللہ کے صاحبزادے محمد کی طرف سے ہے۔ اے علی "انا محمد رسول اللہ و محمد بن عبداللہ" میں محمد رسول اللہ بھی ہوں اور میں محمد بن عبد اللہ بھی ہوں لہٰذا محمد کے ساتھ "رسول اللہ" کو کاٹ دو اور اس کے آگے اسم عبد اللہ لکھ دو۔ مولیٰ علی نے اپنا قلم روک لیا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! حضور میں نے اللہ کے نام کے آگے الرحمٰن الرحیم کاٹ دیا لیکن میں آپ کے نام نامی و اسم گرامی کے آگے سے لفظ رسول اللہ نہیں کاٹ سکتا۔ میں رسول اللہ کا لفظ اپنے ہاتھ سے نہیں کاٹوں گا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح نامہ ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ تم جانتے ہو کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امی ہیں، نبی امی ہیں، حضور والا کو لکھنے پڑھنے پر قدرت نہیں ہے مگر مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے معجزہ کے طور پر حضور والا کو اس وقت لکھنے کی قدرت عطا فرمائی اور حضور والا نے اپنے ہاتھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے لفظ رسول اللہ کو قلم زد کر دیا اور اس کی جگہ ابن عبد اللہ لکھ دیا۔ یہ بات تو اپنی جگہ پر ہے یہاں پر ایک بات ذہن میں رکھنے کے لائق ہے تمہیں معلوم ہے کہ علی مرتضیٰ جنہوں نے اسم جلالت "اللہ" کے سامنے سے الرحمٰن الرحیم کاٹ دیا لیکن اسم رسالت کے ساتھ انھوں نے "رسول اللہ" کو کاٹنا گوارا نہیں کیا، تو یہ علی مرتضیٰ کا رویہ تمہاری سمجھ میں آیا یا نہیں آیا؟ نہیں آیا ہوگا اس کو سمجھ لو تو بڑی بات سمجھ لوگے۔ بات یہ ہے کہ لکھنے والے علی مرتضیٰ ہیں، علی مرتضیٰ کے باپ کا نام ہے ابو طالب۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد ماجد کا نام ہے عبد اللہ اور ابو طالب عبد اللہ دونوں ایک ماں باپ کے سگے بھائی ہیں گویا کہ مرتضیٰ علی کہہ رہے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم! علی مرتضیٰ نے جب آپ کو محمد رسول اللہ کر کے پہچانا ہے محمد بن عبد اللہ کر کے

نہیں پہچانا ہے، محمد بن عبد اللہ کر کے اگر علی مرتضی پہنچانیں تو علی اور آپ بھائی بھائی ہو جائیں گے میں چھوٹا بھائی اور آپ بڑے بھائی۔ ہم نے آپ کو بڑا بھائی نہیں سمجھا ہے ہم نے تو آپ کو اللہ کا رسول سمجھا ہے۔ اللہ اکبر! میرے دوستو! ذرا سوچو، ذرا خیال کرو علی مرتضی جو واقعتاً سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چھوٹے بھائی ہیں انھیں یہ حق تھا کہ وہ یہ کہتے کہ میں رشتے میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں لیکن علی مرتضی نے عمر بھر کبھی آپ کو سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بھائی کہہ کر نہیں پہچنوایا ہمیشہ کبھی حضور والا کو ایھا الاخ کہہ کر آواز نہیں دی، بھائی جان کہہ کر آواز نہیں دی، ہمیشہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ کہا اور یہی سنت تھی ان کے صاحبزادے حضرت سیدنا عباس علم دار کربلائے معلیٰ کے اندر انھوں نے بھی بھائی جان سیدنا امام حسین، عرش مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیدائش سے لے کر اور بڑے ہونے تک، یہاں تک کہ جب وہ شہید ہو کر گرے ہیں اور حضرت سیدنا امام نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا ہے اس وقت بھی انھوں نے جو آواز دی تھی وہ یہ کہہ کر آواز دی تھی اللہ اکبر "مولای ادرکنی" میرے مولی مجھے آکر دیکھ جایئے میں شہید ہو کر گر رہا ہوں، میرے آقا آیئے اور مجھے دیکھ جایئے اللہ اکبر! جب سرکار امام عالی مقام نے ان کا سر رکھا اپنے زانو پر اور دیکھا کہ اب وہ تیار ہو چکے ہیں، وداع ہونے والے ہیں، اپنی جان کو وہ سپرد کرنے والے ہیں مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے ان کی شہادت واقع ہونے والی ہے، تب امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا عباس! عمر بھر تم نے ہمیں بھائی کہہ کر نہیں پکارا اب تم جنت کو جا رہے ہو ایک مرتبہ پہلی اور آخری مرتبہ ہمیں بھائی کہہ کر پکارو! اس وقت حضرت عباس نے بڑی حزیں آواز میں ادب کے ساتھ کہا "اخوی الکریم" میرے بزرگ بھائی اور اتنا کہتے ہی انھوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی تو حضرت علی مرتضی ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں ابن عبد اللہ کیسے لکھو میں اگر ابن عبد اللہ آپ کو سمجھتا تو میں آپ کو مان کیسے دیتا؟ پھر آپ میرے بھائی ہوتے میں آپ کا ایک بھائی ہوتا ہم دونوں برابر کے ہوتے اور برابر والے ایک دوسرے کو مان نہیں دیتے۔

اور اس پر یقین کیجئے کہ یہ شرائط ایک نبی ہی کر سکتا ہے ایک بادشاہ نہیں کر سکتا، ایک فرماں روا نہیں کر سکتا، ایک دنیا کا حاکم نہیں کر سکتا یہ تو کوئی ایسا ہی کر سکتا ہے کہ جس کو اس کی جڑیں اللہ نے علم بغیر بتا رکھی ہوں تو ان شرائط کے اوپر آگے نتیجہ کیا آنے والا ہے۔ آج ہم شرائط کرتے ہیں دو فرماں روا، دو ملک آپس میں صلح کرتے ہیں ان کی سیاسی صلح ہوتی ہے اس میں شرائط انسانی دماغ ایجاد کرتا ہے لیکن

ناکام ہو جاتے ہیں۔ آج بار بار دونوں ملک یہ کہہ رہے ہیں معاہدہ تاشقند ناکام ہو جاتے ہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حدیبیہ میں معاہدہ کیا تھا جس پر عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتنا بڑا۔۔۔ اس کے دل میں دھڑکل پیدا ہو گئی تھی تو یہ معاہدہ نچلی سطح پر کیا جا رہا ہے۔ مگر آپ دیکھئے کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہی فتح مکہ کی بنیاد ثابت ہوتا ہے اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ دنیا کی سیاست نہیں بلکہ اللہ کی سیاست کے نبی تھے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ درود شریف کا نعرہ بلند کیجئے اللھم صل وسلم وبارك علیہ اب آپ دیکھئے: یہ جو معاہدہ کتنی نچلی سطح پر ہو رہا ہے، کیا آپ سمجھ سکتے ہیں؟ کیا کوئی ایسا فریق بھی ہو گا جس کو اتنا دبا کر معاہدہ کیا گیا ہو۔ معاہدہ یوں ہو رہا ہے کہ قریش کے اور ہمارے درمیان دس برس تک جنگ بند رہے گی نمبر ایک۔ ان دس برسوں کے اندر دونوں امن و امان کے ساتھ رہیں گے نمبر دو نمبر تین یہ ہے کہ ان دس برسوں میں ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی نہیں کی جائے گی اور اس کے بعد جناب والا تیسرا، چوتھا نمبر یہ ہے کہ جو قبیلہ یا قوم چاہے وہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دے اور جو قوم، جو قبیلہ چاہے وہ قریش کا ساتھ دے۔ جب دونوں قبیلے علاحدہ علاحدہ ہو کر ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے تو یہ بھی دونوں آپس میں نہیں لڑیں گے اور باقی بات تو وہ تو ظاہر میں اتنی نیچی تھی۔ ظاہر میں وہ تو گویا اتنی ذلیل کہی گئی تھی، بڑی گندی تھی۔ سچ بات یہ ہے کہ کوئی مجبور سے مجبور سلطنت بھی، ہاری سے ہاری سلطنت بھی اسے برداشت نہیں کر سکتی سوائے نبی کے وہ اللہ کی طرف سے غیب کی خبر جانتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس ظاہری ذلت کے اندر باطنی عزت چھپی ہوئی ہے۔ آخری شرط یہ تھی کہ ان دس برس کے اندر اگر کوئی شخص مسلمان ہو کر مکہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے گا تو حضور والا اسے مکہ واپس کر دیں گے، اپنے پاس نہیں رکھیں گے اور اگر کوئی شخص سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مسلمان مرتد ہو کر اسلام چھوڑ کر مکہ جائے گا تو مکہ والے اسے واپس نہیں کریں گے۔ آپ بھی دیکھیں، آپ نے اس شرط کو دیکھا، یہ شرط ہے دلوں کو جلا دینے والی ہے، یہ شرط قلوب میں ہیجان پیدا کر دینے والی ہے، یہ شرط دماغوں کو الٹ دینے والی ہے، یہی وہ شرط تھی جس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلبلا اٹھے تھے یہ کہہ کر ''الست برسول اللہ'' ''کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟'' ''السنا بمسلمین'' ''کیا ہم مسلمان نہیں ہیں؟'' ''الیسوا بمشرکین'' ''کیا وہ مشرک نہیں ہیں؟ تو حضور والا نے فرمایا تھا: اے عمر! جو میں جانتا ہوں وہ

تم نہیں جانتے جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہے ہو، صلح نامہ مرتب ہوا اور اس کے اوپر مسلمانوں اور مشرکین دونوں کی گواہیاں ہو گئیں۔ ایک ایک نقل دونوں کے واسطے مرتب کر دیئے گئے اور سہیل بن عمرو جیسے ہی صلح نامے کو اس نے لپیٹ کر اپنی تلوار کے میان میں رکھا ہی تھا کہ دیکھا کہ سامنے ان کا لڑکا ابو جندل پیروں میں بیڑیاں پڑیں، قیدیوں کی طرح گھسٹتے ہوئے یہ مسلمان ہو گئے تھے مکہ میں پیروں میں زخم پڑے ہوئے، چلے آرہے ہیں۔ ان کو ان کے باپ نے قید کر دیا تھا مگر جب انھوں نے سنا کہ سرور عالم حدیبیہ پر تشریف فرما ہیں تو اس کی قید سے فرار ہو گئے اور بیڑیاں اور ہتھکڑیاں توڑ تاڑ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جیسے ہی یہ خدمت میں آئے سہیل بن عمرو کھڑا ہوا اور اس نے اپنے بیٹے کے منھ پر طمانچہ رسید کیا اور کہنے لگا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہمارے تمہارے درمیان میں عہد ہو چکا ہے کہ اگر کوئی مکہ سے مسلمان ہو کر تمہارے پاس آئے گا تم اسے نہیں لوگے واپس کر دو گے میرے بیٹے کو اب واپس کر دیا جائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو جندل ہمارے اور ان کے درمیان عہد نامہ ہو چکا ہے اور ہمارے دین میں عہد کر کے غداری کرنا جائز نہیں ہے لہٰذا تم واپس ہو جاؤ۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے بے دینوں میں واپس کر رہے ہیں تا کہ میرا دین تباہ کر دیا جائے۔ حضور والا نے ارشاد فرمایا: نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے لیے راستہ نکالے گا اور خدا ے تبارک و تعالی تمہارے دین کو بچائے گا۔ ابو جندل کو ان کے باپ کے سپرد کر دیا اور وہ مکہ کو واپس ہو گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا لوگو! اب یہاں پر اپنے سر مونڈ واڈالو اور سر مونڈا کر قربانیاں کر ڈالو، قربانیاں کرو اور اس کے بعد سر مونڈاڈالو۔ اب نہیں اٹھتا کوئی قربانی کرنے کے لیے، اور نہ سر مونڈانے کے لیے۔ سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر فرمایا میں نے ابھی تم سے کہا تھا کہ قربانی کر کے سر مونڈاڈالو لیکن کوئی بھی نہیں اٹھتا، سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ پیشانیوں پر بل پڑے ہیں، آنکھوں سے حسرت ظاہر ہے، وہ تو کعبہ کی زیارت کرنے کے لیے آئے تھے۔ حضور والا خیمہ میں تشریف لے گئے ساتھ میں ام المومنین ام سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہا، باری ان ہی کی ہے ارشاد فرمایا: ام سلمٰی میں نے آج تک مسلمانوں کو اپنے حکم میں دیر کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ پہلا موقع ہے مسلمان میرے حکم میں دیر کر رہے ہیں، عرض کرنے لگیں۔ اللہ اکبر! بھئی بات یہ ہے، اتنے بڑے کی بیوی ہیں اور اللہ کے رسول کی بیوی ہیں، خاتم النبیین کی بیوی ہیں، مسلمانوں کی ماں ہیں، ان کی عزت میں شریک

ہیں آخر انھیں بھی فیض الٰہی سے کچھ پر تو ملا ہی ہو گا۔ چنانچہ ام سلمیٰ نے کہا حضور والا بات یہ نہیں ہے کہ مسلمان حضور کے نافرمان ہیں، مسلمان نافرمان نہیں ہیں مگر اس صلح سے ان کے دل ٹوٹ گئے ہیں وہ تو پکا ارادہ لے کر چلے تھے بڑے شوق میں کہ ہم کعبے کی زیارت کریں گے کعبہ کی زیارت کرنے کے بجائے انھیں نیچی سطح پر صلح کرنی پڑی ہے ان کے دل ٹوٹ گئے ہیں۔ اب میں ایک بات عرض کرتی ہوں حضور باہر تشریف لے جائیں کسی مسلمان سے کچھ نہ کہیں بلکہ یہ کریں کہ اپنی قربانی کر کے اور اپنا سر مبارک حضور مونڈ والیں، پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر آتے ہیں۔ حضور والا اپنی قربانی دیتے ہیں اور اس کے بعد اپنا سر مبارک مونڈاتے ہیں۔ جیسے ہی حضور نے قربانی دی اور اپنا سر مبارک مونڈوایا بس چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے سر مونڈانے کے لیے، ان میں سے بعض نے صرف بال کتروائے اور اکثر نے ان میں سے سر مونڈا دیا۔ حضور والا نے دعائیں دیں الہ العالمین! سر مونڈانے والوں پر اپنی رحمت نازل فرما، پھر اس کے بعد عرض کیا: الہ العالمین سر مونڈانے والوں پر اپنی رحمت نازل فرما تو جنھوں نے خالص بال کتروائے تھے انھوں نے عرض کیا وعلی المقصرین یا رسول اللہ اور جنھوں نے بال کتروائے ہیں ان کے لیے بھی تو، پھر حضور نے فرمایا اے اللہ سر مونڈانے والوں، یہاں تک کہ تیسری مرتبہ میں کہا "وعلی المقصرین یا اللہ" اور مقصرین کے واسطے بھی۔ یہاں سے پھر قافلہ اب دوبارہ مدینہ کو واپس ہوا۔ حدیبیہ کی صلح یہاں آکر ختم ہو جاتی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

یک لفظی سیرت النبی ﷺ کے منہج کا مطالعہ
”جمال رسول ﷺ“ کے تناظر میں

پروفیسر دلاور خان

Abstract:

The Honorable Syed Qalandar Ali Gilani Soharwardi was a prominent Muslim Sufi and scholar. He wrote many books on TASAWUF and SEERAH. His unique book on Seerah is "JAMAL RASOOL" He covered may aspects of the Holy Prophet's Seerah. He also included "One word Seerah" on the basis of names of the Holy Prophet. He explained his names in detail as a part of Seerah. Because very name reflects the Seerah. In this connection every name of the Holy Prophet is ocean of Seerah. Due to this fact a new branch of Seerah was developed by Qalandar Ali. Therefore, these names are unique Source of Seerah. During the writing of "JAMAL RASOOL" he used Authentic Sources of Seerah and Methodology, His writing style is simple, effective and beautiful. Now it is needed that on the basis of the names of the Holy Prophet a comprehensive One word Seerah should be Written.

حضرت سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۸ نومبر ۱۸۹۵ء کو کوٹلی لوہاراں ضلع سیال کوٹ میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی مولانا سید حافظ قاضی رسول بخش رحمۃ اللہ علیہ مفتی اور حافظ تھے، ان کے زیر سایہ ساڑھے چار سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ آٹھ سال کی عمر میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے۔ مڈل تک کی تعلیم امتیازی نمبروں کے ساتھ حاصل کی۔ ۱۹۱۱ء میں "مدرسہ نعمانیہ" میں داخلہ لیا اور ۱۹۱۴ء میں اس سے فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جامعہ منظر اسلام بریلی میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔ وہاں آپ نے علم حدیث و فقہ، فلسفہ و منطق، تفسیر و قانون میں سند امتیاز حاصل کی۔ عرصہ قیام بریلی میں آپ کے اساتذہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا وصی احمد سورتی پیلی بھیتی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ہدایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تھے۔ بریلی سے ۱۹۱۹ء میں واپسی ہوئی۔ چناچہ ۱۹۲۲ء میں آپ قطب عالم حضرت میاں غلام محمد سہروردی کے دست مبارک پر بیعت ہوئے اور سلسلہ سہروردیہ میں خلافت سے نوازے گئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں ۹ نومبر ۱۹۵۷ء کو آپ کا وصال ہوا، آپ کا مزار لاہور میں مرجع خلائق ہے۔

تصانیف:

(۱) جمال الٰہی: الٰہیات اور محبت الٰہی پر ایک جامع تصنیف ہے۔

(۲) الفقر و فخری: یہ تصوف و عرفان کی مباحث پر فاضلانہ تصنیف ہے۔

(۳) موعظة المتقین: یہ عقاید و معمولات اہل سنت پر مستند و تحقیقی کتاب ہے۔

(۴) صحیفہ غوثیہ (شرح نظم و نثر) یہ تصنیف حضرت سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور قصیدہ غوثیہ کی شرح ہے۔

(۵) دختر ملت: یہ کتاب اسلام میں خواتین کے مقام و اہمیت کے تناظر میں لکھی گئی ہے۔

سیرت النبی ﷺ پر لکھی گئی کتب:

حضرت ابوالفیض رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم صوفی سیرت نگار تھے۔ آپ نے سیرت النبی ﷺ کی مختلف جہات پر کئی کتب تحریر کیں ہیں۔ ان کی تجلیات ملاحظہ ہوں:

(۱)میلاد الرسول ﷺ: اس رسالے میں میلاد النبی ﷺ، مبشرات اور زندگی کے مختلف شعبہ ہائے زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۲)رسالہ علم غیب:اس رسالے میں حضور ﷺ کے علم غیب سے متعلق تحقیق کی گئی ہے۔

(۳)حلیۃ النبی ﷺ: یہ کتاب پنجابی اشعار پر مشتمل ہے۔

(۴)سیاح لامکاں: یہ معراج النبی ﷺ پر ایک ہمہ جہت کتاب ہے۔

جمال رسول ﷺ:

حضرت ابوالفیض رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت النبی ﷺ پر جمال رسول ﷺ یہ ایک مایہ ناز کتاب ہے۔ آپ نے اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے محبت کو بھی اس طرح اجاگر کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے اوصاف و کمالات پڑھ کر حضور ﷺ کے ساتھ رابطہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس کے عناوین کچھ یوں ہیں: حمد، نعت، مقصد کتاب، ولادت رسالت مآب، میلاد منظوم، اجمال صفات، اسماء مبارکہ، سیرت خیر الخلق، میثاق ازلی، مبشرات، ختم نبوت، سرورعالم ﷺ بے مثل بشریت، رفعت محمدی، آداب دربار رسالت، عظمت مصطفیٰ ﷺ، شب اسریٰ، مسئلہ معراج اور معترضین، معراج کے عقلی ثبوت، حقیقت کلام، مسئلہ غیب رسول ﷺ، معجزات علم غیب، مظہر اخلاق، علانیہ تبلیغ، ہجرت اور اس کی حقیقت، تحویل قبلہ، تاسیس شریعت، نظام احیائے ملت، مسئلہ جہاد اور اسلام، برکات غزوات اسلامیہ، حضور ﷺ کا سانحہ ارتحال اور نماز جنازہ، متبرکات نبوی ﷺ۔ تقبیل ابہامین اور برکات اسم محمد ﷺ اور اربعین۔

حضرت ابوالفیض قلندری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کتاب میں "اسماء شافیہ مبارکہ آنحضرت ﷺ" کے ذیل میں "یک لفظی سیرت النبی ﷺ" پر تفصیل سے بحث کی ہے۔

یک لفظی / اسمی سیرت النبی ﷺ کا مفہوم:

عربی مقولہ ہے کہ:"كثرة الاسماء تدل على شرف المسمىٰ"(کسی کے ناموں کی کثرت اس کی اہمیت، شرف عظمت پر دلالت کرتی ہے۔) اسماء کی کثرت مسمیٰ کی عظمت ورفعت پر دلیل ہے اسما کی کثرت اور اچھے القابات کا مظہر ہونا دراصل کسی شخصیت کے ہمہ صفت ہونے اور مجموعہ خصوصیات و فضائل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ آقا کریم ﷺ کے بے شمار اسمائے گرامی ہیں ان میں سے ہر ایک

آپ ﷺ کے کسی وصف، امتیاز اور کمال کی جامعت کا مظہر ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے اسمائے کثیرہ آپ ﷺ کے فضائل و کمالات اور امتیازات ہی کے اظہار کی ایک کمپیوٹر فائل ہے جو کئی جی بی پر مشتمل ہے۔ اسم مبارک میں سیرت النبی ﷺ کے سمندر کو کوزے میں محیط کیا گیا ہے۔ سیرت النبی ﷺ بھی آقا کریم ﷺ کے اوصاف، امتیازات اور کمالات کے اظہار کا نام ہے۔ سیرۃ الرسول فی اسماء الرسول ﷺ یعنی اسمی سیرت النبی ﷺ کو "یک لفظی سیرت النبی ﷺ" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہر اسم مبارک، سیرت النبی ﷺ کی وقیع تصنیف کا حسین عنوان ہے۔ سیرت النبی ﷺ کے اس پہلو پر کئی کتب تالیف کی گئیں ہیں جس میں سے چند نام ملاحظہ ہوں:

(۱) شرح اسماء النبی ﷺ مؤلف رشید وارثی (۲) شرح اسمائے رسالت مآب ﷺ مؤلف، محمد اسحاق (۳) شرح اسماء الحسنیٰ ﷺ، مؤلف نذیر احمد (۴) شرح اسماء الحسنیٰ المعروف شرح اسماء المصطفیٰ ﷺ مؤلف غلام حسین عاصم (۵) شرح اسماء الحسنیٰ شرح اسماء المصطفیٰ ﷺ، مؤلف، حافظ محمد موسیٰ چشتی (۶) شرح اسماء النبی ﷺ، مؤلف، غلام محمد ادریس پنہور (۷) شرح اسماء النبی ﷺ، مؤلف جلال الدین سیوطی (۸) شرح اسماء النبی ﷺ، مؤلف قاری احمد حسن (۹) شرح اسماء النبی، مؤلف علی اصغر چشتی (۱۰) شرح اسماء النبی الکریم ﷺ، مؤلف محمد نعیم نگوروی (۱۱) اسماء النبی ﷺ، مؤلف محمد ہاشم ٹھٹوی (۱۲) اسماء النبی الکریم ﷺ، پانچ جلدیں، مؤلف، محمد برکت اللہ لدھیانوی (۱۳) اسماء النبی ﷺ اور انوار سیرت، مؤلف، پروفیسر نور حبیب اختر (۱۴) اسمائے مصطفیٰ ﷺ مؤلفِ، ڈاکٹر محمد طاہر القادری۔

یک لفظی سیرت النبی ﷺ کا مطالعہ "جمال رسول ﷺ" کے تناظر میں:

حضرت ابو الفیض رحمۃ اللہ علیہ یک لفظی سیرت النبی ﷺ کی اہمیت کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: سرور عالم ﷺ ہی کی ایک جامع صفات ہستی ہے جن کے اسماء گرامی جہاں بھر کے موسوم افراد سے زیادہ اور جس کی ذات بابرکات ہر اپنے اسم کی کلی مصداق اور اس کی حقیقت صوری و معنوی کی صحیح حامل و عامل ہے۔ اللہ کریم نے جو اسمائے مبارک اپنے محبوب کے لئے خاص کرنا چاہا اس کے ارشاد فرمانے سے قبل اپنے محبوب بے عیب کو اس کی خصوصیات کا حامل اور حقیقتوں کا اہل کر کے پھر فرمایا، وہ محبوبِ خدا صرف اسماء عالیہ سے موسوم ہی نہیں بلکہ تمام اسماء طیبہ کے حقائق حضور ﷺ کی ذات

گرامی میں مجتمع ہیں۔ وہ عوام کی طرح محض اسماء مبارکہ کی فہرست ہی نہیں رکھتے بلکہ وہ حضور ﷺ کی ذات پر ہر لحاظ سے منطبق اور صادق آتے ہیں اور یہ ایک وہ خوبی ہے جو جہاں بھر کے افراد میں اسماء کی اس بہتات کے ساتھ قطعاً نہیں پائے جائے گی۔ بلکہ اکثر انبیاء علیہم السلام کو بھی جو اسماء کی ایک بزرگی کے ساتھ خاص کیا گیا ہے مثلاً ابراہیم علیہ السلام کا اسم شریف "حلیم" نوح علیہ السلام کا شکور، عیسیٰ علیہ السلام و یحیی علیہما السلام کا بر و سید، موسیٰ علیہ السلام کا کریم و قوی، یوسف علیہ السلام کا حفیظ و علیم، ایوب علیہ السلام کا صابر اور اسماعیل علیہ السلام کا صادق الوعد، ان سب پر بھی آنحضرت ﷺ کو زیادتی اسماء میں فضیلت تامہ حاصل ہے۔(۱)

حضرت ابو الفیض سید قلندر علی گیلانی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے "یک لفظی سیرت نگاری کے اسلوب" کو اپنی کتاب "جمال رسول ﷺ" میں خوب برتا ہے۔ اور ۱۰۵ اسمائے گرامی کی شرح کی ہے ان میں سے چند کی تابانیاں ملاحظہ ہوں:

حضور ﷺ نبی ہیں:

جن کا مرتبہ اللہ کریم کے نزدیک نہایت بلند ہے۔ آپ کو علوم غیبیہ پر اللہ تعالیٰ نے ایسا مطلع فرمایا کہ آپکے اقوال و افعال اور ارشادات و اخبار نے لامکان سے تحت الثریٰ اور ان کے علاوہ اسرار الٰہی و کائنات از ماہ تا ماہی کو طشت از بام کر دیا۔ آفتاب و مہتاب کو تہ و بالا فرمانا حضور ﷺ کی نبوتِ تامہ اور مدارجِ عامہ کی ایک ادنیٰ سی دلیل ہے۔ اور حضور ﷺ ہی وہ نبی غیب دان ہیں جن کی تعلیم کامل نے امت کے غلاموں کو بھی مغیبات پر مطلع ہونے کا اہل بنا دیا۔ اور یہی اس نبوت کی خصوصیات میں سے ایک وہ دلیل ہے جو ختم نبوت کا ثبوت بہم پہنچاتی ہے(۲)

حضور ﷺ عاقب ہیں:

یعنی سب سے پیچھے آئے ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی ایک ایسی فضیلت ہے جو کسی نبی کو حاصل نہیں کیوں کہ حضور ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے بعد میں آئے ہیں۔ حدیث شریف میں خود حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں عاقب ہوں یعنی تمام انبیاء علیہم السلام سے پیچھے آنے والا ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبوت کے محل کی وہ آخری اینٹ جس سے اس کی تکمیل ہوئی میں ہوں۔(۳)

حضور ﷺ خاتم ہیں:

جنہوں نے انبیاء سابقین کے تبلیغی کارناموں پر ختم نبوت ورسالت کی مہر ثبت فرمادی اور دنیاوالوں کو اپنی تخلیق کے لاکھوں برس بعد دین فطرت کی تکمیل کا وہ مژدہ جانفزا سنایا جس کے بعد کسی نبی کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی گویا آپ کا ظہور ہی ختم نبوت کی بین دلیل ہے(۴)

حضور ﷺ متوسط ہیں:

یعنی اعتدال پسند، کسی قول وفعل میں حد سے زیادتی بھی پسند نہیں فرمائی اور نہ کمی کو ترجیح دی۔ اکثر ہوتا ہے کہ انسان ایک خوبی کو انتہا تک پہنچا تا ہے تو دوسری سے عاری ہو جاتا ہے۔ مثلا مروت میں ترقی کی تو عقل وہوش سے رہ گیا۔ عاجزی وانکساری اسی پر ٹوٹی کہ شجاعت وجواں مردی سے علیحدہ ہو گیا۔ رحم میں بڑھا تو انصاف جاتا رہا، لیکن حضور ﷺ وہ کامل الاخلاق محبوب ہیں جن کی اعتدالی کیفیت کی تعریف فرمائی گئی ہے اور ساتھ ہی افق اعلیٰ پر بھی بیان فرمایا گیا گویا یہی ایک ذاتِ قدسی ہے جس میں بہ یک وقت جملہ اخلاق کا اجتماع پایا جاتا ہے۔ اہل دنیا نے نہ یہ نمونہ دیکھا اور نہ آئندہ دیکھ سکنے کی توقع ہوسکتی ہے۔ آپ ﷺ عبادت، ریاضت، شجاعت، رحمت، سخاوت اور حسن معاملہ و ایثارِ خلق، غرض یہ کہ ہر صفت میں ایسے کامل و اکمل ہیں کہ آپ ﷺ کی مثل رب العزت نے پیدا ہی نہیں فرمائی(۵)

حضور ﷺ صاحب ہیں:

حضور ﷺ ہر ایک کے صاحب اور ہر بات میں ممتاز و اشرف ہیں۔ عربی ہوں یا عجمی، حضور ﷺ اصل و شرافت و نسب میں سب سے زیادہ پاکیزہ و افضل، عقل و حکمت میں غالب، یقین و ارادہ میں قوی، مہربانی اور رحم میں سب سے بڑھ، روح و جسم میں نفیس ترین اور بے عیب، عیب و نقص و خامی و کمزوری اور عصیان و طغیان و عار و خار سے پاک وصاف۔ انبیاء کے صاحب، صدیقین کے صاحب اور صالحین و مؤمنین کے صاحب، ملائکہ کے صاحب، شجر و حجر، چرند و پرند، ارض و فلک غرض یہ کہ بعد از خدا حضور ﷺ ساری کائنات کے صاحب ہیں(٦)

حضور ﷺ امی ہیں:

جنہوں نے اپنی سعید فطرت کے ماتحت قدرت کے مکتب میں تعلیم حاصل کی اور جن کی ابتدائی و انتہائی تعلیم کا کالج خدا کا دربار تھا، کسی استادِ علم و فن کے سامنے تعلیم حاصل کرنے کے لئے زانوئے ادب

نہ کرنے سے رب العزت نے محفوظ رکھا کیوں کہ جو خود تعریف کیا جانے والا ہو اس کے مقابلے میں کوئی اور بلندی (جہاں وہ جھکے) اس کی توہین ہے۔ گو حضور ﷺ کے ظاہری استاد کوئی نہیں تھا۔ مگر اپنے غلاموں پیروؤں کو وہ علوم سکھائے کہ ان پر مستقل ترقی کے دروازے کھل گئے۔ کائنات بھر کی خوابیدہ قوتیں بے دار ہو کر مصروف عمل ہو گئیں اور متلاشیان حق کو وہ عرفان عطا ہو گیا کہ ماسویٰ اللہ کا خوف خود بخود دلوں سے دور ہو گیا۔ کیا شان ہے اس نبی امی ہونے کی، جس کی ذات نے علم و کمال کے دریا بہا دیئے اور جہاں بھر کے اہل علوم کے دیوانے بنا دیئے۔(۷)

حضور ﷺ رؤف ہیں:

جو امت پر انتہائی شفقت فرماتے، کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تو آپ ﷺ اس سے زیادہ اس کی تکلیف کو محسوس فرماتے۔ یہاں تک کہ کسی بچے کا رونا، کسی غریب کی غربت، کسی مسافر کی تنگی، کسی قرض دار کی قرض داری آپ ﷺ کو بے چین کر دیتی۔ اگر حضور ﷺ کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر فرمادیتے۔۔ رات کی نماز، وصال کا روزہ، تراویح، تہجد، ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنا وغیرہ اعمال کے تواتر سے کرنے سے لوگوں کو بچایا۔ تا کہ فرض نہ ہو جائیں۔ آپ ﷺ اپنے ہر مخالف کو توبہ کے لئے ڈھیل دیا کرتے تھے۔ ظالموں نے طرح طرح کی ایذائیں دیں، مجنون اور دیوانہ کہا؛ جسم اطہر پر نجاست پھینکی، آب و دانہ بند کر دیا، شعب ابی طالب میں محصور رکھا، راستے میں کانٹے بچھائے، گلے میں پھندے ڈالے، پتھر برسائے، دانت مبارک شہید کئے، گھر اور وطن سے نکالا مگر حضور ﷺ کی جبین اقدس پر شکن تک نہیں آیا، اور ہر وقت ایسے لوگوں کے لئے رحمت ہی طلب کی اور اپنے رحمت مجسم ہونے کا ثبوت دیا(۸)

حضور ﷺ فتاح ہیں:

جنہوں نے مفتوحوں کے ساتھ رواداری برتی، مغلوب قوموں پر جبر و ظلم نہیں کیا، ان کے مذاہب کو مٹانا اور ان کے معابد کو گرانا، ان کے زن و فرزند کو غلام بنانا اور ان کے تاج داروں اور سرداروں کو ذلیل کرنا، ان کے اموال و عیال کو زندہ آگ میں جلانا اور طرح طرح کے عذابوں میں مبتلاء کر کے مارنا اپنا شعار اور وطیرہ عمل نہیں بنایا، بلکہ مفتوحوں اور مغلوبوں کو انسان سمجھا اور ان کے ساتھ انسانوں کا سا سلوک کیا، کیوں کہ شاہانہ زندگی کی خصوصیتیں ایک داعی الی اللہ اور نبی حق میں نہیں ہوتیں۔ وہ دنیا کی

نفسیاتی حرص و آز، شان و شکوہ، نمود و نمائش، شوکت و جلال، عزت و نام وری، زرق برق گراں بہا ملبوسات، لذیز اغذیہ، رفیع الشان محلات، تخت و تاج، زہرہ جمال اور حور پیکر ناز نینوں کے جھرمٹ، معاندین سے انتقام، سلب و نہب، خزانہ وزر و جواہر، ہوس ملک گیری اور جنگ و پیکار کے تسلسل کے لئے تہ تیغ کرنا لازم نہیں سمجھتا بلکہ اس کا نکتہ نگاہ بالکل جداگانہ ہوتا ہے۔ ایک بادشاہ فاتح میدانِ جنگ میں اگر سر پر غرور رکھتا ہے تو پیغمبر خدا جبیں نیاز۔ ایک بادشاہ میدانِ جنگ میں زبانِ خود ستا ہوتا ہے تو ایک داعی حق زبان شکر سنج، ایک بادشاہ غیض و غضب کا آتش کدہ ہوتا ہے تو ایک رسول رحم و کرم کا سرچشمہ۔ ایک بادشاہ جاہ و جلال کا دیوتا ہوتا ہے تو ایک مفاد توحید نیاز مند بندہ۔ یہی وجہ ہے کہ ارضِ عالم پر جس قدر جلیل القدر فاتح رونما ہوئے ہیں ان کے مقابلے میں اس رحم دل فاتح کی شان ہی الگ ہے۔ اس کا مظفر و منصور چہرہ جدھر کو پھرتا ہے ظلِ الٰہی و تعلیمِ ربانی اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ وہ لڑائی میں کبھی پہل نہیں کرتے اور اجسام کی بجائے قلوب و ارواح کو تسخیر فرماتے ہیں۔ (۹)

حضور ﷺ طاہر و مطہر ہیں:

یہ وہ طہارتِ ظاہری و باطنی ہے، جسے کتاب اللہ نے واضح طور پر بیان فرمادیا ہے۔ آپ ایک عظیم الشان مصلح کی حیثیت میں خود ایسے فطری پاکیزہ ہیں کہ ہر وہ عمل یا شے جو حضور ﷺ کے سامنے آئے یا ساتھ لگے اسے بھی طہارت یافتہ بنادیتے ہیں۔ آنجناب رسالت مآب ﷺ کی طہارت کا یہ شان دار مظاہرہ عمال ظواہرہ سے گزر کر باطن تک پہنچ کر رہا۔ حضور ﷺ نے نہ صرف قتل و غارت، سلب و نہب، ڈکیتی اور چوری، دختر کشی و مادر نہادی، قمار بازی و شراب خوری، زنا و غنا، خیانت و حماقت، بد دیانتی و سود خوری، بے حیائی و بدباطنی، طعن و تشنیع، استہزاء و مذاق، شرک و کفر، نسلی مفاخر و امتیازات کا کلی خاتمہ کیا بلکہ غیبت و بدگمانی، بہتان و اتہام، حسد و کینہ، بغض و عداوت، ریا و نمود، رسم و رواج، غضب و غرور اور فتنہ و فساد سے بھی بھٹکتی ہوئی مخلوق کو پاک و صاف کر دیا۔ نفاق و شقاق مٹائے اور قلب و نفوس انوار الٰہی سے مجلا فرمادیے۔ (۱۰)

حضور ﷺ متقی ہیں:

جن کی پیدائش ہی میں کمالِ خلقت اور جمالِ صورت، قوتِ عقل، صحت فہم، فصاحتِ زبان، طاقتِ حواس، اعتدال حرکات، شرف نسب، عزت قوی، بزرگی وطن وغیرہ رکھے گئے ہیں اور تمام اخلاق عالیہ۔

آدابِ شرعیہ دینیہ، علم و حلم، صبر و شکر، عدل و زہد، تواضع وعفو، سخاوت و شجاعت، حیاء و مروت، خاموشی و سکون وقارو عظمت، عفت ورحمت، حسن ادب، و معاشرت ان کا مجموعہ حسن خلق ہے۔ حضور ﷺ وہ اعلیٰ کردار اور مزاج پاکیزہ رکھتے جن کے دوست دشمن مداح رہے۔ حضور ﷺ کے خلق عظیم کے پھول ایام بہار کے کبھی پابند نہیں ہوئے۔ وہ ناخزاں دیدہ دید ہونے کی حیثیت سے ہر فصل میں کھلے اور ہر موسم میں تروتازہ رہے۔ جھوٹ، غیبت، ترش روئی، بدعہدی، بدکلامی آپ کی فطرت میں ہی نہ تھے۔ کیوں کہ یہ رحمت اللعالمینی کی شان کے منافی ہیں کہ حضور ﷺ کا بچپن، جوانی، بلکہ ساری مقدس زندگی معصوم اور گناہوں سے پاک ہے اور شان کی اصلیت یہ ہے حضور ﷺ کا نور صلب آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام و حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ آپ کے والدین میں ظہور پزیر ہوا۔ درآنحالیکہ وہ پشت درپشت ارحام طاہر و اصلاب طیبہ میں آتا رہا، جن میں کوئی ایک بھی حرام کا ارتکاب کرنے والا نہیں تھا۔(۱۱)

حضور ﷺ اولیٰ ہیں:

جن کے احکام ان کے تصرف کی قوت سے ملے ہوئے ہیں، جن کا غلام یا صحابی بننا موجب سعادت دنیاو عقبیٰ ہے۔ تورات میں ذکر کیا گیا ہے کہ ایک اولیٰ شخص، اولیٰ اُمت کے لئے، اولیٰ ہونے کی حیثیت میں ظاہر ہو گا۔ وہ اپنی اُمت کی اصلاح ہدایت و تعلیم سے کرے گا اور رہتی دنیا تک نوع انسان کے ساتھ رہے گا۔ وہ خوبیاں جو حضور ﷺ کی اولیت پر گواہ ہیں، وہ ہیں جن میں کسب و عمل کو دخل نہیں۔ بلکہ رب العزت کی عنایت سے ہیں۔ فضیلت، نبوت رسالت، خلت، محبت، برگزیدگی، اسرار، دیدار، قرب، شفاعت، مقام محمود، معراج جسمانی، امامت الانبیاء، قیامت کو انبیاء وامم سابقہ پر گواہ ہونا، اولاد آدم کی سرداری، صاحب عرش کے نزدیک حمد، لواء الحمد کا پانا، رحمت اللعالمین ہونا، ہدایت، امانت، رضا، کوثر، انشراح صدر، رفعت، ذکر سکینہ کا اترنا، فاتح ہونا تائیدِ ملائکہ، کتاب و حکمت، سبع مثانی، قرآنی عظیم، پاکیزگی رحمت، اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا درود شریف پڑھنا، آپ ﷺ کے اسم مبارک، پیشانی، عمر اور مسکن پاک کی قسم، کھائی جانا، قبولیت دعا کا وعدہ، شجر و حجر کا کلام، انگشتان مبارک سے پانی کا اجراء تھوڑی چیز میں برکت، شق القمر، ردالشمس، اشیاء کا مدد دینا، علمِ غیب، سایہ نہ ہونا، سنگریزوں کا تسبیح

پڑھنا، دردوں بیماروں کا اچھا کر دینا، لوگوں کے شر سے بچانا وغیرہ جن کا کوئی عقل احاطہ نہیں کر سکتی اور ان کے علم پر سوائے اس کے عطاء فرمانے والے خدائے وحدہ کے اور کوئی آگاہ نہیں(۱۲)

ماحصل:

حضرت ابوالفیض سید قلندر علی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے شمس شریعت محمدیہ و ماہتاب طریقت سہروردیہ اور آپ کا شمار صوفیہ سیرت نگاروں میں ہوتا ہے۔ آپ نے تصوف اور سیرت النبی ﷺ پر کئی کتب تصنیف کیں جس میں سے "جمال رسول ﷺ" کو جہان سیرت میں اعلیٰ وارفع مقام حاصل ہے۔ جس میں آقا کریم ﷺ کی ہمہ جہت شخصیت کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ جس کا نمایاں پہلو جو دوسری کتب سیرت سے ممتاز کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس میں "یک لفظی / اسمی سیرت النبی ﷺ" کے اسلوب کو اپنایا گیا ہے۔ اس سیرت نگاری کے اسلوب کے تحت حضرت ابوالفیض رحمۃ اللہ علیہ نے آقا کریم کے یک لفظی اسم مبارک کو مرکز مان کر اس کی محبت رسول ﷺ میں ڈوب کر ایسی تشریح فرمائی، گویا حضور ﷺ کے ہر اسم مبارک میں سیرت النبی ﷺ کا ٹھاٹھے مارتا سمندر موجزن ہے۔ اسمائے نبوی ﷺ سیرت النبی ﷺ ایک اہم مصدر و مرجع ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یک لفظی سیرت کا مرکز مان کر ایک مبسوط سیرت النبی ﷺ مدون کی جائے۔

حوالہ جات وتعلیقات

(۱)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۲۲، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

(۲)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۳۳، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

(۳)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۳۰، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

(۴)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۳۰، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہو

(۵)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۳۲، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

(۶)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۴۳، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

(۷)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۳۶، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

(۸)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۴۷، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

(۹)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۴۹، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

(۱۰)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۵۰، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

(۱۱)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۵۱، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

(۱۲)۔ قلندر علی سید، ابوالفیض سہروردی، جمال رسول ﷺ، ص ۶۰، مطبوعہ مرکزی مجلس سہروردیہ لاہور

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت نگاری کے صوفیانہ اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر شاکر حسین خان

(شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ کراچی)

Abstract:

“Islam spread through the character of the Companions of the Prophet Muhammad(ﷺ), Muslim traders and Sufis and their good morals. Wherever Muslim traders and Sufis went, they did not forget the Quranic teachings. Before Muhammad Bin Qasim's invasion of Sindh, Islam had reached to Sindh. There was only Indus River between Makran province of Madinah state and Sindh.The oppressed people of Sindh and India called upon the Muslim ruler for help to get rid of Raja Dahir. Muhammad bin Qasim did not come to occupy this region, but he came to help the oppressed people here. Therefore, wherever the Muslim traders and Sufis reached, the people were impressed by their high morals and they accepted Islam.

The arrival of the Muslims in Sindh and India had a profound effect on the culture, customs and literature of the region. A new language "Urdu" came into existence due to the intermingling of Muslims and local people here. And the custom of writing it came from Hyderabad Deccan. Firstly, Urdu writing started under religious necessity. Muslim Sufis and scholars wrote biographies, accounts of deaths and martyrdoms. And then, translation of the Quran, Tafsir of the Quran and books of Holy Prophet’s biography were written regularly. After that, Arabic, Persian and English books were translated into Urdu. This is how this academic journey started which continues till today. The credit of all these works belongs to the Sufis. Justice Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari is a bright name among the heirs and spiritual figures of these Sufis. On whose biography of Holy Prophet, I have written this paper "Analytical study of the mystical style of Holy Prophet’s biography by Justice Pir Muhammad Karam Shah Al-Azhari".”

Keywords: Holy Prophet’s biography, Madinah state, Makran province, Muslim traders ,Sufis, Quranic teachings, Arabic, Persian, English, Urdu.

تمہیدی تجلیاں:

اسلام پر بے بنیاد الزام ہے کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا۔ در حقیقت اسلام اصحابِ رسول، مسلم تاجروں اور صوفیہ کرام کے کردار اور ان کے حسن اخلاق سے پھیلا ہے۔ مسلم تاجر اور صوفیہ کرام جہاں بھی گئے انھوں نے قرآنی تعلیمات کو فراموش نہیں کیا۔ بقول ڈاکٹر علامہ اقبال ؎

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مؤمن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

سندھ پر محمد بن قاسم کے حملے سے قبل اس خطہ میں اسلام آچکا تھا۔ ریاست مدینہ کے صوبہ مکران اور سندھ کے درمیان صرف دریائے سندھ حائل تھا۔ سندھ و ہند کے مظلوم لوگوں نے راجہ داہر سے نجات حاصل کرنے کے لیے مسلم حاکم کو مدد کے لیے پکارا تھا۔ محمد بن قاسم اس خطہ پر قبضہ کرنے کے لیے نہیں آیا تھا، بلکہ یہاں کے مظلوم لوگوں کی مدد کرنے کے لیے آیا تھا۔ الغرض مسلم تاجر اور صوفیہ کرام جہاں پہنچے وہاں کے لوگ ان کے اعلیٰ اخلاق سے متاثر ہوئے اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

سندھ و ہند میں مسلمانوں کے آنے سے یہاں کی ثقافت، رسم و روج اور یہاں کے علم و ادب پر بڑا گہرا اثر پڑا۔ مسلمانوں اور یہاں کے مقامی لوگوں کے ملاپ سے ایک نئی زبان "اردو معلیٰ" معرضِ وجود میں آئی اور اس کے لکھنے کا باقاعدہ آغاز حیدر آباد (دکن) سے ہوا۔ سب سے پہلے مذہبی ضرورت کے تحت اردو لکھی جانے لگی۔ مسلم صوفیہ و علماء نے مولود نامے، میلاد نامے، وفات نامے اور شہادت نامے لکھے اور پھر باقاعدہ طور پر ترجمہ قرآن، تفسیر قرآن اور کتب سیرت لکھی گئیں۔ اس کے بعد عربی، فارسی اور انگریزی کتب کے اردو تراجم کرنے کا رواج ہوا۔ وہ علمی سفر جس کا آغاز صوفیہ کرام نے کیا آج تک جاری ہے۔ ان سب کاموں کا سہرا صوفیہ کرام کے سر ہے۔ ان صوفیہ کرام کے وارثوں اور روحانی شخصیات میں ایک روشن نام جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا ہے۔ جن کی سیرت نگاری پر راقم نے یہ مقالہ باعنوان "جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی سیرت نگاری کے صوفیانہ اسلوب کا تجزیاتی مطالعہ" لکھا ہے۔

صوفیاء کرام کے ہاں اہل فقہ کی طرح دین کا ماخذِ اول قرآن مجید ہی سمجھا جاتا ہے اگر کوئی صوفی قرآنی تعلیمات کے خلاف چلتا ہے وہ مؤمن نہیں ہو سکتا۔ اہل تصوف کے چار بڑے اور مشہور سلاسل ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں: (1) سلسلہ قادریہ (2) سلسلہ چشتیہ (3) سلسلہ سہروردیہ (4) سلسلہ نقش بندیہ۔

عصرِ حاضر کے معروف روحانی پیشوا، مفسرِ و مترجم قرآن، سیرت نگار سرورِ دوعالم ﷺ، متعدد کتب کے مصنف، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کا تعلق سلسلہ چشتیہ سے تھا۔

تعارف مؤلف:

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، 2 رمضان المبارک 1336ھ بمطابق یکم جولائی 1918ء، شبِ پیر بعد از صلوٰۃ التراویح 1 بھیرہ، ضلع سرگودھا میں قریشی خاندان کے مذہبی گھرانے میں تولد ہوئے۔ پیر صاحب کا سلسلہ نسب شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سے ہوتا ہوا صحابی رسول محترم ہبار (ابن الاسود بن مطلب بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی) سے جاملتا ہے۔2

پیر صاحب کا نام "محمد کرم شاہ" ان کے دادا، پیر امیر شاہ (متوفی 1346ھ) نے تجویز کیا تھا۔ نام رکھنے کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی کہ "پیر کھارا کوہستان نمک کے دامن میں ایک گاؤں ہے جو "پیر کرم شاہ، المعروف ٹوپی والے" کے فیض کی وجہ سے مرجع خلائق ہے اس ہستی کے ساتھ ان کے خانوادہ کی رشتہ داری بھی ہے اس لیے آپ کے جدِ امجد نے اُنہی کی نسبت سے آپ کا نام محمد کرم شاہ رکھا۔3

مسلم رسم ورواج اور اسلامی مشرقی تہذیب کے مطابق، تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے ہوا۔ اسکول کی ابتدائی تعلیم، محمدیہ غوثیہ پرائمری اسکول سے حاصل کی جس کو ان کے والد پیر محمد شاہ (متوفی 1957ء) نے 1925ء میں قائم کیا تھا۔ پیر صاحب اس اسکول کے پہلے طالب علم تھے اس وقت ان کی عمر سات سال تھی۔ 1936ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول بھیرہ سے میٹرک کیا۔4 پیر صاحب اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ اپنے والد کے قائم کردہ دار العلوم محمدیہ غوثیہ (قائم شدہ 1925ء) بھیرہ میں دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ 1940ء میں انہوں نے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔5

فاضل عربی کے لیے انہوں نے 1941ء میں اورینٹل کالج لاہور میں داخلہ لیا اور امتحان 600 میں سے 512 نمبر لیکر فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا اور پورے پنجاب میں پہلی پوزیشن حاصل کی پھر ضلع ہزارہ کے شہر مانسرہ پہنچے اور وہاں مولانا حمید الدینؒ سے اصول فقہ کے اسباق پڑھے۔6

1942ء میں دورہ حدیث کے لیے مراد آباد گئے جہاں انہوں نے صدر الفاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادیؒ سے دورہ حدیث کی چند کتابیں پڑھیں باقی کتابیں مولانا محمد عمرؒ (والد مفتی اطہر نعیمیؒ) سے پڑھیں۔ تکمیل ہوئی تو دیوان آلِ رسول سید اجمیریؒ نے دستار باندھی۔ سند دیتے ہوئے علامہ مراد

آبادیؒ نے کہا"میں آج مطمئن ہوں کہ میرے پاس دینی علوم اور حدیث طیبہ کی جو امانت تھی وہ میں نے موزوں فرد تک پہنچادی۔7

پیر صاحبؒ نے مراد آباد سے آنے کے بعد 1945ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔8 1948ء میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے۔9 ان کا نکاح سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف علامہ قمرالدین سیالویؒ نے پڑھایا۔ پیر صاحبؒ کے والد کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹامزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے جامعہ ازہر(مصر)جائے چناں چہ وہ مئی 1951ء میں جامعہ ازہر مصر چلے گئے۔10 جہاں انہوں نے تین سال دوماہ(جون 1951ء تا جولائی1954ء) قیام کیا۔

پیر صاحبؒ نے قیامِ مصر کے دوران تصانیف وتالیف کا بھی آغاز کر دیا تھا۔ پیمانِ سرفروشی اور سنت خیر الانام، اسی دور کی یادگار تحریریں ہیں۔وہ ڈائری بھی لکھتے تھے ان کی ڈائری میں روز مرہ کے معمولات اور اس وقت کے حالات وواقعات پر تبصرے موجود ہیں۔11

پیر صاحبؒ وطن واپس آنے کے بعد اپنے والد کی تیمارداری میں لگ گئے۔کچھ وقت ملتا تو دارلعلوم میں زیر تعلیم طلبہ کو اسباق پڑھاتے یا اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کرتے۔ 1957ء میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ جس دن ان کے والد کا چہلم تھا اس دن انہوں نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز کیا۔12

اور ایسا نصاب متعارف کرایا جو قدیم وجدید علوم کا حسین امتزاج تھا سب سے پہلے انہوں نے ہی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں باقاعدہ طور پر اپنی فہم وفراست سے دینی مدارس (اہلسنّت) کے لیے عصری تقاضوں کے مطابق دس سالہ نصاب ترتیب دیا۔ اس نصاب میں تفسیر،اصول تفسیر، حدیث،اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم منطق، علم الکلام،علم بلاغت، علم صرف، علم نحو کے ساتھ جدید علوم،انگریزی لٹریچر، علم سیاسیات اور علم معاشیات کو خصوصی اہمیت دی۔ اس کے علاوہ مختلف بورڈز سے اپنے دارالعلوم کے طالب علموں کو انٹرمیڈیٹ،بی اے اور مختلف مضامین میں ایم۔اے کا امتحان دلوانے کا اہتمام کیا اس کے علاوہ ان کے دارالعلوم کے فارغ التحصیل ہونے والے طالبِ علم مختلف اسکالرشپ کے تحت مزید تحصیلِ علم کے لیے بیرونی ممالک جانے لگے۔ انہوں نے اپنے دارالعلوم میں تعلیمی ترقی کے ساتھ اخلاقی تربیت کا بھی اہتمام کیا۔

پیر صاحب ایک طرف تو دارالعلوم کے مہتمم تھے اور دوسری جانب روحانی پیشوا بھی۔ چنانچہ انہوں نے تعلیم وتربیت واصلاحِ ملت کے لیے دونوں مناصب کا استعمال کیا۔ انہوں نے دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کی ڈگر پر ملک کے متعدد شہروں اور قصبوں میں مختلف ناموں سے دینی جامعات قائم کیں۔ ان جامعات سے فارغ التحصیل، علماء ملک کے مختلف حصوں اور دنیا کے متعدد ممالک میں دین کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

پیر صاحب نے روحانی پلیٹ فارم سے بھی اپنی خدمات پیش کیں اور خانقاہی نظام میں اصطلاحات نافذ کیں ،انہوں نے اپنی خانقاہ سے منسلک افراد کی دینی، روحانی اور معاشرتی سطح پر اصلاح کی کوشش کی، انہوں نے اپنی خانقاہ سے منسلک افراد کی توجہ اجتماعی مفادات کے حصول کی جانب مبذول کرائی، انہوں نے اپنے اصلاحی مشن کی وضاحت کرتے ہوئے کہا "اگر ان لوگوں کی اصلاح میں اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی تو پھر عام وسعت دی جاسکتی ہے۔ 13 انہوں نے اپنا پلان بتاتے ہوئے کہا کہ "مندرجہ ذیل پہلو خصوصی اہتمام کے مستحق ہیں:

۱۔ صحیح عقائد، ۲۔ اخلاقِ حسنہ، ۳۔ تعلیم، ۴۔ معاشی حالت، ۵۔ صحت بدنی۔" 14 پیر صاحب مزید کہتے ہیں کہ "اپنے تمام پیر بھائیوں کو نماز کا ترجمہ، عقائد اور اخلاق سے متعلق چار مختلف مختصر آیتوں اور حدیثوں کا ترجمہ اور متن یاد کرانا چاہئے تاکہ وہ عملی زندگی ان کی ہدایت اور ان کی روشنی میں گزار سکیں۔ جمعوں کے خطبوں میں بھی یہ بات ملحوظِ خاطر رکھنی چاہئے کہ حاضرین کو ہر بار کوئی مختصر سی آیت یا حدیث جس کا تعلق عملی زندگی سے ہو یاد کرانے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ جب اٹھیں تو کچھ ٹھوس چیز لے کر اٹھیں۔" 15

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ پیر صاحب نے ایک منصوبہ بندی کے تحت دینی، مذہبی اور معاشرتی خدمات سرانجام دینے کا آغاز کیا۔ وہ اپنی مہم میں غیر معمولی طور پر کامیاب بھی ہوئے۔ پیر صاحب خانقاہی نظام کی اصلاح کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار وقتاً فوقتاً کیا کرتے تھے۔ وہ اپنے نام کے ساتھ پیر کا لفظ لکھتے تھے وہ کہتے تھے "جب میں اپنے نام کے ساتھ "پیر" کا لفظ لکھتا ہوں تو محسوس یہ کرتا ہوں کہ مجھے اپنے قلم سے اپنے نام کے ساتھ یہ نہیں لکھنا چاہئے اس طرح اس میں یک گونہ ذاتی ستائش کا پہلو نکلتا ہے لیکن پھر بھی صرف اس لیے لکھنے پر مواظبت اختیار کرتا ہوں تاکہ

لوگوں کو یقین حاصل ہو جائے کہ پیر بھی عالمِ دین ہو سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ دین کا عظیم ترین عالم ہونا ہی پیری کی بنیاد ہے۔"16ے

پیر صاحبؒ صوفیہ کرام کے سلسلہ چشتیہ میں بیعت تھے۔سلسلہ چشتیہ میں محفلِ سماع کا انعقاد بڑے اہتمام سے کیا جاتا ہے محفلِ سماع کے انعقاد میں علماء کا اختلاف ہے بعض جائز سمجھتے ہیں بعض چند شرائط کے ساتھ جائز سمجھتے ہیں اور بعض ناجائز۔جب کہ ذخیرہ روایاتِ حدیث میں دونوں طرح کی روایات موجود ہیں۔ سلسلہ چشتیہ میں مروجہ قوالی میں آلاتِ موسیقی استعمال ہوتے ہیں۔ پیر صاحبؒ سماع مع مزامیر کو جائز سمجھتے تھے۔ پیر صاحب نے سورہ لقمان کی آیت نمبر:6 کے تحت لکھا ہے کہ "ہر غنا حرام نہیں بلکہ بعض ایسے مقامات بھی ہیں جہاں اس کی اباحت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔17ے اور یہی بات قرآنی تعلیمات کے مطابق ہے۔

انہوں نے دینی صحافت میں بھی نام پیدا کیا، انہوں نے اکتوبر 1970 عیسوی میں ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کا اجراء کیا، جو آج تک باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔اس کے اداریے "سرِ دلبراں" کو پذیرائی حاصل ہوئی جس میں انہوں نے پاکستان کے سیاسی، مذہبی معاشرتی اور معاشی تجزیئے کیے اس میں پیر صاحب کے کئی علمی تحقیقی اور معلوماتی مضامین شائع ہوئے، اس پرچے کے متعدد خاص نمبر بھی شائع ہو چکے ہیں۔

پیر صاحب کی تصانیف میں سب سے مشہور تفسیر ضیاء القرآن (مکمل پانچ جلدیں) ہے۔ مذکور تفسیر عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور عہد دوراں کی عمدہ و معیاری اردو تفاسیر میں سے ایک ہے۔ پیر صاحبؒ نے قرآن کریم کا مکمل اردو ترجمہ بھی کیا اگرچہ وہ تفسیرِ قرآن کا حصہ ہے لیکن اسے "جمال القرآن" کے نام سے الگ بھی شائع کیا گیا ہے۔ پیر صاحب نے قرآن کریم کی بعض آیتوں کا منفرد ترجمہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں ضیاء النبی (مکمل سات جلدیں) بھی ہیں، ان کی اس کاوش پر حکومت اسلامی جمہوریہ پاکستان اور حکومت آزاد کشمیر نے صدارتی ایوارڈ بھی دیا۔ ان کی دیگر علمی کاوشوں میں سنت خیر الانام، مقالات (دو جلدیں) مرتب حافظ احمد بخش، خطبات (مرتب خلیفہ ملک مختار احمد مجاہد)، ملفوظات (مرتبہ محمد اکرم ساجد)، مکاتب (مرتب محمد اعجاز احمد گوندل)، ترجمہ وشرح قصیدہ اطیب

النغم، مجموعہ وظائف اور دیگر بڑی چھوٹی کتب، رسائل اور مختلف نوعیت کے مضامین شامل ہیں ان کی شخصیت جس صداقت سے عبارت تھی اس کا اظہار ان کی تحریرات میں نمایاں نظر آتا ہے۔

پیر صاحبؒ ان دو میں سے ایک تھے جن کے بارے میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سابق صدر جنرل محمد ضیاء الحق (متوفی۔17 / اگست 1988ء) نے کہا تھا کہ "انہیں سونے میں تولا جاسکتا ہے" جنرل ضیاء ان کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور انہیں 1980ء میں ستارہ امتیاز کا ایوارڈ پیش کیا اور جون 1981ء میں انہیں وفاقی شرعی عدالت کا جسٹس مقرر کیا۔

پیر صاحب، عدالتی مناصب (18) پر زیادہ سے زیادہ سترہ سال ایک ماہ تک فائز رہے(19) اس عرصے کے دوران انہوں نے متعدد فیصلے کیے جو پاکستانی عدالتی و قانونی تاریخ کا حصہ بن گئے ہیں۔ ان کے ان تاریخی عدالتی فیصلوں کی روشنی میں وزارتِ قانون حکومتِ پاکستان نے آئین پاکستان سے چند ایک دفعات پیر صاحب کی تحقیق یا علم یا نظریئے کے مطابق غیر اسلامی تھیں حذف کیں۔ پیر صاحبؒ کے عدالتی فیصلوں کا جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے عموماً فقہ حنفی کی روشنی میں اپنے فیصلے رقم کیے۔ جدید مسائل کے حل کے لیے اجتہاد سے بھی کام لیا۔ انہوں نے مسائل کے حل کے لیے قرآنی آیات سے استدلال کیا، کہیں کہیں ایسی حدیثی روایات کی نشاندہی بھی کی جو غیر صحیح ہیں۔ اکثر ایسی حدیثوں پر اعتماد کیا جو فقہ حنفی کے عین مطابق ہیں۔ طلاقِ ثلاثہ کے مسئلہ میں انہوں نے قدیم علمائے احناف سے اختلاف بھی کیا ہے۔20؎

پیر صاحب کی علمی و ملی خدمات کا دائرہ پاکستان تک محدود نہ تھا بلکہ انہوں نے عالمی سطح پر دین کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا، انہوں نے متعدد ممالک کے سرکاری و غیر سرکاری دورے کیے۔

قادیانی جماعت کی جانب سے 1988ء میں ایمنسٹی انٹرنیشنل کے صدر دفتر جنیوا میں درخواست دائر کی گئی کہ حکومت پاکستان ہمارے حقوق پامال کر رہی ہے اور ہمیں پاکستان میں جائز مراعات سے محروم کیا جارہا ہے چناں چہ اس کیس کا جائزہ لینے کے لیے، یو۔این۔او کے ذیلی ادارے ہیومن رائٹس (حقوق انسانی) نے اپنے سب کمیشن کا اجلاس 8 / اگست سے جنیوا میں منعقد کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس پروگرام کا علم پاکستان کے اس وقت کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کو ہوا تو انہوں نے پیر صاحب کو اس اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے آمادہ کیا۔ پیر محمد کرم شاہ اس اجلاس میں شرکت کے لیے

12 / اگست 1988ء کو تین بجے سہ پہر جنیوا پہنچے اور وہاں کے حالات اور پروگرام کے بارے میں جان کاری حاصل کی انہوں نے قادیانیوں کی جانب سے شائع ہونے والے پمفلٹ بھی حاصل کیے جس میں انہوں نے حکومت پاکستان اور اہلیانِ پاکستان پر مختلف نوعیت کے الزامات عائد کئے۔ 21ے

پیر صاحبؒ اپنے مضمون "فتنہ مرزائیت اور پاکستان" میں رقم طراز ہیں "سفیر 22ے صاحب نے بتایا کہ ہیومن رائٹس حقوق انسانی کے سب کمیشن کا اس دفعہ پاکستان ممبر نہیں ہے اس لئے ہم نہ اس میں تقریر کرسکتے ہیں نہ کسی مقرر کے اعتراض کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ ووٹنگ میں حصہ لے سکتے ہیں، البتہ بحیثیت مبصر اس اجلاس میں شریک ہوسکتے ہیں۔ 23ے پیر صاحبؒ کہتے ہیں کہ "اس لیے ہم نے یہ طے کیا کہ ہر روز ان ممبران میں سے دو یا تین ممبران کو لنچ پر مدعو کیا جائے، ایک بجے سے تین بجے تک میٹنگ کا وقفہ ہوتا ہے اس وقفہ میں ان سے تبادلہ خیال کیا جائے اور حقیقت حال سے آگاہ کیا جائے اس کے بغیر ہمارے لیے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ 24ے

چناں چہ اس حکمت عملی کے تحت انہوں نے حکومت پاکستان کا موقف ہیومن رائٹس حقوق انسانی کے ممبران تک پہنچایا اور قادیانیوں اور اُن کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا، اسی اثنا میں پاکستان کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کے طیارے کو حادثہ ہوگیا اور وہ اس حادثے میں جاں بحق ہوگئے، 26 / اگست کو پیر صاحب سفیر پاکستان سے مشورہ کرکے جرمن کے شہر فرینکفرٹ چلے گئے کیوں کہ جنیوا میں پیر صاحب کا کام مکمل ہوگیا تھا، وہاں صرف سب کمیشن کے ممبران کا خفیہ اجلاس باقی رہ گیا تھا اور اس میں ممبران ہی شریک ہوسکتے تھے۔ پیر صاحب جنیوا میں جو اہم کارنامہ سرانجام دے کر آئے تھے اس کا اچھا نتیجہ برآمد ہوا۔ انہیں بذریعہ ٹیلی فون معلوم ہوا کہ وہ جس مہم پر جنیوا گئے تھے اس میں پاکستان کو کامیابی حاصل ہوئی۔ 25ے

اگست 1988ء میں جنرل محمد ضیاء الحق کی خواہش پر ہیومن رائٹس کے اجلاس میں شرکت کے لیے جنیوا گئے اور مرزائیوں کے متعلق حکومت پاکستان کے مؤقف کی وضاحت کی۔ 26ے پیر صاحبؒ کی حکمتِ عملی اور دوراندیشی کے باعث قادیانی جو اس وقت عالمی سطح پر پاکستان کو بدنام کرنے کی سازش کر رہے تھے ناکام ہوگئے۔ پیر صاحب کئی مرتبہ مصر بھی گئے جب وہ 6 / مارچ 1993ء میں چھٹی مرتبہ مصر پہنچے تو وہاں کے صدر حسنی مبارک نے انہیں نوط امتیاز کا اعزاز پیش کیا یہ اعزاز انہیں ان کی دینی

خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے دیا گیا۔27 وہ کئی مرتبہ تبلیغی مہم پر امریکہ بھی گئے تھے جب دوسری مرتبہ 1994 عیسوی میں امریکہ پہنچے تو نیوجرسی کے میئر نے ان کے اعزاز میں ایک تقریب کا اہتمام کیا اور اپنے روایت کے مطابق شہر کی چابی بطور اعزاز ان کی خدمت میں پیش کی اور ساتھ ہی قرآن کریم کی تفسیر اور دیگر دینی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی طرف سے انہیں اعترافِ عظمت کا سرٹیفکیٹ پیش کیا۔28 یہ مسلمانوں اور بلخصوص پاکستانیوں کے لیے باعثِ افتخار اور اعزاز کی بات ہے کہ نیوجرسی کے میئر نے پاکستان کے ایک روحانی پیشوا، مذہبی رہنما اور صوفی ازم سے تعلق رکھنے والے عالم دین کو ان اعزازات سے نوازا۔

پیر صاحب ؒعلم دوست، دین کے خدمت گزار، صوفی ازم کے علم بردار، اعتدال پسند عالم، روشن خیال انسان، اتحاد بین المسلمین کے داعی اور فرقہ واریت کے مخالف تھے۔ انہوں نے کبھی کسی مسلمان کی تکفیر نہیں کی، صوفیانہ روش اختیار کی، اسی وجہ سے بعض علماء نے ان سے اختلاف کیا اور ان کی اس روش سے خفا بھی ہوئے اور اپنی ناراضگی کا اظہار تحریر و تقریر کی صورت میں کیا۔ ان کے بعض ہم عصر مذہبی رہنماؤں کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ ایک دوسرے کو کافر و مشرک قرار دیتے تھے لیکن پیر صاحب مذہبی انتہا پسندی سے سیکڑوں میل دور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مسالک کے روشن خیال علماء انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انہیں عالمِ اسلام کا فرد سمجھتے تھے۔

پیر صاحب ؒکا یہ طریقہ رہا کہ اپنے بزرگوں کے ساتھ دیگر مسالک کے اکابرین کا بھی ادب واحترام کرتے تھے ان کی نظر میں اپنے اور پرائے کے درمیان کوئی تفریق نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریرات میں علامہ، مولانا جیسے القاب ہر مسلک کے علماء کے لیے پائے جاتے ہیں وہ اپنے مخالفوں سے بھی حسنِ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ وہ اختلافی مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کرتے اپنا مؤقف بیان کرنے میں شدت پسندی کا مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ دوسرے کی رائے کا احترام کرتے ہوئے حتی الامکان کوشش کرتے کہ اختلافی مسائل میں وہ راہ اختیار کی جائے جس کو اختیار کرنے سے اختلاف ختم ہو جائے اور کسی قسم کی رنجش باقی نہ رہے، ان کی شخصیت پر ہمیشہ صوفی ازم کا جمالی رنگ غالب رہا، جلالی رنگ ان کی طبیعت اور فکر دونوں سے موافقت نہیں رکھتا تھا۔ پیر صاحب ؒنے کسی کتاب کے مصنف اور نہ ہی قرآن کریم کا ترجمہ کرنے والے کسی مترجم پر کفر کا فتویٰ لگایا بعض حضرات نے ان پر مسلکی رنگ جمانے

کی کوشش کی اور اپنے مخالفین کے لیے پیر صاحبؒ کی جانب سے ایسے جملے منسوب کیے جو ان کی فکر و نظر اور علم و عمل سے لگاؤ نہیں کھاتے۔ پیر صاحب نے ہر اس طرزِ عمل کی مذمت کی جو ملت اسلامیہ میں افتراق و انتشار کا سبب بنتا ہو۔ جب بھی پاکستانی مسلمانوں نے اتحاد کی ضرورت محسوس کی پیر صاحبؒ ان کوشش میں کسی سے پیچھے نظر نہیں آئے، تحریک ختمِ نبوت 1974ء اور تحریک نظامِ مصطفیٰ 1977ء میں قوم ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئی تو پیر صاحبؒ نے اس اتحاد کو بر قرار رکھنے کے لیے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور، فروری 1976ء کے ادارتی صفحہ سرِ دلبراں میں پائیدار اتحاد کے لیے اپنا پانچ نکاتی فارمولا پیش کیا۔ وہ کسی بھی اتحاد کی ناکامی سے ناامید نہیں ہوئے بلکہ وہ اتحادِ امت کے لیے سعی کرتے رہے۔

انہوں نے ملتِ اسلامیہ کے اتحاد کا مرکز و محور قرآن کریم کو قرار دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ملتِ اسلامیہ کا باہمی اتحاد اگر کسی بات پر ہو سکتا ہے تو وہ قرآن کریم ہی ہے۔ اقامت فی الدین، قرآن کریم کے بغیر ممکن نہیں چنانچہ مسلمانوں کا مفاد اسی میں ہے کہ تمام مسلکی تعصبات سے بالاتر ہو کر قرآنی تعلیمات پر عمل کریں۔

پیر صاحبؒ نے حبل کا معنٰی و مفہوم تحریر کرتے ہوئے رقم کیا ہے کہ "حبل اللہ القرآن۔ اللہ کی رسی سے مراد قرآنِ ہے۔"29 جب تمام مسلمان اللہ کی رسی یعنی قرآن کریم کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے تو منتشر نہیں ہونگے۔ ان کی نظر میں مسلمانوں کے باہمی اتحاد کا ذریعہ صرف اور صرف قرآن کریم ہے وہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر:103، کے تحت رقم طراز ہیں "اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متحد ہونے کا بھی حکم دیا ہے اور ان کے لیے وہ مستحکم بنیاد مقرر فرمائی جس سے مستحکم تر کوئی اور بنیاد نہیں ہو سکتی اور وہ قرآن کریم ہے۔"30 تمام مسلمان اللہ کی رسی یعنی قرآن کریم کو مضبوطی سے تھامے رکھیں گے تو آپس میں منتشر نہیں ہونگے، مسلمانوں میں جو اختلاف پیدا ہوتا ہے وہ حدیثی روایات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں ایسی حدیثی روایات کے پرچار پر پابندی عائد کی تھی جو مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا سبب بنتی ہیں۔31

پیر صاحبؒ نے اہلسنّت وجماعت کے دونوں مکاتبِ فکر جو کہ روحانی سلاسل سے بھی وابستگی کا اظہار کرتے ہیں ان کے باہمی اختلاف پر بھی افسوس کا اظہار کیا، جن کے باہمی اختلاف کے نہایت بھیانک نتائج بر آمد ہوئے سیکڑوں کی تعداد میں جانیں ضائع ہوئیں اسلام دشمن عناصر نے ان کے

اختلاف سے فائدہ اٹھایا اور ان کے لڑائی جھگڑوں کے سبب مساجد و مدارس کا تقدس پامال ہوا، کئی مساجد کی صفیں مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوئیں، متعدد مساجد میں تالے ڈال کر انہیں سیل کر دیا گیا جس کے سبب اذان و نماز موقوف کر دی گئی، دیوبندی، بریلوی دونوں مکاتبِ فکر کی جانب سے اختلافی کتابوں، کتابچوں اور اشتہارات کی اشاعت ہوئی ایک دوسرے کے خلاف تقاریر کی جاتی رہیں ایک دوسرے پر کفر و شرک کے فتوے لگائے گئے۔ پیر صاحبؒ نے اہلسنّت کے ان دونوں مکاتب فکر کے اختلافات ختم کرنے کے لیے خصوصی طور پر کوششیں کیں جو یقیناً سود مند ثابت ہوئیں وہ ان مکاتب فکر کے باہمی اختلافات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "اس باہمی اور داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلوں اہل السنۃ والجماعۃ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں اللہ تعالیٰ کی توحیدِ ذاتی اور صفاتی، حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت، قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریاتِ دین میں کلی موافقت ہے لیکن بسا اوقات طرزِ تحریر میں بے احتیاطی اور اندازِ تقریر میں بے اعتدالی کے باعث غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور باہمی سوء ظن ان غلط فہمیوں کو ایک بھیانک شکل دے دیتا ہے۔ اگر تقریر و تحریر میں احتیاط و اعتدال کا مسلک اختیار کیا جائے اور اس بد ظنی کا قلع قمع کر دیا جائے تو اکثر و بیشتر مسائل میں اختلاف ختم ہو جائے اور اگر چند امور میں اختلاف باقی رہ بھی جائے تو اس کی نوعیت ایسی نہیں ہو گی کہ دونوں فریق عصر حاضر کے سارے تقاضوں سے چشم پوشی کیے آستینیں چڑھائے، لٹھ لیے ایک دوسرے کی تکفیر میں عمریں برباد کرتے رہیں۔ ملتِ اسلامیہ کا جسم پہلے ہی اغیار کے چرکوں سے چھلنی ہو چکا ہے۔ ہمارا کام تو ان خونچکاں زخموں پر مرہم رکھنا ہے ان رستے ہوئے ناسور کو مندمل کرنا ہے اس کی ضائع شدہ توانائیوں کو واپس لانا ہے یہ کہاں کی دانش مندی اور عقیدت مندی ہے کہ ان زخموں پر نمک پاشی کرتے رہیں ان ناسوروں کو اور اذیت ناک اور تکلیف دہ بناتے رہیں۔"[32]

پیر صاحبؒ نے ہمیشہ مذہبی فرقہ واریت اور لسانی گروہ بندی کی مذمت کی، وہ لسانیت پرستی کے بڑے مخالف تھے، یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ لسانیت پرستی کی وبا مذہبی لوگوں میں بھی پھیل رہی ہے، پیر صاحب کا تعلق پنجاب کے ایک دیہات سے تھا، اس کے باوجود انہوں نے کبھی جاگ پنجابی جاگ کا نعرہ نہیں لگایا بلکہ پنجاب میں جن لوگوں نے لسانیت پرستی کو ہوا دی پیر صاحبؒ نے ان لوگوں کی

مخالفت کی، وہ دیگر صوبوں سے تعلق رکھنے والے قوم پرست رہنماؤں کی اصلاح کی بھی کوشش کرتے رہے جنھوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ پیر صاحبؒ نے قومی زبان کی اہمیت کو اجاگر کیا اور اسے علمی زبان قرار دیا اور علماء کو مشورہ دیا کہ وہ قومی زبان کی اہمیت کو نظر انداز نہ کریں انہوں نے قومی زبان کو علماء کی ترقی کی ضمانت قرار دیا۔33؎ پیر صاحبؒ صوفیا کرام کی تعلیمات پر چلتے رہے۔

الغرض پیر صاحب حقیقی طور پر صوفی ازم کے علم بردار اور داعی اتحاد بین المسلمین تھے یہی ان کی شناخت بنی۔ اپنے ہوں یا بیگانے سب ہی نے ان سے عقیدت کا اظہار کیا اور ان کی اتحاد ملتِ اسلامیہ اور دینِ اسلام کے لیے کی گئی خدمات کو سراہا اس کا ثبوت مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے تاثرات ہیں جو پیر صاحبؒ کے انتقال کے موقع پر مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے اس کے علاوہ متعدد مشاہیر کے تعزیتی پیغامات سجادہ نشین پیر محمد امین الحسنات کو بھی موصول ہوئے۔ پیر صاحب 9/ ذوالحجہ 1418ھ بمطابق 7/ اپریل 1998ء بروز منگل 9 بجکر 27 منٹ پر اسلام آباد کے اسلام آباد کمپلیکس ہاسپٹل میں دورانِ علاج انتقال کر گئے۔34؎

انتقال کے وقت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی عمر قمری حساب سے بیاسی (82) سال، دو (2) ماہ، اٹھارہ (18) دن اور شمسی حساب سے اناسی (79) سال، دس (10) ماہ، سات (7) دن تھی۔ 2001 عیسوی میں رئیس الجامعۃ الازہر مصر نے انگلینڈ کی جامعۃ الکرم میں پیر محمد امین الحسنات کو پیر صاحبؒ کے لیے الدرع الفخری کا ایوارڈ پیش کیا عام طور پر یہ ایوارڈ ان افراد کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے جو بقید حیات ہوں لیکن پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ وہ پہلی عالمی شخصیت ہیں جنہیں ان کے انتقال کے بعد یہ اعزاز پیش کیا گیا، یہ جامعہ الازہر کا سب سے بڑا ایوارڈ ہے۔35؎ پیر صاحب کو اُن کے عقیدت مند انہیں ضیاء الامّت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

تعارف ضیاء النبی:

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے سیرت کے موضوع پر ایک ضخیم سات جلدوں پر مشتمل کتاب "ضیاء النبی" کے نام سے تالیف کی ہے۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ تالیف "ضیاء النبی" صوفی مسلک کے تحت لکھی گئی تھی۔ ضیاء النبیؐ کی تالیف کی وجہ بتاتے ہوئے جامعہ محمدیہ غاثیہ (بھیرہ شریف ضلع سرگودھا) کے پروفیسر حافظ احمد بخش رقم طراز ہیں "جونہی 1979ء میں

(تفسیر) ضیاء القرآن کا کام مکمل ہوا، آپ (پیر صاحبؒ) نے متعدد بار یہ بات دہرائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے حبیب ﷺ کی سیرت طیبہ لکھنے کی سعادت عطا فرمائی تو اس کا بہت بڑا انعام ہو گا۔ آپ کی اس خواہش کے ساتھ ساتھ اہل سنت وجماعت کے سنجیدہ فکر حلقوں کی جانب سے بھی مسلسل اصرار ہو رہا تھا کہ آپ کے بہار آفرین قلم سے اگر سیرت طیبہ رقم ہو جائے تو نظریاتی خلفشار اور ذہنی کشمکش کے اس موجودہ دور میں امت مسلمہ کے لیے یہ بڑا انعام ہو گا۔ مختلف محافل میلاد اور سیرت النبی ﷺ کے اجلاسوں میں روز بروز زور پکڑتا گیا۔"36

یہ بات درست ہے کہ اردو ادب میں سیرت طیبہ پر باقاعدہ کتابیں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے قلمکاروں نے اپنے نظریات کی نمائندگی کرتے ہوئے تالیف کیں ہیں۔ معجزات و کمالات کے عنوانات و واقعات کو کم ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ایسی کتابیں بازار میں دستیاب ہیں۔ ان باتوں کا برملا اظہار علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمیؒ نے اپنی کتاب "سیرت المصطفیٰ" کے مقدمہ میں بھی کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ "اغیار نے بار بار یہ طعنہ مارا کہ علماء اہل سنت محبت رسول ﷺ کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اردو زبان میں سیرت نبویہ کے موضوع پر ان لوگوں نے بہت ہی کم لکھا ہے۔اس کے برخلاف دوسری جماعتوں کے قلمکاروں نے اس موضوع پر اس قدر زیادہ لکھا کہ اردو کتابوں کی مارکیٹ میں سیرت کی بہت سی کتابیں مل رہی ہیں جو سب انہی لوگوں کے زور قلم کی رہین منت ہیں۔یہ ہیں وہ اسباب و محرکات جن سے متاثر ہو کر اپنی نااہلی اور علمی سرمایہ سے افلاس کے باوجود مجھے قلم اٹھانا پڑا۔"37

یہی شکایت مفتی احمد یار خان نعیمیؒ اپنے اشعار میں کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

اہل سنت بہر قوالی و عرس دیوبند بہر تصنیفات و درس

خرچ سنی بر قبور و خانقاہ خرچ نجدی بر علوم و درس گاہ

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ اپنی مذکورہ تصنیف کی تالیف کا مقصد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں"سیرت کے موضوع پر آج کل جو لٹریچر بازار میں آرہا ہے ان میں بھی عام طور پر کمالات محمدی ﷺ اور شمائل مصطفوی ﷺ کے ذکر میں بخل سے کام لیا جانے لگا ہے۔اس لیے عصر جدید کے مصنفین کی کتب سیرت کا مطالعہ کرنے سے واقعات تو اپنے تاریخی تسلسل کے ساتھ ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ ان کا باہمی ربط و ضبط بھی کافی حد تک سمجھ آجاتا ہے۔ مخالفین کی طرف سے اٹھائے گئے

اعتراضات کے معقول جوابات پر بھی آگاہی حاصل ہو جاتی ہے لیکن عام طور پر قاری مطالعہ سیرت کی روح سے بے بہرہ رہتا ہے۔ محبت نبوی ﷺ کا جذبہ طوفان بن کر اس کے سینے پر امڈ کر نہیں آتا۔ دل بے قرار ہو کر اللہ کے رسول ﷺ کے نقول پاک کو غیر مشروط طور پر اپنا خضرِ راہ اپنانے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا، میری تمنا یہ ہے کہ میرے خالق کریم میرے معبود برحق نے کمال فیاضی سے اپنے حبیب ﷺ اور ہمارے محبوب رسول ﷺ کو جو کمالات، جو خوبیاں اور جن صفات حمیدہ سے مزین کیا ہے اور اس کے اسوہ حسنہ کو جن دل آویزیوں اور رعنائیوں کا پیکر جمیل بنایا ہے حتی الامکان ان کو بیان کرنے کی کوشش کروں تاکہ اس ذات قدسی صفات اس طور تجلیات رحمانی کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کرنے کی جسے سعادت نصیب ہو اس کا دماغ بھی اس منبع انوار کے جلوؤں سے روشن ہو اور اس کا دل بھی اس کی از حد حسین اداؤں پر فریفتہ ہو۔"38

پیر صاحبؒ نے اس کام کو شرع کرنے کے لیے یہ طریقہ اپنایا کہ ابتداً سیرت طیبہ کے موضوع پر مختلف زبانوں میں طبع ہونے والی کتب کا ذخیرہ اکٹھا کیا۔ سفر و حضر میں بھی سیرت طیبہ کا مطالعہ جاری رکھا۔ روزانہ مطالعہ کرتے، زیر مطالعہ کتاب کے جو مقامات اہم سمجھتے انہیں نشان زدہ کر لیتے اور اہم مباحث الگ نوٹ بک میں لکھتے۔ انہوں نے مسلسل مطالعہ اور کتب سیرت کے تفصیلی جائزہ کے بعد "ضیاء النبیؐ" تالیف کی۔39

انہوں نے ضیاء النبی کی تالیف میں قرآن کریم و کتب حدیث کے علاوہ متعدد عربی، فارسی، انگریزی اور اردو زبان میں شائع ہونے والی قدیم وجدید کتب سے استفادہ کیا۔ جن کے حوالے ضیاء النبی میں جابجا نظر آتے ہیں۔ پیر صاحب نے جدید اردو کتب سے بھی استفادہ کیا ہے بلکہ ان کتب کے حوالہ جات پر نظر ثانی بھی کی ہے وہ کتاب "رحمۃ اللعالمین" کے حوالے سے رقم طراز ہیں "قاضی (محمد سلیمان منصورپوری) صاحب نے اس کا حوالہ نہیں دیا، میرے پاس جتنے مراجع ہیں مجھے ان میں کہیں اس کا سراغ نہیں ملا لیکن قاضی صاحب کی ثقاہت کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یقیناً ان کے پاس اس کا مستند حوالہ ہو گا۔"40

انہوں نے قاضی صاحب پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت حمزہؓ کے ایمان لانے کا واقعہ نقل کر کے ان کی کتاب "رحمۃ اللعالمین" کا حوالہ دیا ہے اور ساتھ اپنی تحقیق کا بھی اظہار کر دیا کہ مجھے اس روایت کا

سراغ نہیں ملا۔ ان کے اس اظہار سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے "ضیاء النبی" کی تالیف میں ذمہ داری سے کام لیا۔

ضیاء النبی کا صوفیانہ اسلوب:

ضیاء النبی کے اسلوب کا جائزہ لینے سے واضح ہوتا ہے کہ ضیاء النبی صوفیانہ رنگ میں لکھی گئی، اردو ادب کی ایک مستند کتاب ہے۔ کتاب مذکورہ کی ابتدائی تین جلدوں کی اکثر سطور میں ہمیں ادبی چاشنی کے ساتھ سیرت کے جمالیاتی و تجزیاتی پہلو نمایاں نظر آتے ہیں۔ جب کہ جلد چہارم اور پنجم میں جزوی طور پر ان خوبیوں کا عکس نظر آتا ہے لیکن جلد ششم و ہفتم ادبی لحاظ سے وہ درجہ نہیں رکھتی جو کہ ابتدائی پانچ جلدوں کو حاصل ہے۔

پیر صاحبؒ کتاب کے آغاز میں اللہ رب العلمین کے حضور اپنی خواہش کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں "الٰہی جو شان جو فضل و کمال جو حسن و جمال، جو صوری محاسن اور معنوی خوبیاں تو نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو عطا فرمائی ہیں ان کا صحیح عرفان اور پہچان بھی نصیب فرما اور ان کو اس طرح بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرما جس کے مطالعہ سے تاریک دل روشن ہو جائیں، مردہ روحیں زندہ ہو جائیں، ذوق و شوق کی دنیا آباد ہو جائے جہاں غفلت کی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں وہاں تیرے ذکر پاک اور تیرے محبوب مکرم ﷺ کی مبارک یاد کی قندیلیں فروزاں ہو جائیں۔41"

سیرت کے اس جمالیاتی و تجزیاتی پہلو کا اظہار اردو سیرت نگاری میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ وہ کتاب مذکورہ کی ابتداء میں اللہ رب العلمین کی بارگاہ میں دعا سے فراغت کے بعد جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں "ایک مفلس و کنگال منگتا خالی جھولی لے کر تیرے حسن و جمال کی خیرات لینے کے لیے حاضر ہے اور ایک ادنیٰ سا ارمغان عقیدت و محبت کرنے کا آرزومند ہے۔ اے میرے ذرہ پرور آقا، ازراہ بندہ نوازی اسے قبول فرمائیے اور اپنے اس حقیر سے غلام کے دامن تہی کو اپنے سچے عشق اور آپ کی غلامی کی نعمت عظمیٰ اور دولت سرمدی سے بھر دیجئے۔"42

اس طلب گاری و آرزومندی میں کتنی سادگی، عاجزی و انکساری پائی جاتی ہے جو کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے عقیدت و محبت کی علامت اور سیرت کے جمالیاتی پہلو کی عکاس ہے۔ پیر صاحبؒ، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر "طلوع آفتاب مطلع نبوت و رسالت کے عنوان

سے کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "ایسا مولود مسعود تولد ہوا جن کے من موہنے مکھڑے نے صرف اپنی غمزدہ ماں کو ہی سچی خوشیوں سے مسرور نہیں کیا بلکہ ہر درد کے مارے لبوں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں، اس نورانی پیکر کے جلوہ فرما ہونے سے صرف حضرت عبداللہؓ کا کلبئی احزاں جگمگانے نہیں لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرمانصیبوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے وہاں امید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں اور ٹوٹے دلوں کو بہلانے لگیں۔"43

پیر صاحبؒ، جناب رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ میں آمد کی منظر کشی اس طرح ضبط تحریر میں لاتے ہیں "آخر جمعۃ المبارک کی وہ صبح صادق طلوع ہوئی ہر طرف نور ہی نور پھیل رہا تھا ہر طرف اجالا ہی اجالا، انسانیت کی شب تاریک کو روز روشن میں بدل رہا تھا، اندھیروں کا طلسم ٹوٹ رہا تھا اس نیر اعظم کی نورانی شعاؤں کی ہیبت سے ہر نوع کی تاریکیوں پر لرزہ طاری تھا ویسے تو ہر رات کے بعد ہمیشہ صبح طلوع ہوتی ہے اور ہر صبح کی روشنی میں زمین کے گوشہ گوشہ کو منور کرتی رہتی ہے لیکن آج کی صبح نرالی صبح تھی اس کے اجالوں میں اتنی شوخی اور تابانی تھی کہ کوئی تاب نہ لا سکتا تھا۔"44

ضیاء النبی کی ضیاء پاشیاں:

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی سیرت کے عنوان پر لکھی گئی شہرہ آفاق تصنیف "ضیاء النبی (مکمل سات جلدیں)" کے عنوانات پر سرسری نظر ڈالتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ پیر صاحب نے اپنی اس تصنیف میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کس طرح پیش کیا ہے۔

ضیاء النبی جلد اول:

پیر صاحب نے ضیاء النبی کی جلد اول میں ان اہم شخصیات کا مختصر سوانح حیات تحریر کیا ہے جو جناب ابراہیمؑ سے جناب عبداللہ بن عبدالمطلبؓ، جناب رسول اللہ ﷺ کے شجرہ نسب میں ہیں۔ ان نفوس قدسیہ کا تذکرہ انہوں نے "نسب پاک سید لولاک" کے عنوان سے کیا ہے۔ پیر صاحبؒ، محترم کعب بن لویؒ کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں "وہ ہر جمعہ کو اپنے قبیلہ قریش کو جمع کرتے اور انہیں خطاب فرماتے ان کے خطبات ان کے ایمان صادق کی عکاسی بلکہ تصدیق کرتے ہیں۔ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیتے، عرفان الٰہی کی اہمیت کا انہیں احساس دلاتے۔ پیر صاحب نے حضرت کعبؓ کے وہ

اشعار بھی نقل کئے ہیں جو رسول خدا ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت پر مبنی ہیں۔ ان اشعار کو وہ خطبہ کے دوران پڑھتے تھے۔"45

پیر صاحب، جناب قصی بن کلاب کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "ان کا نام زید تھا، 400ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ یہ قبیلہ قریش کے عالم تھے اور ان کو راہ راست پر ثابت قدمی سے چلتے رہنے کی تاکید کرتے رہتے۔ یہ اپنی قوم کو جمعہ کے روز جمع کرتے۔ اس وقت اس دن کو یوم العروبہ کہا جاتا تھا۔"46

پیر صاحب، جناب رسول اللہ ﷺ کے جد امجد جناب عبد المطلبؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "عبد المطلبؓ اپنے عظیم الشان کارناموں، اپنی بے مثل جود وعطا، اپنی اولوالعزمی اور بلند ہمتی اور خصائل حمیدہ کے باعث ساری قوم کی آنکھوں کے تارے، سارے عرب کے لیے وجہ نازش تھے، ایک جلیل القدر باپ کے بیٹے تھے۔ تاریخ عالم کا رخ پھیر دینے کی صلاحیتوں سے مالا مال دس بیٹوں کے باپ تھے۔"47

پیر صاحب نے اپنی تالیف "ضیاء النبی کی جلد دوم میں جناب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت، عالم طفولیت، کسب معاش کا دور، حضرت خدیجہؓ سے عقد ازدواج، وحی، نبوت ورسالت، دعوتِ اسلام کا آغاز، حضور ﷺ پر ظلم و تشدد کا آغاز، حبشہ کی طرف ہجرت، شعب ابی طالب، اشاعت اسلام کی تازہ لہر، غم واندوہ کا سال اور واقعہ معراج بیان کرکے آنحضرت ﷺ کی مکی زندگی کا احاطہ کرنے کی سعی کی ہے۔

ضیاء النبی جلد دوم:

پیر صاحبؒ، ضیاء النبی کی جلد دوم کا آغاز جناب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت سے کرتے ہیں۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے یوم میلاد کے حوالے سے علماء اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ یوم میلاد دوشنبہ ربیع الاول کے بابرکت مہینے میں ہوا، اگر اختلاف پایا جاتا ہے تو وہ یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ کو ہوئی، اس سلسلے میں پیر صاحبؒ نے سعی کی ہے کہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کے متعلق روایات وشواہد کو یکجا کر دیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جناب رسول خدا ﷺ کی ولادت باسعادت ۱۲/ ربیع الاول کو ہوئی۔ پیر صاحب محمود پاشا فلکی کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "محمود پاشا فلکی نے اگر فلکیات کی مدد سے کچھ

تحقیقات کی بھی ہیں، صحابہ کرام، تابعین اور دیگر قدماء کی روایات کو جھٹلانے کے لیے ان پر انحصار کرنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات قطعی نہیں ہوتی۔"48

وہ محمود پاشا فلکی کے قول کہ: بارہ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں تھا بلکہ پیر کا دن نو ربیع الاول کو بنتا ہے" کارد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں" محمود پاشا سے قبل بھی کچھ لوگوں نے نجوم کے حساب سے یوم ولادت معلوم کرنے کی کوشش کی۔ علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں کہ: اہل زیچ کا اس قول پر اجماع ہے کہ آٹھ ربیع الاول کو پیر کا دن تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص بھی علوم نجوم اور ریاضی کے ذریعہ حساب لگا کر تاریخ نکالے گا مختلف ہو گی۔ پس ہمیں قدیم سیرت نگاروں، محدثین، مفسرین، تابعین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات ماننا پڑے گی۔"49

پیر صاحبؒ کے نزدیک یہ قول کہ "آنحضرت ﷺ کا یوم ولادت باسعادت ۱۲؍ربیع الاول بروز پیر کو ہوا" درست ہے۔ضیاء النبی میں مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو دور کرنے کی بھی سعی کی گئی ہے۔جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے چچا جناب علی مرتضیٰ کے والد ابو طالب کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف رہا ہے۔ علامہ شبلی نے دونوں طرح کی روایات نقل کی ہیں۔ پیر صاحب ان روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ "مولانا شبلی نعمانی نے اس موضوع پر جو لکھا ہے وہ بھی اس قابل ہے کہ اہل علم اس کا مطالعہ کریں۔"50

پیر صاحبؒ نے معاہدہ حلف الفضول کی افادیت واہمیت پر حاصل سیر بحث کی ہے۔ وہ اس معاہدہ کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ "جب حضور ﷺ نے اس میں سرگرم حصہ لیا اور حضور کی ترغیب پر قریشی نوجوانوں کا ایک مسلح جتھہ تیار ہو گیا جو اس معاہدہ کے تحت کیے گئے فیصلوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہر وقت سر دھڑ کی بازی لگانے کے لیے تیار رہتے تھے اور مکہ کے بڑے بڑے رئیسوں اور سرمایہ داروں کو مجال نہ تھی کہ ان کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اس لیے اس یورپین مورخ نے حلف الفضول کے نظریہ کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ بعثت سے قبل اپنی قوم کی مشرکانہ رسوم اور دیگر ناشائستہ حرکات اور اخلاق باختہ سرگرمیوں سے کلیتاً اجتناب فرمایا کرتے تھے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضور ﷺ اپنے معاشرے سے الگ تھلگ راہبانہ قسم کی زندگی بسر کرتے تھے۔ حضور ﷺ اپنی قوم کی صحت مند اور

مفید سرگرمیوں میں فعال حصہ لیا کرتے۔ زندگی اور زندگی کے تقاضوں سے آنکھیں بند رکھنا حضور ﷺ کی فطرت سلیمہ کو گوارا ہی نہ تھا۔ تجارتی کاروانوں میں دور دراز کے سفر اختیار کرنا، حلف فضول میں شرکت اور اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنا اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔"51

ضیاء النبی جلد سوم:

ضیاء النبی کی جلد سوم میں یثرب کی طرف حضور ﷺ کی ہجرت، مدینہ منورہ میں ورود مسعود، غزوات رسالتماب ﷺ، غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ بنو نضیر اور واقعہ افک کو بیان کیا گیا ہے۔ ابتداء میں پہلی ذیلی سرخی کا عنوان "یثرب کی طرف ہجرت کا آغاز" ہے۔ اس جلد میں سیدنا صدیق اکبرؓ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات مدلل اور مفصل طریقے سے تحریر کیے گئے ہیں۔ پیر صاحب رقم طراز ہیں "بعض شیعہ مصنفین نے صدیق اکبرؓ کی شخصیت کو داغدار کرنے کے جنون میں آیت طیبہ پر اس طرح طبع آزمائی کی ہے کہ دل لرز اٹھتا ہے وہ کہتے ہیں کہ: حضرت صدیقؓ کی فضلیت کو ثابت کرنے کے لیے تم اس آیت طیبہ کو پیش کرتے ہو اور کہتے ہو کہ آپ کو سفر ہجرت میں رفاقت کی سعادت حاصل ہوئی لیکن تمہارا یہ قول بے بنیاد ہے اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابو بکرؓ نے رفاقت کی ہوتی تو اسے وجہ شرف کہا جاسکتا لیکن یہ تو از خود ساتھ ہو لیے تھے اور حضور ﷺ نے اس لیے ان کو ساتھ چلنے سے نہیں روکا کہ مبادہ وہ کفار کو مطلع کریں اور اس طرح گرفتار کرادیں۔" جب اللہ تعالیٰ کی توفیق ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو انسان ایسی بے سروپا باتیں کرنے لگتا ہے۔"52

پیر صاحبؒ نے میثاق مدینہ کا عربی متن ڈاکٹر حمید اللہ کی کتاب "الوثائق السیاسیہ للعھد النبویؐ" سے لیا ہے۔ اسی طرح اس دستور کا اردو ترجمہ ڈاکٹر نثار احمدؒ کے تحقیقی مقالہ "عہد نبوی میں ریاست کا نشوو ارتقاء" سے لیا ہے۔ وہ عربی متن کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "اس دستاویز کی اہمیت کے پیش نظر ہم اس کا عربی متن "الوثائق السیاسیہ للعھد النبویؐ" مولفہ ڈاکٹر حمید اللہ صاحبؒ کے حوالے سے لکھ رہے ہیں۔"53

اور وہ اردو متن کے حوالے سے لکھتے ہیں "اس منشور کے تراجم مختلف مصنفین اور ماہرین نے کئے ہیں۔ مجھے ان سب میں سے وہ ترجمہ زیادہ پسند ہے جو ڈاکٹر نثار احمد صاحب کراچی یونیورسٹی نے کیا ہے۔

اس لیے اس منشور کا وہی ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے جو ان کے تحقیقی مقالہ "عہد نبوی ﷺ میں ریاست کا نشوو ارتقاء" میں درج ہے اور نقوش کے رسول نمبر جلد پانچ میں شائع ہوا ہے۔"54

مندرجہ بالا حوالوں سے پیر صاحبؒ کی شخصیت کا جو علمی پہلو سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ حق گو آدمی تھے۔ علمی و کتابی سارق نہ تھے جس کتاب سے جو کچھ لکھا اس کا درست حوالہ دے دیا۔ وہ ثانوی حوالہ دیتے ہوئے کسی قسم کی شرمندگی محسوس نہیں کرتے تھے، صوفی ازم کے حامی تھے، حقیقی صوفی تکبر سے پاک ہوتا ہے، اس لیے ان کی تحریر میں بھی عاجزی کا عنصر غالب رہا۔

وہ واقعات جن کا تذکرہ قرآن کریم میں مفصل یا مجمل انداز میں موجود ہے اور ان واقعات پر بحث تفسیر " ضیاء القرآن " میں کی گئی ہے ایسے واقعات کے اقتباسات بھی پیر صاحب نے ضیاء النبی میں نقل کر دیئے ہیں۔ اُن واقعات میں واقعہ افک کی بحث بھی ہے جس کو تفسیر ضیاء القرآن کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ ان اقتباسات کے حوالے کی مثال ملاحظہ ہو۔"ضیاء القرآن کا ایک اقتباس ہدیہ قارئین ہے جس کے مطالعہ سے اس واقعہ کی تفصیلات پر قارئین کو مکمل آگاہی حاصل ہو جائے گی۔"55

پیر صاحبؒ واقعہ افک کی سازش پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "یہاں سے اس سازش کا ذکر کیا جارہا ہے جو دشمنان اسلام نے اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت اور ہادی اسلام کی روز افزوں عزت و شوکت کو دیکھ کر کی اور جس میں حضور سرور عالم ﷺ کی ذاتی عزت پر حملہ کرکے کمینگی اور دنائت کی حد کر دی۔"56

مولف واقعہ افک کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "کذب بیانی اور بہتان تراشی کی انتہاء کو افک کہتے ہیں "الافک ابلغ ما یکون من الکذب ولا فقراء" اس ایک لفظ سے ہی منافقین کی سازش کو بے نقاب کر دیا کہ اس کا صداقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ سراسر جھوٹ، افتراء اور بہتان ہے جس واقعہ کو زبان قدرت جھوٹ کا پلندہ کہہ دے اس کو مزید تردید کی ضرورت نہیں رہتی لیکن واقعہ کی سنگینی کے پیش نظر اور مسلمانوں کی تربیت کے لیئے اس کو مزید وضاحت سے بیان فرمایا۔"57

ضیاء النبی جلد چہارم:

ضیاء النبی کی جلد چہارم میں جو عنوانات زیر بحث آئے ہیں ان میں غزوہ خندق، فرضیت حج، غزوہ حدیبیہ، غزوہ خیبر، غزوہ موتہ، غزوہ فتح مکہ، غزوہ حنین، غزوہ تبوک، قبائل عرب کے وفود کی آمد، حجۃ

الوداع، وفات شریف، سقیفہ بنی ساعدہ اور بیعت سیدنا صدیق اکبرؓ شامل ہیں۔ غزوہ خندق کے موقع پر جناب رسول ﷺ، صحابہ کرام کے جھرمٹ میں خندق میں چٹان پر ضرب کاری کر رہے تھے اور آپ ﷺ کی ضرب سے چٹان پارہ پارہ ہو گئی۔ اس وقت آپ ﷺ نے روم و ایران کی فتح کی نوید صحابہ کرام کو سنائی، مؤلف اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "حضور ﷺ نے بشارت دیتے ہوئے ہر بار یہ فرمایا "اعطیت" کہ مجھے ان ملکوں کی کنجیاں دی گئی ہیں اور سب جانتے ہیں کہ یہ بشارت پوری ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظمؓ حضور نبی کریم ﷺ کے خلیفہ برحق تھے، اسی لیئے جو ممالک آپ کی خلاف کے زمانہ میں فتح ہونے والے تھے انہیں حضور ﷺ نے اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا۔"58

پیر صاحب کا خلافت فاروقی کے حق میں یہ استدلال ان کی تدبرانہ فکر کی عکاسی کرتا ہے۔ انہوں نے اس بشارت نبوی ﷺ کو اس پہلو سے دیکھا واقعی یہ بشارت ہونا فاروق اعظمؓ کے خلیفہ برحق ہونے کی ایک روشن دلیل ہے۔ انہوں نے غزوہ بنو قریظہ کا واقعہ بیان کرنے کے ساتھ غزوہ خندق اور غزوہ قریظہ کے متعلق چند احکامات بھی قلم بند کیے ہیں۔ بنی قریظہ کے مردوں کو قتل کرنے پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے مؤلف رقم طراز ہیں "کہا جاتا ہے کہ بنو قریظہ کے سب مردوں کو قتل کرنے کا فیصلہ بہت سخت تھا، ہم ایسا کہنے والوں سے صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ وہ یہ فرمائیں کہ یہ حکم سخت سہی لیکن یہ عادلانہ تھا یا ظالمانہ، ہر شخص جس نے بنی قریظہ کے حالات کا تفصیلی مطالعہ کیا ہے اور اس میں حق گوئی کی جرأت بھی ہے وہ یہ کہنے پر مجبور رہے گا کہ یہ فیصلہ سراسر عدل وانصاف پر مبنی تھا۔"59

پیر صاحبؒ خیبر مدینہ سے واپسی کے دوران نماز فجر کی قضاء ہونے کا واقعہ نقل کرتے ہیں اور اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "اس روز بیدار نہ ہونے میں حکمت یہ تھی کہ سب لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اگر کسی وجہ سے وہ نماز ادا کرنے سے رہیں تو جب یاد آئے تو قضا کر لیں۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا ہے "صلوا کما رایتمونی اصلی" کہ تم نماز اس طرح ادا کیا کرو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اور نماز ادا کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے نبی کریم ﷺ کو سفر و حضر میں بارہا دیکھا تھا لیکن نماز قضا کرتے ہوئے دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا جبکہ امت کے بعض افراد سے نماز کا قضاء ہونا بعید از امکان نہ تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر نیند طاری کر کے قضا نماز پڑھنے کا بھی موقع

فراہم کر دیا تاکہ اللہ کے محبوب کی امت قیامت تک ادا و قضاء میں اپنے نبی رؤف ورحیم کی سنت پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کرتی رہے۔"60

گویا اس واقعہ کے حوالے سے پیر صاحب کا یہ بتانا مقصود ہے کہ نماز حضور ﷺ اور صحابہ سے بھی قضاء ہوئی۔ عصر حاضر کے واعظین کو بھی یہ بات ذہین نشین رکھنی چاہیے۔ البتہ اس عمل کو سنت قرار دینا مناسب نہیں۔

ضیاء النبی جلد پنجم:

ضیاء النبی کی جلد پنجم میں جو عنوانات زیر بحث آئے ہیں ان میں آیات طیبات در ثنائے مصطفی سرور عالم ﷺ کے فضائل و کمالات، حضور کی صفت شہادت، دیدارِ الہی، جسمِ مقدس کا حسن وجمال، جسمِ اطہر کی نظافت و پاکیزگی، حضور کی جسمانی قوت، فصاحت و بلاغت، حضور ﷺ کا نسب عالی اور وطنِ ذی شان، حضور کا خلقِ عظیم، تربیتِ خداوندی، اخلاقِ کریمہ کا تذکارِ جمیل، نبی رحمت کے اخلاق حسنہ، حضور ﷺ شان جود و کرم، حضور ﷺ کی شرم وحیاء اور چشم پوشی، آداب معاشرت، معجزات اور فضائل دورد شریف شامل ہیں۔

کتاب کی ابتداء میں مقدمہ بھی شامل ہے۔ جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے ابتدائی چار جلدوں کو ایک الگ اکائی تصور کیا، مؤلف اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں "ضیاء النبی کی پہلی چار جلدوں کا آپ نے مطالعہ فرمالیا ہو گا اور سرور عالم و عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ کے حالات مبارکہ از یوم ولادت باسعادت تا وصال پر ملال پر آگاہی حاصل کر لی ہو گی۔ اب بتوفیقہ تعالیٰ اس ذات اقدس و اطہر کے ان غیر متناہی کمالات اور بے مثال صفات عالیہ کا ذکر کیا جارہا ہے جن سے متصف کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو مرقع دلبری و زیبائی بنا کر مبعوث فرمایا تاکہ انسانیت کے گم کردہ راہ کاروان کو صراط مستقیم پر گامزن فرمادیں۔"61

اس جلد میں تفصیل کے ساتھ فضائل و کمالات قرآن و سنت کی روشنی میں تحریر کیے گئے ہیں۔ ابتدائی سرخی "آیات طیبات در ثنائے مصطفی ﷺ" کے عنوان سے ہے مع یہ شعر بھی درج ہے۔ "ثناء جس کی قرآن میں ثناخواں جس کا قرآن ہے "اس جلد میں پیر صاحب کو دل کھول کر اپنا موقف رقم کرنے کا موقع ملا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے معجزات و کمالات دیگر اردو کتب سیرت میں اختصار کے

ساتھ مذکور ہیں۔ انہیں تفصیل سے بیان کرنے کی سعی کی ہے گویا جس مقصد کے لیے ضیاء النبی کی تالیف کا پروگرام بنایا تھا اس کی اصل یہی جلد پنجم ہے۔ انہوں نے اس جلد میں اپنے موقف کو ہر موقع پر بیان کرنے کی کوشش کی تاہم ان نظریات کی جلوہ گری مکمل طور پر جلد پنجم میں نمایاں ہے۔

سیدنا ابرہیم سلام علیہ نے جو دعا تعمیر کعبہ کے وقت کی، اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے پیر صاحبؒ رقم طراز ہیں "حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ مقبولیت کے ان لمحات میں یہ التجا کرتے ہیں کہ اے میرے پرورد گار! ان میں ایک ایسا جلیل القدر رسول مبعوث فرما جو ان تین عظیم الشان فرائض کی تکمیل کرے۔

1۔ وہ اپنی طرف سے گڑھ کر کچھ نہ کہے بلکہ وہ صرف تیری آیتیں ہی تلاوت کر کے انہیں سنائے۔

2۔ صرف آیتیں ہی نہ سنائے بلکہ ان آیاتِ ربانی کے معانی اور لطائف سے بھی اپنے سامعین کو مالامال کرے۔

3۔ تیسرا فریضہ جس کو وہ نبی رحمت انجام دے وہ یہ ہو کہ گندے دلوں کو اپنی نگاہِ پاک سے پاک صاف کر دے۔ اُن میں کسی قسم کی کوئی آلائش باقی نہ رہو۔ ان کا آئینہ دل یوں صاف ہو جائے کہ انوارِ الٰہی اس میں منعکس ہونے لگیں اور تمام حجابات ہمیشہ کے لیے اٹھا دیئے جائیں۔

ان خوبیوں اور کمالات سے متصف نبی کی بعثت کے لیے خلیل علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنے ربّ سے التجا کی اور مولا کریم نے اس دعا کی قبولیت کی بشارت بھی اسی کتاب مقدس میں نازل فرمائی۔"62

مذکورہ جلد میں "سرور عالم ﷺ کے فضائل و کمالات احادیث نبوی کی روشنی میں" کے عنوان کی سرخی موجود ہے۔ گویا پچھلے صفحات پر یہ فضائل و کمالات قرآن مجید کی روشنی میں بلا عنوان بیان کیے گئے تھے۔ اس مقام پر مذکورہ عنوان کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے پیر صاحبؒ رقم طراز ہیں "اس سے پہلے میں نے آپ کے سامنے فرقان حمید کی ان آیات طیبہ کو بیان کیا ہے جن میں ربّ العزت نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے مقامات رفیعہ اور محامد سنیہ اپنی زبان قدرت سے بیان کیئے ہیں۔ اگرچہ میں نے قرآن کریم کی متعدد آیات پیش کی ہیں لیکن در حقیقت قرآن کریم کی ان آیات کا احاطہ میرے لیے ممکن نہیں۔"63

پیر صاحبؒ مزید لکھتے ہیں "اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صاحب مقام محمود، محبوب ربّ العالمین قائد الغر المحجلین المبعوث رحمۃ للعالمین کی ان دلربا جلوہ آرائیوں کا ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں جو اما بنعمۃ ربک فحدث کے فرمان الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے مرشد جن و انس، راہبر انسانیت ﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے ذکر فرمائی ہیں۔"64

پیر صاحبؒ جلد مذکورہ میں "حضور کا گریہ وفغاں" کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں "جس طرح سرورِ دوعالم ﷺ ہنستے وقت قہقہہ نہیں لگایا کرتے تھے اس طرح جب روتے تھے تو آواز بلند نہیں ہوتی تھی بلکہ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے تھے اور موسلادھار بہتے تھے۔ البتہ سینے میں رونے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ حضور ﷺ کبھی کسی میت پر ازراہ رحمت اشک فشانی کرتے اور کبھی اپنی امت پر عذاب الٰہی کے خوف سے رویا کرتے اور قرآن کریم سنتے وقت چشم مبارک سے آنسوؤں کے موتی ٹپکنے لگتے کبھی حالت نماز میں گریہ طاری ہوا ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جمائی لینے سے محفوظ رکھا تھا۔"65

جلد مذکورہ میں "نبی ﷺ کی نشست و برخاست کی ادائیں" کے عنوان سے سرخی دی گئی ہے۔ لفظ "ادائیں" میں بڑی نزاکت پائی جاتی ہے۔ پیر صاحبؒ نے یہ لفظ سنت کے متبادل استعمال کیا ہے جو کہ بہت ہی مناسب ہے اس عنوان کی سرخی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس باب میں ان اعمال کا تذکرہ ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف محافل میں نشست و برخاست کی صورت میں سرانجام دیئے۔ اگلا عنوان "سرور عالم ﷺ کے مرغوب حلویات" کے نام سے ہے۔ اس عنوان کے تحت مختلف میٹھی غذاؤں کا تذکرہ ہے جو رسول خدا ﷺ کو محبوب تھیں یا آپ ﷺ نے تناول فرمائیں، حلویات کے بعد "المعجزات" کے عنوان سے سرخی دی گئی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ سے رونما ہونے والے معجزات کو بیان کیا گیا ہے۔ ابتداء میں معجزہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ ہر نبی "مُستجاب الدَّعوات" ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کے لیے دعا فرمائی جو اُن کے حق میں قبول ہوئی۔ اس حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے پیر صاحب رقم طراز ہیں "امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے وہ دعا نقل کی ہے جس سے رحمت عالم ﷺ نے حضرت ابن عباس کو سرفراز فرمایا: اللهم فقه في الدين وعلمه التأويل۔ اے اللہ! ابن عباس کو دین کی سمجھ عطا فرما اور اسے قرآن کریم کے معانی کا علم عطا فرما۔ یہ دعا یوں مقبول ہوئی کہ وہ حبر اور ترجمان القرآن کے لقب سے شرق و غرب میں مشہور ہوئے۔ علم تفسیر، فقہ، میراث، عرب کے اشعار، اور ان کے مشہور تاریخی دنوں کو ان سے بہتر جاننے والا کوئی اور نہیں تھا۔ یہ سب سرورِ عالم کی دعا کی برکت کا نتیجہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جعفر بن ابی طالب کے فرزند حضرت عبداللہ کے لیے دعا فرمائی "الٰہی اس کے ہر سودے میں برکت دینا۔" جتنے بھی سودے عمر بھر انہوں نے کیے۔ ہمیشہ انہیں نفع حاصل ہوا۔ کبھی خسارہ کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔"66

ضیاء النبی جلد ششم:

ضیاء النبی کی جلد ششم کی ابتداء میں "پیش لفظ" مذکور ہیں۔ اس جلد میں درج ذیل عنوانات کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ تحریک استشراق کا پس منظر، اس تحریک کی تعریف، تاریخ اور طریق کار، مستشرقین کی طرف سے قرآن پاک پر کیئے جانے والے اعتراضات کے مدلل جوابات۔ زیر نظر جلد پر تاریخ اشاعت ذیعقد 1418ھ ایڈیشن اول تحریر ہے گویا اس کتاب کی اشاعت اول پیر صاحبؒ کے انتقال سے دوماہ قبل ہوئی۔ جلد ششم کے ضخیم ہونے کے سبب جلد مذکورہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا اور اسی طرح پیر صاحبؒ کی حیات میں ضیاء النبی مکمل سات جلدوں میں طبع ہوئی۔

ضیاء النبی جلد ہفتم:

ضیاء النبی کی جلد ہفتم میں باعنوان "حضور کو مرگی کا مریض قرار دینے کی سازش" پر بحث شروع ہوتی ہے۔ مؤلف نے مستشرقین کی ان چالوں کو ناکام بنانے کی سعی کی ہے جو انہوں نے مرگی کا مفروضہ ثابت کرنے کے لیئے کیں۔ نیز مؤلف نے مستشرق منٹگمری واٹ کے اس قول کو بھی نقل کیا جس میں اس نے اس الزام کی تردید کی کہ آپ کو مرگی کا عارضہ لاحق تھا۔ وہ نزول وحی کے وقت کی کیفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "اس قسم کی چیزوں سے بعض مغربی نقادوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ مرگی کے مریض تھے لیکن اس خیال کی کوئی حقیقی بنیاد نہیں ہے۔ مرگی انسان کو ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور کر دیتی ہے لیکن محمد میں اس قسم کے کوئی آثار نظر نہیں آتے اس کے برعکس آخر تک آپ کے تمام ذہنی اور جسمانی قوّت واضح طور پر صحیح اور سلامت تھے۔" مؤلف ضیاء النبی ولیم میور کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ "وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ آپ ساری زندگی صحت مند رہے۔"[67]

جب ضیاء النبی کی تالیف کا کام مکمل ہوا تو علمی، دینی و سرکاری حلقوں کی جانب سے پذیرائی ہوئی سب ہی نے اس کتاب کا خیر مقدم کیا۔ ضیاء النبی اپنے ادبی محاسن علمی و تحقیقی مواد اور اپنی ضخامت کے لحاظ سے اردو زبان میں شائع ہونے والی کتب سیرت میں نمایا مقام رکھتی ہے۔ ضیاء النبی میں جو عشق و محبت کی لازوال دولت اور خلوص کی چاشنی جو سطر سطر پھوٹ رہی ہے اپنی مثال آپ ہے۔ ضیاء النبی کی ضیاء پاشیاں اس بات کی ضمانت ہیں کہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی تصنیفِ لطیف صوفی ازم کی علم بردار اور صوفیانہ رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔

حوالہ جات وتعلیقات

1۔مقالات (پیر محمد کرم شاہ الازہری)، جلد اول، مرتبہ پروفیسر حافظ احمد بخش، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مارچ1998ء)، ص:17

2۔ماہنامہ کاروانِ قمر، کراچی، (ضیاء الامت نمبر)، جنوری1999ء، ص:23

3۔مقالات، جلد اول، ص:17

4۔ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، (ضیاء الامت نمبر)، اپریل / مئی1999ء، ص:23-24

5۔احمد بخش، پروفیسر حافظ، جمال کرم، جلد اول، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مارچ2003ء)، ص:188

6۔ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، (ضیاء الامت نمبر)، اپریل / مئی1999ء، ص:29

7۔ایضاً، ص:30

8۔سہ ماہی ضیاء الاسلام، اسلام آباد (ضیاء الامت نمبر)، اپریل تاجون / 2001ء، ص:86

9۔جمال کرم، (جلد اول)، ص:189

10۔ضیائے حرم، لاہور، اپریل / مئی1999ء، ص:31

11۔ایضاً ص:197

12۔سہ ماہی ضیاء الاسلام، اسلام آباد، (ضیاء الامت نمبر)، اپریل تاجون 2001ء، ص:87

13۔جمال کرم، جلد اول، ص313

14۔ایضاً، ص:312

15۔ایضاً، ص:313

16۔ایضاً، ص:319

17۔الازہری، پیر محمد کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، جلد سوم، (لاہور، ضیاء القران پبلی کیشنز، 1995ء)، ص:599

18۔پیر صاحب شرعی عدالت کے جج اور ایڈہاک ممبر شریعت اپیلنٹ بنچ سپریم کورٹ آف پاکستان کے عہدوں پر فائز رہے تفصیل کے لیے دیکھئے راقم کا تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی بعنوان "پیر محمد کرم شاہ الازہری کی علمی ودینی خدمات"۔

19۔پیر صاحب کے سوانح نگاروں نے پیر صاحب کے عدالتی مناصب پر متمکن رہنے کا دورانہ مختلف تحریر کیا ہے۔

20۔ تفصیل کے لیے دیکھئے پیر صاحب کا تحقیقی مقالہ "دعوتِ فکر و نظر (تین طلاقوں کا مسئلہ) شائع کردہ "انجمن یارسول اللہ (ٹرسٹ) شاہ فیصل کالونی کراچی، 1985ء

21۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اپریل 2000ء، ص: 103-104

22۔ اُس وقت جنیوا، میں مقیم پاکستانی سفیر۔

23۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اپریل 2000ء، ص: 104

24۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اپریل 2000ء، ص: 104

25۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اپریل 2000ء، ص: 114

26۔ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، اپریل / مئی 1999ء، ص: 520

27۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، جمال کرم، جلد سوم، (لاہور، ضیاء القران پبلی کیشنز، مارچ 2003ء)، ص: 748

28۔ احمد بخش، جمال کرم، جلد سوم، ص: 749

29۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، تفسیر ضیاء القرآن، جلد اول، (لاہور، ضیاء القران پبلی کیشنز، 1995ء)، ص: 258

30۔ ایضاً

31۔ کاندھلوی، صدیقی، اشفاق الرحمن، علم حدیث، (لاہور، کتب خانہ شانِ اسلام، اپریل، 1977ء)، ص: 216

32۔ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، جلد اول، ص: 258

33۔ احمد بخش، جمال کرم، جلد اول، ص: 313

34۔ احمد بخش، جمال کرم جلد سوم، ص: 21

35۔ احمد بخش، جمال کرم جلد سوم، ص: 748-749

36۔ احمد بخش، پروفیسر، حافظ، جمال کرم، جلد دوم، (لاہور، ضیاء القران پبلی کیشنز، مارچ 2003ء)، ص: 761-760

37۔ اعظمی، عبد المصطفیٰ، علامہ، سیرت مصطفی، (لاہور، فرید بک اسٹال، س ن) ص: 24-25

38۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی جلد اول، (لاہور، ضیاء القران پبلی کیشنز، 1415ھ)، ص: 488

39۔ احمد بخش، جمال کرم، جلد دوم، ص 761 تا 762

40۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، جلد دوم، (لاہور، ضیاء القران پبلی کیشنز، 1415)، ص: 255

41۔ الازہری، ضیاء النبی، جلد اول، ص: 3

42۔ الازہری، ضیاء النبی، جلد اول، ص: 5-6

43۔الازہری، ضیاء النبی جلد دوم، ص:27
44۔الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی جلد سوم (لاہور، ضیاء القران پبلی کیشنز، 1420ھ)، ص:112
45۔الازہری، ضیاء النبی، جلد اول، ص:416 تا 418
46۔الازہری، ضیاء النبی، جلد اول، ص:421
47۔الازہری، ضیاء النبی جلد اول، ص:449
48۔الازہری، ضیاء النبی جلد دوم، ص:39
49۔الازہری، ضیاء النبی جلد دوم، ص:39
50۔الازہری، ضیاء النبی جلد دوم، ص:427
51۔الازہری، ضیاء النبی، جلد دوم، ص:125۔126
52۔الازہری، ضیاء النبی، جلد سوم، ص:70
53۔الازہری، ضیاء النبی، جلد سوم، ص:185
54۔الازہری، ضیاء النبی، جلد سوم، ص:190
55۔الازہری، ضیاء النبی، جلد سوم، ص:646
56۔الازہری، ضیاء النبی، جلد سوم، ص:646
57۔الازہری، ضیاء النبی، جلد سوم، ص:650
58۔الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، جلد چہارم، (لاہور، ضیاء القران پبلی کیشنز، 1420ھ)، ص:35
59۔الازہری، ضیاء النبی، جلد چہارم، ص:69
60۔الازہری، ضیاء النبی، جلد چہارم، ص:319۔320
61۔الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، جلد پنجم (لاہور، ضیاء القران پبلی کیشنز، ذی القعد، 1420ھ)، ص:21
62۔الازہری، ضیاء النبی جلد پنجم، ص:33
63۔الازہری، ضیاء النبی جلد پنجم، ص:215
64۔الازہری، ضیاء النبی، جلد پنجم، ص:215
65۔الازہری، ضیاء النبی، جلد پنجم، ص:469
66۔الازہری، ضیاء النبی، جلد پنجم، ص:785
67۔الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی، جلد ہفتم، (لاہور، ضیاء القران پبلی کیشنز، ذی القعد، 1420ھ)، ص:288

صوفیانہ ادب میں سیرت نگاری کے رجحانات

پروفیسر ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
(ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد)

Abstract:

Sufis always considered to follow Prophet Muhammad(ﷺ) it is the centeral point of religion. The books on Sufism are full of many details and events of Prophet Muhammad's(ﷺ) qualities, wonders and biography. A detailed and coherent book can be compiled with an effort of collecting material from the books of the Sufis. The books available on Seerah usually have a little information about Prophet Muhammad's(ﷺ) spiritual wonders while the writings of the Sufis make the spiritual wonders of Prophet Muhammad(ﷺ) prominent. Both forms of literature, poetry and prose, throw light on different aspects of Prophet Muhammad's(ﷺ) Seerah. A new trend in Seerah-writing could be set by collecting these view points from different writings of the Sufis.

Keywords: Sufis, religion, spiritual wonders, genres, Seerah.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی غایت اولیٰ قرآن کریم نے تزکیہ نفس بیان کی ہے۔(۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سیرت و کردار کی عظمت سے پاک طینت انسانوں کی جماعت تیار کی یہ آپ کے معجزات میں سے ہے کہ قلیل عرصہ میں پاک دلوں کے حامل، انسانیت کے لیے باعث فخر انسان تیار کئے۔ آپ ﷺ کے وجود اقدس اور تعلیمات کی برکات سے ہر دور میں قدسی صفات انسانوں کا ایک ایسا گروہ موجود رہا جو آپ کی نیابت میں، اتباع رسول ﷺ سے تزکیہ نفس کا یہ فریضہ انجام دیتا رہا۔ ان لوگوں نے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ ہی کو پیش نظر رکھا اور آپ ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں تزکیہ نفس کا فریضہ انجام دیا۔ فن کی زبان میں ان لوگوں کو صوفی کہا جانے لگا، عین ممکن ہے کہ یہ لقب صفائے قلب کی بنا پر دیا گیا ہو۔ (۲) چونکہ صوفیہ کی توجہ آپ کے وجود اور تعلیمات پر تھیں اس لیے کسی بھی زبان میں صوفیانہ ادب تحریر ہو اس میں آپ ﷺ کی سیرت اطہر کا فیضان صاف نظر آتا ہے۔ صوفیہ آپ ﷺ کی سیرت کے مختلف واقعات بیان کرتے، ان واقعات کو اصلاح معاشرہ کی بنیاد بناتے، مسائل واحکام کا استنباط کرتے آپ ﷺ کے فضائل، کمالات اور شمائل کے بیان سے لوگوں کے دلوں میں محبت رسول ﷺ کا جذبہ پیدا کرتے۔ ہم کہہ سکتے ہیں "صفہ" (۳) کے نقشہ پر "خانقاہ" وجود میں آئی اور اس خانقاہ میں صوفی نبی اکرم ﷺ سے مستنیر ہو کر لوگوں کے قلوب و اذہان کو منور کرتا ہے صوفیہ کے مکتوبات، ملفوظات اور تصانیف کا اس زاویہ نگاہ سے مطالعہ کیا جائے تو سیرت النبی ﷺ کے سیکڑوں واقعات، آپ ﷺ کے کمالات و فضائل کی عرفانی جہتیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ صوفیہ کے تمام کمالات کا منبع و مصدر نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ہے اس وجہ سے تذکار صوفیہ کا آغاز نبی کریم ﷺ کی سیرت سے کیا جاتا ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "جاننا چاہیے کہ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش دوسرے تمام افراد انسانی کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں کوئی بھی فرد ان کی پیدائش کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا"۔ (۴) نبی کریم ﷺ کے اسمائے گرامی کے لطائف بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے۔ اس طرح کے نکات سے سیرت کی کتب عموماً خالی ہوتی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بقول دونوں مبارک اسماء کی ولایت علیحدہ علیحدہ ہے، اسم مبارک احمد کی م "طوق عبدیت" ہے (۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی بشارت اسم

احمد سے دی اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے۔ آپ نعمان بدخشی کو لکھتے ہیں: ”اور وہ نبوت جو حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق سے پہلے آن سرور علیہ الصلوۃ والسلام کو حاصل تھی اس مرتبہ کی نسبت خبر دیتے ہوئے فرمایا: کنت نبیا و آدم بین الماء و الطین (٦) میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے“ یہ بات باعتبار حقیقت احمدیہ کے تھی اور اس کا تعلق عالم امر سے ہے اور اس اعتبار سے حضرت عیسیٰ علی نبیناوعلیہ الصلواۃ والسلام جو کلمۃ اللہ ہوئے ہیں اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں، نے آں سرور ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت ”اسم احمد“ سے دی ہے اور فرمایا (مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد) (٧) واقعات سیرت کو صوفیہ نے مختلف متصوفانہ اور معاشرتی مسائل کے حل کے لیے بطور استشہاد بھی پیش کیا۔ گویا صوفیہ نے سیرت کے واقعہ کو صرف عہد رسالت کا ایک واقعہ نہیں سمجھا بلکہ قرآن وسنت کی روح کے مطابق اس سے زندہ معاشرہ کے مسائل کے حل کی راہیں بھی نکالی ہیں۔ حضرت خواجہ محبوب الہی نے نبی کریم ﷺ کے ایک خواب کا ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے دیکھا ایک کنواں ہے اس پر ڈول رکھا ہوا ہے، وہ کنواں قلیب ہے (٨) اس سے ڈول کی مدد سے آپ نے تھوڑا سا پانی نکالا پھر ہاتھ روک لیا، بعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ آئے اور انہوں نے دو تین ڈول نکالے پھر ان میں کمزوری دیکھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آئے اور دس بارہ ڈول نکالے اور وہ ڈول بڑا ہو کر غرب بن گیا۔ (٩) اس واقعہ سے شارحین حدیث نے خلافت کی ترتیب و مدت کو بیان کرنا مقصود لکھا۔ لیکن صوفی کی نظر کثیر الجہت ہوتی ہے وہ واقعات سے دوسرے نتائج اخذ کرتا ہے۔ اس واقعہ سے خواجہ نظام الدین نے جو نتیجہ نکالا ملاحظہ ہو: ”اس حکایت سے مقصود یہ ہے کہ کنویں کا مقصد پانی ہوتا ہے۔ چاہے اس پر عمارت بنائیں اور اس کو تکلف سے بنائیں یا نہ بنائیں غرض اس سے یہی ہوتی ہے کہ پانی ملے یعنی ہر کام میں پیش نظر مقصد کا حصول رہنا چاہیئے (١٠) اسی طرح بچوں سے پیار و محبت کا درس دینا تھا تو واقعات سیرت کو بیان کیا۔ جامع ملفوظات امیر حسن سنجری لکھتے ہیں: ”اسی سال شوال کی چوتھی تاریخ کو ہفتے کو قدم بوسی کی دولت ہاتھ آئی بچوں کی محبت کا ذکر نکلا۔ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ دیکھا۔ ان کے قریب تشریف لائے۔ ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور دوسرا ہاتھ سر پر رکھا ان کا منہ چوما۔ اس درمیان بندے نے عرض کی کہ ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ رسول ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کی خاطر اونٹ کی آواز نکالی۔

ارشاد ہوا کہ ہاں یہ حکایت مشہور ہے اور لکھی ہوئی ہے اور یہ لفظ زبان مبارک پر لائے کہ نعم الجمل جملکم "آپ دونوں کا اونٹ کیسا اچھا اونٹ ہے"۔(۱۱)

جن واقعات سیرت سے اخذ نتائج میں علماء نے اختلاف کیا خواجہ نظام الدین وہاں زیادہ سوالات کو پسند نہ کرتے کیونکہ بات فضائل و کمالات نبوی کی ہے اس لیے کثرت سوال سے اجتناب کرنا چاہیے۔ کمزور ولاچار انسان مقام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت کو کیا بیان کرے گا جب خود ربّ العالمین صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ فوائد الفواد میں ہے: "پھر معراج کا ذکر چل نکلا۔ ایک عزیز حاضر تھے انہوں نے عرض کی کہ معراج کی کیا نوعیت ہے؟ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا مکے سے بیت المقدس، اسراء تھا۔ اور بیت المقدس سے پہلے آسمان تک معراج تھی اور پہلے آسمان سے قاب قوسین کے مقام تک اعراج، اس عزیز نے دوبارہ سوال میں اضافہ کر کے پوچھا کہ کہتے ہیں کہ جسم کو بھی معراج ہوئی اور روح کو بھی، ہر ایک کو الگ کس طرح ہو سکتی ہے۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر یہ مصرعہ زبان مبارک پر لائے:

تَظُنُّ خَیْرًا وَلَا تَسْأَلُ عَنِ الْخَبَرِ

یعنی اچھا گمان رکھو اور تحقیق حال میں مت لگو۔ اس موقعہ پر فرمایا اس پر بھی ایمان رکھنا چاہیے اور زیادہ تحقیق تفتیش میں نہیں پڑنا چاہیے۔(۱۲)

صوفیہ کے ہاں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات کا بیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو اپنانے کی غرض سے ہوتا ہے۔ مگر اس سے بھی زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل اور فضائل و کمالات کا ذکر خانقاہوں میں جاری رہتا ہے کیوں کہ اسوہ حسنہ پر عمل کا جذبہ اسی سے پروان چڑھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے تو یہ ہے کہ اس دنیا میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا جاننا ممکن ہی نہیں کیونکہ یہاں حق و باطل ملا ہوا ہے۔ عظمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی اظہار تو اس وقت ہو گا جب آدم اور سارے انبیاء و مرسلین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔(۱۳) شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اپنے حال کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت پر قیاس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے جیسا آدمی نہیں ہوں بلکہ میں تو اپنے پروردگار کے حضور کھاتا پیتا ہوں"(۱۴) ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلسلہ خط خالقیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود انتہائی نقطہ ارتفاع پر واقع ہے اور مقام عروج عرش بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

شان رفیع کے بارے میں فرمایا ہے (و رفع بعضھم درجات)، پس اس رفع درجات سے وہی انتہائی درجہ کا ارتفاع مراد ہے جو ظاہری اور باطنی طور پر آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے اور یہ وجود جو خیر مجسم ہے مقربین کی سب قسموں سے اعلیٰ و اکمل ہے۔(۱۵) ابن عربی انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو نبی کریم کے خلفاء قرار دیتے ہیں۔ جب بڑا امام موجود ہو تو جانشینوں کا حکم باقی نہیں رہتا۔(۱۶) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوۃ والسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام را بأبوۃ یاد میکردند وسائر انبیاء را باخوۃ علی اجمعھم الصلوات والتسلیمات و اگر سائر انبیاء را بہ بنوت یاد می فرمودند ھم گنجائش داشت۔(۱۷)

آپ ﷺ کے فضائل و کمالات میں اخلاق مصطفوی بھی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے و کان خلقه القرآن کہہ کر اس کی وضاحت فرمائی۔ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۶۳۲ھ) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس میں ایک راز پنہاں ہے اور دقیق علمی بات ہے جس کی آپ رضی اللہ عنہا نے وضاحت نہیں فرمائی۔ پھر شیخ سہروردی نے بچپن میں شق صدر کا واقعہ بیان کیا۔ "نفس مقدس نبوی اور نفوس بشری" میں فرق کو واضح کیا بعد ازاں لکھا: "اس وضاحت کے بعد یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد کہ قرآن آپ ﷺ کے اخلاق ہیں، اس میں ایک خاص رمز پنہاں ہے اس سے اشارہ مخفی اخلاق ربانی کی طرف بھی ہوتا ہے ان کو صراحت کے ساتھ یہ بات کہنے میں کہ آپ ﷺ اخلاق الٰہی سے متصف ہیں، بارگاہ الٰہی سے حجاب و شرم محسوس ہوئی لہٰذا بطور رمز آپ رضی اللہ عنہا نے کان خلقه القرآن فرما کر انوار جلال سے شرم کرتے ہوئے اپنے لطیف قول یا لطافت بیان سے اس حقیقت کو پوشیدہ رکھا یہ امر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے وفور علم اور کمال ادب پر دلالت کرتا ہے (۱۸) فضائل نبوی میں معجزات کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ چونکہ کتب تصوف میں کرامت اور اس سے متعلقہ دیگر تفصیلات درج ہوتی ہیں وہاں صوفیہ معجزات نبوی کو بھی بیان کرتے ہیں۔ شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (م:۴۶۵) نے حقیقت معجزہ، معجزہ اور کرامت میں فرق جیسے موضوعات پر بحث کی ہے۔ معجزہ کی تعریف بایں الفاظ کرتے ہیں: "و المعجزة لم تكن معجزة بعينها إنما كانت معجزة لحصولها و من شرطها اقتران دعوى النبوة فالمعجزة تختص للأنبياء والكرامات للأولياء" (19) معجزہ فی نفسہ عاجز کرنے والا نہیں ہوتا البتہ اس کا حاصل کرنا عاجز

کرنے والا ہوتا ہے۔ اور معجزہ کی شرط یہ ہے کہ دعوی نبوت بھی شامل ہو۔لہٰذا معجزہ انبیاء کے لیے مخصوص اور کرامت اولیاء کے لیے ہے۔

شیخ ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں معجزہ اور کرامت کے بارہ میں ایک اور نفیس بحث کی ہے۔ ”خبیب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں نے مکہ مکرمہ میں سولی پر چڑھایا تو مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں تشریف فرما ہو کر وہ سب کچھ دیکھ لیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتا دیا کہ کفار مکہ حضرت خبیب پر ظلم و ستم کر رہے ہیں ادھر اللہ تعالیٰ نے خبیب رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے بھی پردہ ہٹا دیا حتی کہ انہوں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا سلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک میں پہنچایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور یہ جواب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے کانوں نے سنا اور دعا کی یہاں تک کہ وہ روبہ قبلہ ہوگئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ میں ان کو دیکھنا ایسا فعل تھا جو خارق عادت یعنی معجزہ تھا اسی طرح حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا خارق یعنی ان کی کرامت تھی۔ اس لیے امت کی کرامت در حقیقت نبی ہی کا معجزہ ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت باقی ہے اس لیے لازمی ہے کہ اس کی حجت بھی باقی رہے۔(۲۰) گویا کرامات اولیاء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں اور اس جہت سے معجزات کا صدور آج بھی باقی ہے اور یہ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ عبدالحمید صدیقی نے اس نظریہ کو سامنے رکھتے ہوئے ”سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصال النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ لکھی۔ گویا سیرت کا یہ باب صوفیہ کی جہت سے بڑا اہم ہے۔ اس طرح کے مباحث کو عارفانہ اور متکلمانہ سیرت نگاری کا مجموعہ کہا جاسکتا ہے۔ لطائف اشرفی میں کئی معجزات کو بیان کرنے کے بعد اختتام ان سطور پر کیا: ”حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری معجزات اور روشن دلیلیں بے شمار ہیں جن کا اندازہ ناممکن ہے“(۲۱) فضائل کے ساتھ شمائل نبوی کے ذکر کو کتب تصوف میں دیکھنا ہو تو لطائف اشرفی کا ساتواں اور آٹھواں شرف کتب شمائل کا خوبصورت خلاصہ ہے۔(۲۲) اسی طرح عوارف المعارف میں عارف سہروردی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معمولات کا تذکرہ کیا۔(۲۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کتب سیرت کا بنیادی مقصد ہے اور سیرت نگار مختلف ارشادات، واقعات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ عملی پہلو کی تلقین کرتا ہے۔ اہل تصوف کیونکہ

تزکیہ نفس کا فریضہ انجام دیتے ہیں اور ایک مسلمان کے لیے یہ اطاعت و اتباع نبوی کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ کتب تصوف اس مضمون کی عبارات سے بھری پڑی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اتباع کے سات درجات گنوائے (۲۴) جن کا ذکر مفسرین، محدثین اور سیرت نگاروں کے ہاں نہیں ملتا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے تو مومنین کو اپنا ذوق بھی ذوق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کرنے کی تلقین کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار ہی اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیتے ہوئے یہ مصرعہ لکھا:

ان المحب لمن هوا مطيع (۲۵)

شیخ شہاب الدین سہروردی کا کہنا ہے: "اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو بندے سے اپنی محبت کی نشانی قرار دیا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسن متابعت کی جزا بندے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت رکھی ہے تو اس صورت میں جس شخص کو جتنا وافر حصہ متابعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عطا ہو گا اتنا ہی زیادہ حصہ اس کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے نصیب ہو گا۔ مسلمانوں کے طبقات میں صوفیائے کرام کا طبقہ ہی ایسا ہے جو حسن متابعت میں کامیاب ہوا ہے، اس لیے کہ اس طبقہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جس کام کا حکم دیا اس پر ثابت قدمی سے عمل کیا اور جن باتوں سے روکا اس سے رک گئے"۔ (۲۶)

صوفیہ نے سیرت سے نسبت و تعلق والی چیزوں پر بھی گفتگو کی۔ اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت کے فضائل و کمالات اور روحانی درجات و فیوضات کا خصوصی تذکرہ تصوف کی ہر کتاب کی زینت ہے۔ صوفیہ نے ان کو اپنا پیشوا اور رہنما سمجھا اور ہر صحابی رضی اللہ عنہ اور فرد اہل بیت کے خصائص کو اپنانا طریقت بتایا۔ مثلاً حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں شیخ سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: پس اقتدای ایس طائفہ بہ بذل مال و حیا و تسلیم امور و اخلاص اندر عبادت بہ وی است، رضی اللہ عنہ، و وی بر حقیقت امام حق است اندر حقیقت و شریعت و طریقت وی اندر دوستی ظاہر است (۲۷)" الغرض صوفیہ کرام جو مال و جان خرچ کرتے ہیں اور بلاؤں میں تسلیم و رضا اور عبادت میں اخلاص برتتے ہیں وہ سب انہیں کی اقتداء میں ہے" شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف صحابہ رضی اللہ عنہم و اہل بیت کے حالات و کیفیات کا ذکر ہی نہیں کیا ان کے بارے میں اہل سنت کے موقف کو واضح بھی کیا۔ (۲۸) حضرت مجدد الف

ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے روحانی کمالات کے ساتھ ساتھ مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں جمہور کے طرز و فکر و عمل پر روشنی ڈالی۔(۲۹)

صوفیہ نے اپنے احوال و کیفیات کے بیان کے لیے بھی سیرت کے واقعات سے استدلال کیا اور اپنی اصطلاحات کی وضاحت کے لیے استشہاد کا مواد سیرت النبی ﷺ سے فراہم کیا۔ حضرت شیخ علی ہجویری نے مسامرہ اور محادثہ کو کاملان طریقت کی دو حالتیں قرار دیا ہے۔ ان کی وضاحت کرنے کے بعد واقعہ سیرت سے استشہاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں ”مسامرہ کا تعلق حضور اکرم ﷺ کے حال سے وابستہ ہے جب حق تعالیٰ نے چاہا کہ حضور ﷺ کو قرب خاص سے نوازے تو جبریل علیہ السلام کو براق دے کر آپ ﷺ کے پاس بھیجا تاکہ وہ مکہ سے قاب قوسین تک لے جائے اور حضور ﷺ حق تعالیٰ سے ہمراز ہوں۔ چنانچہ حضور ﷺ خدا سے ہم کلام ہوئے تو آپ ﷺ کی زبان مبارک ظہور جلال باری سے سرخ ہوگئی اور آپ ﷺ کا دل عظمت کی تہ میں متحیر ہو گیا اور آپ ﷺ کا علم ادراک سے رہ گیا۔ زبان مبارک عبارت سے عاجز ہوگئی۔ اس وقت عرض کیا لا احصی ثناء علیك تیری حمد و ثنا کرنے سے عاجز ہوں۔(۳۰)

صوفیہ اپنے دور کے اعلیٰ ترین ادب کو تخلیق کرنے والے ہوتے ہیں۔ نثر ہو یا نظم دونوں میں ان کے ہاں عمدہ مضامین ملتے ہیں۔ کتب تصوف کو اگر اس نقطہ نظر سے دیکھیں تو نثر کے علاوہ ان کے ہاں منظوم کلام درج کرنے کا رجحان بھی بکثرت پایا جاتا ہے۔ فتوحات مکیہ میں اس کی مثالیں بکثرت دیکھی جاسکتی ہیں۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ نے ذکر مصطفی ﷺ کو آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بتایا اور پھر یہ شعر درج کیا:

ما إن مدحت محمد ﷺ بمقالتی   لکن مدحت مقالتی بمحمد ﷺ (۳۱)

یہ شعر مکتوبات میں متعدد بار نقل ہوا:

محال است سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز در پی مصطفی (۳۲)

حضرت جہانگیر سمنانی کی یہ غزل ولادت نبوی ﷺ کے مضمون کا حسین و جمیل بیان ہے: چند اشعار درج ذیل ہیں:

روز ظہورِ مظہر سرد دو عالم است   روز ولادت خلف صدق آدم است

آج سرور دو عالم ﷺ کے مظہر کے ظاہر ہونے کا دن ہے۔ آج آدم علیہ السلام کے بچے جانشین کی ولادت کا دن ہے۔

بگذشت از ربیع نخستین دوازدہ — روز دوشنبہ کہ زایام مکرم ست
در وضع جملہ امت واز بہر وضع خلق — وضع نہادہ خویش کہ بہ از وضع آدم ست

(ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہوئی تھی، پیر کا دن تھا جو (ہفتے کے) دنوں میں سب سے زیادہ لائق تکریم دن ہے۔

تمام امت اور تمام انسانوں کے طرز زندگی کے لیے آپ ﷺ نے ایک طرز قائم کی جو انسانی فطرت کے مطابق ہے۔)(۳۳)

ولادت کے بعد کے واقعات کا ذکر کرنے سے پہلے یہ اشعار لکھے:

چناں سر برزد آثار نبوت — زبعد زادن آں بحر اسرار
وگر دریا مداد و چوب اقلام — بود کاغذ ہمہ اوراق اشجار
قلم زن گر بود از جنس اخلاق — بہ پایان ناید آں ارقام آثار

(اس بحر اسرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے بعد نبوت کی اتنی زیادہ نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ کہ اگر سمندر لکھنے کی روشنائی ہو جائیں اور تمام درختوں کی لکڑیاں قلم اور پتے کاغذ بن جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق تحریر کیے جائیں تو تمام و کمال ضبط تحریر میں نہ آسکیں۔)(۳۴)

صوفیہ کرام نے متصوفانہ نقطہ نظر سے سیرت پر باقاعدہ کتب تو تحریر نہیں کیں البتہ مکتوبات، ملفوظات اور دیگر کتب تصوف میں سیرت النبی ﷺ کے عرفانی پہلو پر صوفیہ نے روشنی ضرور ڈالی ہے۔ واقعات سیرت سے صوفیہ نے احوال و کیفیات اور اصطلاحات صوفیہ کا استنباط کیا۔ واقعات سیرت زمانی ترتیب پر نہیں بلکہ اصلاح و تربیت کے نقطہ نظر سے بیان کئے گئے ہیں۔ ان واقعات سے مختلف مسائل کا استنباط صوفیہ کی بلند نگاہی عمیق نظری اور معاشرے کے گہرے مشاہدہ پر دلالت کرتا ہے۔ ان واقعات کو بیان کرنے کے لیے اشعار کا استعمال صوفیہ کے ادب کا مظہر ہے، اگر امہات کتب تصوف کو سامنے رکھ کر واقعات سیرت کو جمع کیا جائے تو سیرت النبی ﷺ کے عرفانی پہلو کو اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات وتعلیقات

۱۔ البقرہ:۱۲۹، ۱۵۱، آل عمران: ۱۶۴، الجمعۃ: ۲

ان آیات پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی نے لکھا: "مذکورہ آیات میں نبی ﷺ کے اصلی مقصد بعثت کی حیثیت سے جس چیز کا ذکر ہوا ہے وہ تزکیہ ہے" ان آیات میں لفظ تزکیہ کی تقدیم وتاخیر کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے: "اس تقدیم و تاخیر سے یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ نبی ﷺ کی تمام جد و جہد اور تمام سرگرمیوں کا محور و مقصود دراصل تزکیہ ہی ہے"، اصلاحی، امین احسن، تزکیہ نفس، فیصل آباد: ملک سنز، ص:۱۷

۲۔ ہجویری، سید علی، کشف المحجوب تحقیق دکتر محمود عابدی، سروش، تہران، ۱۳۸۷ ص:۴۳

۳۔ ایضاً

۴۔ امام ربانی، شیخ احمد سرہندی، مکتوبات، دفتر سوم، مکتوب:۱۰۰

۵۔ مکتوبات امام ربانی دفتر سوم مکتوب:۹۶

۶۔ یہ الفاظ معروف ہیں مگر صحیح حدیث میں "بین الروح والجسد" کے الفاظ ہیں سنن الترمذی، کتاب المناقب رقم الحدیث:۳۶۰۵

۷۔ الصف:۶، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب:۲۰۹

۸۔ وہ کنواں جس میں چاروں طرف اینٹ پتھر کی عمارت نہ بنائی جائے۔ جس کنواں میں باقاعدہ چنائی ہوتی ہے اسے طوی کہتے ہیں۔

۹۔ نظام الدین اولیاء، فوائد الفواد، جامع امیر حسن سنجری، مترجم خواجہ حسن ثانی نظامی، لاہور: زاویہ پبلشرز، ۱۹۹۸ء ص:۳۳۸-۳۳۷۔

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ ایضاً ص:۳۶۹

۱۲۔ ایضاً ص:۳۹۶

۱۳۔ دفتر دوم، مکتوب:۷

۱۴۔ غلام علی مجددی، شاہ، دار المعارف، مرتب: رؤف احمد رافت، مترجم: مولانا عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری، گجرات فضل نور اکیڈمی، ۱۹۷۰ ص:۱۶۲

۱۵۔ ابن عربی محی الدین، فتوحات مکیہ، مترجم و شارح: مولوی محمد فضل خان، لاہور: سیرت فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء، ص:۵۷۔۵۶

۱۶۔ ایضاً، ص:۴۷۹

۱۷۔ دفتر سوم، مکتوب:۸۸

۱۸۔ سہر وردی، شہاب الدین عوارف المعارف، مترجم شمس بریلوی، لاہور: پروگریسو بکس، ۱۹۹۸ص:۴۰۴۔۴۰۵

۱۹۔ ہجویری، سید علی، کشف المحجوب تحقیق دکتور محمود عابدی، سروش تہران ۱۳۸۷ص:۳۲۷

۲۰۔ ایضاً، ص:۳۳۰۔۳۳۱۔

۲۱۔ سمنانی، سید اشرف جہانگیر، لطائف اشرفی، مترجم: ایس ایم لطیف اللہ، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص:۴۹۱

۲۲۔ ایضا، ص:۴۸۷۔۴۸۸

۲۳۔ ایضاً، ص:۲۹۱۔۲۹۲

۲۴۔ دفتر دوم، مکتوب:۵۴

۲۵۔ دفتر اول، مکتوب:۱۶۵

۲۶۔ عوارف المعارف ص:۱۹۳

۲۷۔ کشف المحجوب ص:۱۰۱

۲۸۔ جیلانی، شیخ عبد القادر، غنیۃ الطالبین، مترجم: محمد عبد الاحد قادری، لاہور: قادری رضوی کتب خانہ ۱۴۳۰ھ، ص:۱۹۲۔۲۰۱

۲۹۔ دفتر اول مکتوب:۵۹، دفتر دوم، مکتوب ۳۶۱

۳۰۔ کشف المحجوب: ص۵۵۶

۳۱۔ دفتر اول، مکتوب:۴۴

۳۲۔ سعدی، دیوان سعدی، ص:۴۸

۳۳۔ لطائف اشرفی، جلد ۳، ص:۴۳۸۔۴۳۹

۳۴۔ ایضاً، ص ۴۴۴

عربی ادب میں صوفیہ کی مولود نگاری کی روایت

پروفیسر دلاور خان

Abstract:

"At the time of the birth of Holy Prophet (peace be upon him) First Mawlid poetry was composed by his grant father. Then companions of the Holy prophet (peace be up on him) also mentioned mawlid in their Arabic poetry. It is facts that mawlid writing was started from poem after that it was started in Arabic prose. This why that Mawlid writing is old tradition of Arab. When Islam was spread in non-Arab country this Mawlid writing tradition also shifted in those Countries. Specially Sufi community showed their keen interest in Mawlid writing in prose and poetry. Every chain of Sufi has written Mawlid in their languages. In this paper we focused on Arabic Mawlid writings which are written by world Sufies. These Mawlid writings impacted on other languages of the world. Now vast Mawlid Literature is founded in Arabic. In this paper we focused seven Sufi orders and described 100 Sufies who wrote Arabic Mawlid".

آقا کریم ﷺ کی جلوہ گری جب اس آب و گل میں ہوئی تو اس خوشی کے موقع پر سب سے پہلے آپ کے دادا حضرت عبد المطلب نے میلاد خوانی کا فریضہ سرانجام دیا۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی والدہ نے فرمایا: "جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو میرے جسم سے ایک نور نکلا جس سے ملک شام کے محل روشن ہو گئے"۔ ولادت کے بعد آپ ﷺ کی والدہ نے عبد المطلب کے پاس پوتے کی خوش خبری بھجوائی۔ وہ شاداں و فرحاں تشریف لائے اور آپ کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اللہ سے دعا کی اور اس کا شکر ادا کیا(۱) پھر نظمیہ انداز میں مولود النبی ﷺ یوں بیان کرتے ہیں:

الحمد لله الذی اعطانی هذا الغلام الطیب الاردان

قد ساد فی المهد علی الغلمان اعیذه بالبیت ذی الارکان

حتی اراه بالغ البینان اعیذه من شر ذی شنان

من حاسد مضطرب العیان

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے یہ پاکیزہ لباس اور منزہ ذات والا پوتا عطا فرمایا ہے۔ جو پنگھوڑے میں ہوتے ہوئے سب بچوں پر فوقیت لے گئے ہیں میں ان کو اللہ تعالیٰ کے مبارک ارکان اور اطراف واکناف والے کے گھر کی پناہ میں دیتا ہوں۔ حتی کی (میری خواہش ہے کہ) میں ان کو اس حال میں دیکھوں کہ وہ مکمل مضبوط اور توانا جوان ہوں۔ میں ان کو کینہ و دشمن کے شر سے (اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں دیتا ہوں اور اس حاسد کے شر سے بھی جس کی آنکھیں مرض حسد کی وجہ سے بے چین و بے قرار ہیں۔

ان اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عبد المطلب نے اپنے نبیرہ کی ولادت پر جو اشعار کہے اس میں پہلے اللہ تعالیٰ حمد و ثناء آقا کریم کی مدح سرائی۔ کینہ پروروں اور حاسدوں سے محفوظ رہنے کے لئے آپ ﷺ کو اللہ کی پناہ میں دینے کی دعا کی۔ سیرت النبی ﷺ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کی ولادت کے بعد حضرت عبد المطلب پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے آقا کریم ﷺ کے مولود اور سیرت بیان کرنے کا فریضہ سرانجام دیا جو آج تک جاری وساری ہے۔

قرآن میں بھی مختلف اسالیب کے ذیل میں مولود النبی ﷺ کے نظائر ملتے ہیں۔ آقا کریم ﷺ نے بھی اپنی میلاد خود بیان کی ہے اس عنوان "میلاد مصطفیٰ ﷺ بزبان مصطفیٰ ﷺ" پر کئی کتب تالیف کی گئیں ہیں۔ صحابہ کرام کی زندگی میں میلاد خوانی کے کئی نظائر دکھائی دیتے ہیں۔ دور تابعین سے باقاعدہ اس موضوع پر نگارشات کا آغاز ہوا۔ امت کے ہر طبقے نے مولودالنبی ﷺ نگاری کا فریضہ سرانجام دیا، جس میں صوفیہ کرام نے بھی کلیدی کردار ادا کیا۔ میلاد النبی ﷺ کے اساسی محرکات جیسے معرفت نبی ﷺ، کمالات النبی ﷺ، حب نبی ﷺ، اطاعت نبی ﷺ، اور دفاع نبی ﷺ پر عرب، عجم اور برصغیر کے صوفیہ میں ذہنی وحدت پائی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کرام میں مولود النبی ﷺ سے خاص شغف اور رجحان پایا جاتا ہے۔ مختلف صوفیہ کے سلاسل میں میلاد النبی ﷺ اور درود وسلام کی روایت والہانہ انداز میں آج بھی جاری ہے۔ صوفیہ کی مجالس میلاد النبی ﷺ: مقامات معرفت وسلوک کے مختلف مدارج کے لئے زینہ، روح کی نشوونما، تزکیہ نفس اور تعمیر شخصیت کا ذریعہ بنیں۔ یہ وجہ ہے کہ صوفیہ کے مختلف سلاسل میں مولود نگاری کی تخلیق اور ترویج کے رجحان کو فروغ نصیب ہوا۔ زیر نظر مقالے میں صوفیہ کے مختلف سلاسل میں مولود نگاری کی روایت کا مطالعہ کیا جائے گا۔

(۱)۔ قادری صوفیہ کی مولود نگاری

(۱۔۱)۔ سید عبدالقادر بن موسیٰ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۰۷۸ء۔۱۱۶۶ء)

جیلان میں پیدا ہوئے بغداد میں وفات پائی۔ جہاں مزار اور اس سے ملحق عظیم الشان مسجد و کتب خانہ مشہور ہیں ۔ محی الدین ، حنبلی عالم ، مدرس، مفتی،صوفیہ کے سلسلہ قادریہ کے سرتاج،صاحب کرامات، گیلانی سادات کے جد اعلیٰ، متعدد تصنیفات ہیں۔ پاکستان میں عراق کے سفیر سید عبدالقادر بن عبداللہ گیلانی (متوفی: ۱۹۷۶ء) مدفون کراچی کے بھائی سید یوسف بن عبداللہ گیلانی (متوفی: ۱۹۹۶ء) عراق کے وزیر خارجہ نیز مزار قادریہ بغداد کے متولی تھے (پاکستان میں پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری آپ کے خلیفہ مجاز ہیں) آپ سے منسوب مولود نامہ "مولد النبی ﷺ / مولد الرسول الا عظم ﷺ" کا ایک قلمی نسخہ ریاض یونیورسٹی، دارالکتب ظاہریہ دمشق نیز مکتبہ احقاف تریم حضرت موت میں محفوظ ہے۔ ترکیہ کے ڈاکٹر سید محمد فاضل جیلانی کی تحقیق سے ۲۰۱۰ء میں "اللیل الصادی بمولد

الھادی" نامی مجموعہ موالید کے آغاز میں استنبول نیز لاہور سے شائع ہوئی، نیز الگ "مولد الرسول اعظم ﷺ" کے نام سے مرکز الجیلانی للبحوث العلمیۃ سے دوسری بار ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی۔ مذکورہ تینوں اشاعتیں بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال میں محفوظ ہیں۔ جب کہ لاہور کے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی ازہری نے عربی متن پر تحقیق انجام دی نیز اردو ترجمہ کیا جو "جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند" کے ساتھ یکجا پہلی بار ۲۰۱۳ء میں صفہ فاؤنڈیشن لاہور نے ۹۲ صفحات پر شائع کیا۔(۲)

ا۔۲۔سید محمد فاضل محمد فائق جیلانی:(پیدائش:۱۹۵۴ء)

مشرقی ترکی کے ضلع قرتلان کے گاؤں جمزرق میں پیدا ہوئے۔ عالم محقق، ڈاکٹر، صوفی، ماہر سلسلہ قادریات اور ۱۹۷۸ء سے ۲۰۰۲ تک مدینہ منورہ میں مقیم رہے، اب استنبول میں قیام ہے۔ دنیا بھر کے اہم سرکاری و نجی کتب خانوں کے دورے کر کے اپنے جد اعلیٰ محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی کی تصانیف کے قلمی نسخے تلاش و جمع کر کے ان پر تحقیق و اشاعت کے عمل میں مصروف ہیں۔ جس میں "تفسیر الجیلانی" پہلی بار چھ جلدوں میں طبع کرائی جس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ مختلف اہل علم کے سولہ عربی مولود پر تحقیق انجام دے کر "البلبل الصادی بمولود الهادی ﷺ" کے مذکورہ نام سے اپنے قائم کردہ ادارے مرکز الجیلانی للبحوث علمیۃ استنبول سے پہلی بار ۲۰۱۰ء میں شائع کیا جسے پاکستان میں نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور نے شائع کیا۔(۳)

ا۔۳۔عبد الغنی بن اسماعیل نابلسی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۶۴۱ء۔۱۷۳۱ء)

دمشق میں ولادت ہوئی اور وہیں وفات پائی جہاں مزار و ملحق مسجد مشہور ہیں۔ فقیہ حنفی، محدث، مسند (گدی نشیں) ادیب و شاعر، صوفیہ کے سلاسل نقشبندی و قادری کے مرشد، قطب الاقطاب، الاستاذ الاکبر، برکتہ الشام، سیاح، صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آج کی اسلامی دنیا کے مشہور عالم، مبلغ و مصنف ڈاکٹر محمد راتب نابلسی دمشقی (پ:۱۹۳۹ء) آپ کی نسل سے ہیں۔ دو سو تیئس تصانیفات ہیں۔ احمد رضا خان بریلوی نے ایک تصنیف "الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ" پر حاشیہ لکھا۔ نیز چند کتب کے اردو تراجم محمد عبد الحکیم شرف قادری، محمد قدرت اللہ رضوی، جی اے حق محمد چشتی، ضمیر احمد مرتضائی نقشبندی، ڈاکٹر حامد علی علیمی، سید ظفر علی شاہ بخاری مہروی نے کئے ہیں۔ آپ کا مایہ ناز مولود نامہ "المولود النبی ﷺ" ہے۔ محمد عبد الاحد قادری کے مرتب کردہ مجموعہ "رسائل میلاد شریف" میں اردو ترجمہ متبوع ہے۔(۴)

ا۔۴۔سید محمد بن قاسم حلاق رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۵۹ء۔۱۹۱۸ء)

دمشق میں ولادت ہوئی اور وہیں ہی وفات پائی اور قبرستان باب صغیر میں مدفون کئے گئے۔جیلانی النسب،حافظ،شافعی عالم،کلمہ حق کہنے والے جری،صاحب تصنیف۔احمد رضاخان بریلوی کی"الدولة المکیة" پر تقریظ لکھی۔فتاویٰ الحدیثیہ میں"قیام"کے بارے میں ابن حجر ہیتمی کے بیان کردہ مؤقف کی توضیح و تشریح میں"تحقیق الکلام فی وجوب القیام اثناء تلاوة قصة مولوده حین وضعه علیه الصلاة والسلام" لکھی پہلی بار ۱۹۱۲ء میں چھپی۔اب محمود عطار کی"استحباب القیام عند ذکر ولادته علیه الصلوٰة والسلام"کے ساتھ یکجا کرکے عرب دنیامیں شائع ہوئی۔(۵)

ا۔۵۔علی امین بن محمد سیالہ رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۶۰ء۔۱۹۵۶ء)

لبیاکے شہر طرابلس میں پیدائش ہوئی اور وہیں وفات پائی۔جہاں صحابی جلیل منیذر افریقی کے احاطہ مزار میں مدفون ہیں۔مالکی عالم،امام وخطیب و مدرس،شاعر معمر،سماجی رہنما،صوفیہ کے سلسلہ قادریہ کے مرشد آپ نے مولودنامہ"ترویح ارواح المحبین فی قصة مولود خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم"تصنیف فرمایا۔(۶)

ا۔۶۔سید محمود بن عبدالمحسن مؤقع رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۴۱ء۔۱۹۰۴ء)

دمشق میں ولادت ہوئی اور وہیں وفات پائی اور قبرستان وحدح میں مدفون ہوئے۔شافعی عالم، ادیب وشاعر،سیاح،صوفیہ کے سلسلہ قادریہ وخلوتیہ میں مجاز،عثمانی خلیفہ نے ایوارڈ سے نوازاسات سے زائد کتب کے حامل ہیں،جب کہ آپ نے یہ مولودنامہ رقم کیا"حصول الفرج وحول الفرح فی مولود من انزل علیه الم نشرح"(۷)

ا۔۷۔سید محمد وصی الرحمٰن بن اسحاق:(پ:۱۹۶۲ء)

بنگلہ دیش کے ضلع چٹاگانگ کے گاؤں کول غاو میں پیدا ہوئے،حنفی عالم،مدرس و مفتی،قادری صوفی،چٹاگانگ کے مدرسہ احسن العلوم غوثیہ نیز جامعہ احمدیہ سنّیہ میں تعلیم حاصل کی۔پھر آخرالذکر میں مدرس نیز دارالافتاء ہوئے،تاحال اسی سے وابستہ ہیں۔نیز انجمن رحمانیہ احمدیہ سنیہ چٹاگانگ کے ماہنامہ "الترجمان"میں قارئین کے شرعی سوالات کے جوابات دیتے ہیں۔حکومت بنگلہ دیش نے بہترین استاذ کی بنیاد پر ۲۰۰۱ء نیز ۲۰۰۴ءمیں انعام سے نوازا۔پاک وہند سمیت متعدد ممالک کے دورے کئے۔بنگالی،اردو،

عربی میں متعدد تصنیفات ہیں۔"الدّرّ المکنون فی الاحتفال بمولود النبی الامین المامون ﷺ" یہ مولود نامہ دارالکتب العلمیۃ بیروت نے پہلی بار ۲۰۱۷ء میں شائع کیا۔اس پر قاہرہ کے چار اور بنگلہ دیش کے تین علماء کی تقریظات ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں: دارالمقطم للنشر کے بانی و مدیر مفکر اسلام محمد خالد ثابت، سابق رئیس الازہر وشارح صحیح بخاری ڈاکٹر احمد عمر ہاشم (پ:۱۹۴۱ء)، جامعہ ازہر میں عقیدہ وفلسفہ کے استاذ: ڈاکٹر طٰہ دسوقی حسبیشی (متوفی: ۲۰۲۰ء)، جامعہ ازہر میں اصول دین کالج کے استاذ ڈاکٹر سعد سعد جاویش، چٹاگانگ میں سنی اسلامی تحقیقی مرکز کے مدیر محمد عبدالمنان، جامعہ احمدیہ سنّیہ چٹاگانگ میں مدرس قاضی محمد عبدالواحد، جامعہ سادرن بنگلہ دیش میں استاذ سید محمد جلال الدین ازہری۔(۸)

۱۔۸۔کمال الدین بن عبدالمحسن طائی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۹۰۴ء۔۱۹۷۷ء)

بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی اور مزار شیخ عبدالقادر جیلانی کے احاطہ میں قبر ہے۔عالم جلیل، قاری، مبلغ، مزار امام اعظم سے ملحق مسجد کے خطیب نیز مزار شیخ عبدالقادر جیلانی سے متصل مسجد کے مدرس، محکمہ اوقاف کی مجلس اعلیٰ کے رکن، متعدد تنظیمات اور اہم اداروں کے رکن، عالمی کانفرنسوں میں شرکت کی۔عراقی صحافت کے ستون، چند رسائل جاری کئے،"جمعیۃ الھدایۃ الاسلامیۃ" کے بانی رکن ومنتخب صدر تھے۔بغداد میں اسلامی تہوار، جشن میلادالنبی ﷺ، شب معراج، شب قدر، یوم غزوہ بدر وغیرہ تزک واحتشام سے مناتے تھے۔باطل فرقوں کی سرکوبی میں فعال رہے سیاسی مؤقف کے باعث تین برس سے زائد قید نیز جلاوطن رہے۔متعدد تصانیف ہیں۔کراچی یونیورسٹی کے شعبہ معارف اسلامیہ کے سابق صدر پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری کے استاذ تھے۔جب کہ ضیاء الدین احمد قادری سیالکوٹی مہاجر مدنی سے اجازت وخلافت پائی۔ جشن میلادالنبی ﷺ کے موقع پر ہر سال اپنی و دیگر اہل قلم کی تحریریں مرتب کرکے "الذکری المحمدیۃ" کے نام سے شائع کیا کرتے تھے(۹)

۱۔۹۔عبدالرحمٰن بن احمد زیلعی رحمۃ اللہ علیہ:(متوفی:۱۸۸۱ء)

صومالیہ کے جنوب میں شہر حدر سے پچاس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ایک گاؤں جودلی میں پیدا ہوئے اور وہیں کے مقام قلنقول میں وفات پائی، شافعی عالم، ادیب وشاعر، قادری سلسلہ کے مرشد نیز زیلعیہ شاخ آپ سے منسوب وجاری ہے۔مقامی علماء سے تعلیم کے بعد موگادیشو کارخ کیا اور تکمیل کے بعد ہر شہر میں دعوت وارشاد کے اعمال شروع کئے۔نیز صومالیہ کے دیگر شہروں میں مقیم رہے۔ اور

۱۸۷۰ء کے لگ بھگ حج و زیارت کے لئے حاضر ہوئے، متعدد تصانیف میں "حدیقة التصریف" اوراس کی شرح "فتح اللطیف" مطبوع و مشہور ہے۔ مولود نامہ "ربیع العشاق فی ذکر مولود صاحب براق ﷺ" ۱۹۳۸ء میں آپ کی دیگر تصانیف کے ساتھ یکجا شائع ہوئی۔(۱۰)

ا۔۱۰۔ محمد بن محمد منزلی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۷۵۴ء۔۱۸۳۲ء)

تیونس کے مقام منزل بوزلفہ میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی۔ فقیہ، شاعر، افریقہ میں قادری سلسلہ کے امام، نظم و نثر میں سات کتب میں درود شریف پر سعادۃ الدارین کے علاوہ قصیدہ بردہ کی تخمیس اور آداب المریدین شامل ہیں۔ نیشنل لائبریری تیونس میں "المولد شریف (منظوم)" کا قلمی نسخہ موجود ہے جس پر سن تکمیل ۱۱۹۲ھ بمقام بوزلفہ درج ہے۔(۱۱)

ا۔۱۱۔ عبد المحمود بن نور الدائم بن احمد طیب بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۴۵ء۔۱۹۱۵ء)

سوڈان کے جزیرہ ام ظریفی کے درملی میں پیدا ہوئے اور وہاں کے مقام طابت میں مزار مشہور ہے، مالکی عالم حافظ، ادیب و شاعر، صوفیہ کے سلسلہ سمانیہ قادریہ کے مرشد کبیر تھے۔ ۱۳۲۴ھ میں حج و زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ نیز برطانوی استعمار کے خلاف اٹھنے والی مہدی سوڈانی تحریک کے سرخیل سید احمد بن عبد اللہ (متوفی: ۱۸۸۵ء) کے احباب میں سے تھے۔ مختلف موضوعات پر ۸۵ سے زائد تصنیفات میں سے سترہ مطبوعہ ہیں۔ سوڈان میں آپ کا مشہور و متداول مولود نامہ "ریاض الخیرات فی مولود سید السادات ﷺ" جو ۱۹۵۷ء میں خرطوم سے شائع ہوا۔(۱۲)

ا۔۱۲۔ حسین بن ابراہیم مالکی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۰۷ء۔۱۸۷۵ء)

قاہرہ میں پیدا ہوئے مکہ مکرمہ ہجرت کی وہیں وفات پائی اور قبرستان المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ قبل ازیں یہ گھرانہ لبیا کے شہر طرابلس میں آباد تھا۔ حافظ، خطاط، مسجد حرم مکی کے امام و خطیب، مفتی مالکیہ مکہ مکرمہ، جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی، آٹھ سے زائد کتب جس میں سے تین مطبوع ہیں۔ آپ کے دو بیٹوں اور ایک پوتے نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ مکرمہ میں احمد رضا خان بریلوی سے اجازت و خلافت پائی نیز بعض کتب پر تقاریظ لکھیں۔ آپ کا مشہور مولود نامہ "شرح مولد احمد الدردیر" ہے۔(۱۳)

۱۔۱۳۔ عبد الفتاح بن محمد الخطیب رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۶۰ء۔۱۹۱۷ء)

دمشق میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی اور قبرستان وحداح میں مدفون ہوئے۔ جیلانی النسب، شافعی عالم، امام وخطیب، شاعر، شہر میں قصیدہ بردہ پڑھنے کی مجالس میں پابندی سے حاضر ہوتے، تیس حج وزیارت کی سعادت پائی۔ صاحب غرر الشام سید عبدالعزیز بن محمد سہیل الخطیب (۱۹۵۸ء) کے دادا تھے۔ سید عبدالعزیز الخطیب متعدد بار پاکستان آچکے ہیں جیسا کہ تحریک لبیک پاکستان کے سربراہ خادم حسین رضوی کے چہلم میں شرکت کی غرض سے ۳جنوری ۲۰۲۱ء کو لاہور تشریف لائے۔ عبد الفتاح کا مشہور مولودنامہ "شروق الانوار فی المولود المختار" ہے۔(۱۴)

۱۔۱۴۔ محمد طاہر بن فرید الدین قادری:

پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر جھنگ میں پیدا ہوئے۔ حنفی عالم، مفسر، مسند، وکیل، سیرت نگار، ڈاکٹر، ماہر تعلیم، سیاسی رہنما، قادری سلسلہ سے وابستہ جھنگ، فیصل آباد پنجاب یونیورسٹی لاہور نیز مدینہ منورہ میں تعلیم پائی عرب وعجم کے اکابر سے اخذ کیا میانوالی ولاہور کے سرکاری تعلیمی اداروں میں پروفیسر رہے۔ ۱۹۸۰ء میں تعلیمی مقاصد کے حصول کے لئے ادارہ منہاج القرآن کی بنیاد رکھی۔ نیز ۱۹۸۹ء میں سیاسی جماعت پاکستان عوامی تحریک کی بنیاد رکھی۔ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے مگر کچھ عرصہ کے بعد مستعفی ہوگئے۔ اوردو، عربی اور انگریزی میں کتب کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ کینیڈا میں مقیم ہیں "احسن الورد فی صلاۃ المولود"۔(۱۵)

۱۔۱۵۔ محمد احمد رضا بن نقی علی خاں رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۱ء)

ہندوستان کے شہر بریلی میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی۔ عبد المصطفیٰ، فاضل بریلوی، فقیہ حنفی، اصولی، مسند، محدث، مجدد، کثیر التصانیف، نعت گو شاعر، قادری مرشد، عرب وعجم کے اکابر سے اخذ کیا۔ "صلاۃ الصفا فی نور المصطفیٰ ﷺ" کا ترجمہ ڈاکٹر انوار احمد بغدادی نے قیام بغداد کے دوران اردو سے عربی ترجمہ کیا۔ جسے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے ۲۰۰۳ء میں شائع کیا۔(۱۶)

ا۔۱۶۔ سید یوسف بن عبد الرحمٰن حسنی رحمۃ اللہ علیہ: (متوفی: ۱۸۶۲ء)

مراکشی الاصل لیکن مصر کے مقام بیبان میں پیدا ہوئے دمشق میں وفات پائی جہاں قبرستان باب صغیر میں مدفون ہوئے۔ ابی المحاسن، بدرالدین، فقیہ حنفی، محدث، ادیب وشاعر، صوفیہ کے سلسلہ قادریہ کے مرشد، کلمہ حق کہنے میں جری، محدث اعظم شام سید محمد بدرالدین حسنی کے والد، جب کہ پوتا سید محمد تاج الدین حسنی (متوفی: ۱۹۴۳ء) بھی عالم جلیل نیز ملک شام کے وزیر اعظم پھر صدر رہے اور احمد رضا خان بریلوی کی "الدولة المکیة" پر تقریظ لکھی جس کا عربی متن معارف رضا کراچی میں شائع ہوا۔

عارف باللہ احمد دردیر کی تصنیف پر شرح "فتح القدیر لحل الفاظ مولد شہاب الدردیر" لکھی (۱۷)

ا۔۱۷۔ محمد بن علی عالم رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۳۰ء۔۱۹۰۴ء)

شام کے شہر حلب سے ساٹھ کلو میٹر فاصلہ پر گاؤں کفر تخاریم میں پیدا ہوئے حلب میں وفات پائی۔ فقیہ حنفی، محدث، قادری سلسلہ سے وابستہ۔ جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی۔ چھ سے زائد کتب ہیں "قصة المولد النبوی" کا قلمی نسخہ مصنف کے پوتا مشہور ادیب، محقق وصحافی سامی بن علی محمد عالم (متوفی: ۱۹۷۲) کے ذخیرہ بمقام حلب میں ہے (۱۸)

ا۔۱۸۔ محمد ایوب بن محمد لطیف اللہ پشاوری رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۴۷ء۔۱۹۱۷ء)

پشاور شہر سے مشرقی جانب بیس کلو میٹر فاصلہ پر واقع موضع زخمی چار باغ میں پیدا ہوئے اور عشاء نماز کے دوران حالت سجدہ میں وفات پائی۔ گاؤں کے خاندانی احاطہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔ محدث پشاور، مفتی، استاذ العلماء، قادری صوفی، پشاور شہر ایک مدرسہ میں تقریباً نصف صدی استاذ رہے۔ چھ بار حج وزیارت کے سعادت پائی۔ آخری سفر حجاز کے دوران مدینہ منورہ میں نو ماہ قیام کیا اور درس حدیث دیتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں مفتی احناف عباس بن جعفر بن صدیق (متوفی: ۱۹۰۲ء) سے اور مدینہ منورہ میں محدث نورالدین ابوالحسن سید محمد علی بن ظاہر وتری حنفی (متوفی: ۱۹۰۴ء) سے اسلامی علوم سے روایت کی اجازت پائی۔ آپ کے شاگرد سید محمد امیر شاہ گیلانی پشاوری نے آپ کی "تحفتة الفحول العلماء فی الستعانة بالرسول" کا ترجمہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے کیا ہے۔ درر المسائل وغرر الدلائل نام سے آپ کے پندرہ عربی رسائل یکجا ۱۸۹۰ء میں مطبع مجتبائی لاہور میں

چھپے۔ اور مجموع رسائل العلامۃ محمد ایوب البشاوری نام سے پچپن عربی رسائل دار الکتب پشاور سے ۲۰۲۱ء میں دو جلدوں میں سامنے آئے۔ دونوں میں ایک رسالہ "القول القوی فی جواز قرآۃ المولد النبوی" کے نام سے ہے۔(۱۹)

ا۔۱۹۔ابو بکر بن احمد قادری باقوی رحمۃ اللہ علیہ:(پیدائش:۱۹۳۹ء)

ہندوستان کے صوبہ کیرالا کے شہر کالیکٹ کے نزدیک گاؤں کاندابورام میں پیدا ہوئے۔ سلطان العلماء، شافعی عالم قادری مرشد، عالمی مبلغ اسلام ماہر تعلیم ہیں، آپ نے صوبہ تامل ناڈو کے شہر ویلور کے مدرسہ باقیات الصالحات میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۸ء میں اسلامی علوم کے فروغ کے لیے جامعہ مرکز الثقافۃ السنیہ کی بنیاد رکھی، جس کا افتاح شیخ العلماء مکہ مکرمہ سید محمد بن علوی مالکی نے کیا۔ یہ ہندوستان بھر میں اہل سنت کی عظیم درس گاہ ہے۔ عرب دنیا کے لاتعداد اکابر علمائے کرام اور علمی شخصیات اس کی سالانہ کانفرنس میں شرکت کی غرض سے تشریف لا چکے ہیں۔ نیز مقامی حکام اور صدر ہندوستان عبد الکلام نے بھی اس ادارے کا دورہ کیا ہے۔

بعض احباب کی دعوت پر آپ سعودی عرب کے دارالحکومت ریاض کا دورہ کیا۔ جہاں اختلاف عقیدہ کی بنا پر گرفتار کر لئے گئے۔ تب جیل میں منت مانی کہ محفل میلاد النبی ﷺ کے جواز و اثبات پر کتاب تالیف کروں گا۔ چنانچہ ۱۹۹۵ء میں یہ کتاب "اظہار الفرح والسرور بمیلاد النبی المبرور" عربی زبان میں لکھی اور اسی سال "دار الطباعۃ و النشر مرکز الثقافۃ السنیۃ" سے شائع ہوئی جس پر مصر کے عالم و شاعر، دبئی میں دارالافتاء کے صدر ابو زید ابراہیم سید جاد المولی سیوطی(متوفی: ۱۹۹۷) نے اس پر منظوم تقریظ لکھی۔(۲۰)

ا۔۲۰۔ محمد بن عبدالکریم کسنزان حسینی برزنجی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۹۳۸ء۔ ۲۰۲۰ء)

عراق کے شہر کرکوک کے نواح میں واقع گاؤں کربجنہ میں پیدا ہوئے امریکا میں علاج کے دوران وفات پائی اور اسی گاؤں میں مزار واقع ہے عالم، مبلغ اسلام، صاحب کرامات، قادریہ کسنزانیہ سلسلہ کے مرشد کبیر اور ۱۹۷۸ء میں والد کی وفات پر سجادہ نشین ہوئے۔ جدید طرز کے کالج کی بنیاد رکھی۔ صوفیہ عراق میں اتحاد و یگانگت کے لئے تنظیم "المجلس المرکزی للطرق الصوفیہ فی العراق" قائم کی اور تصوف

اسلامی پر تحقیق کے لئے ادارہ "المرکز العالمی للتصوف والدراسات الروحیۃ" ۱۹۹۴ء میں قائم کیا نیز تعلیمات تصوف کے فروغ کے لئے الگ ویب سائٹ فعال ہے۔چار سے زائد مطبوعہ تصنیفات میں تصوف پر ضخیم انسائیکلوپیڈیا "موسوعۃ الکسنزان فیما اصطلاح علیہ اھل تصوف" ہے جو دارالمحبۃ دمشق نے پہلی بار ۲۰۰۵ء کو چوبیس جلدوں میں شائع کیا نیز اول الذکر ویب سائٹ پر موجود ہے۔پاک وہند سمیت متعدد ممالک میں مریدین ہیں۔میلاد النبی ﷺ کے بارے میں یہ کتاب "المولد النبوی و اھمیۃ فی العصر الحدیث" زیر طبع ہے(۲۱)

(۲)۔رفاعی صوفیہ کی مولود نگاری

۲۔۱۔سید احمد بن علی رفاعی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۱۱۸ء۔۱۱۸۲ء)

عراق کے گاؤں حسن میں پیدا ہوئے اور بصرہ کے قریب گاؤں ام عبیدہ میں وفات پائی، جہاں مزار مشہور ہے۔ابو العباس، عالم، قطب، صاحب کرامات شہیر، صوفیہ کا سلسلہ رفاعیہ آپ سے جاری ہوا چند تصانیف ہیں۔ٹوکیو یونیورسٹی جاپان کے شعبہ علوم شرقیہ کے کتب خانہ میں آپ سے منسوب ایک مولود نامہ "مولد النبی ﷺ" کا مکمل وخوب صورت کتابت سے آراستہ قلمی نسخہ محفوظ ہے جس کا عکس ویب سائٹ میں ہے سال کتابت ۱۲۷۱ھ ہے(۲۲)

۲۔۲۔سید عبدالحمید کندح صیاوی رفاعی ہاشمی:(بحیات)

ملک شام کے علاقہ حسکہ کے مفتی، شافعی المذہب، صوفی مرشد، نقیب الاشراف، اسلامی علوم میں پی ایچ ڈی، عقائد و معمولات اہل سنت و دیگر موضوعات پر چند تصانیف ہیں۔ابن حجر ہیتمی کی تصنیف کا اختصار "المختصر فی مولد ابن حجر" کے نام سے کیا(۲۳)

۲۔۳۔سید جمیل بن محمد حلیم حسینی:(بحیات)

لبنان کے باشندہ، عمادالدین، شافعی عالم، ڈاکٹر، مسند، قادری رفاعی مرشد، خطیب، ماہر انساب، خادم الآثار النبویۃ الشریفیۃ، صوفیہ کرام کی ملک گیر تنظیم "جمیعۃ المشایخ الصوفیۃ فی لبنان" کے صدر، نیز سادات کرام، صوفیہ عظام کی متعدد عالمی تنظیمات کے رکن ہیں۔جمیعۃ المشاری رحمۃ اللہ علیہ الخیریۃ

الاسلامی کے بانی عبد اللہ ہرری حبشی کے اہم شاگرد ۴۵ کتب کے مصنف ہیں۔ یہ مولود نامہ "الکوکب المنیر بجواز الاحتفال بمولد الھادی البشیر" پہلی بار ۲۰۱۴ء میں بیروت سے شائع ہوا۔(۲۴)

۲۔۴۔ سید سعد الدین بن خالد جباوی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۶۶ء۔ ۱۹۵۱)

شام کے شہر حمص میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی قبرستان کتیب میں مدفون ہوئے۔ عالم، مؤرخ، ادیب و شاعر، صوفیہ کے سلسلہ سعدیہ رفاعیہ کے مرشد، عثمانی خلیفہ عبد الحمید دوم بن عبد المجید (متوفی: ۱۹۱۸ء) کے مقرب، چند تصنیفات ہیں۔ مسامرۃ الجلیس فی تاریخ الخمیس مشہور ہے۔ المواھب القدسیۃ بمولد خیر البریۃ (نظم و نثر) مصنف کی زندگی میں خانقاہ سعدیہ حمص نے طبع کرائی (۲۵)

۲۔۵۔ سید محمد صالح بن محیّ الدین صوفی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۲۷ء۔ ۱۹۲۴ء)

شام کے شہر لاذقیہ میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی۔ عالم، مدرس، ادیب و شاعر، رفاعی سلسلہ سے وابستہ، اردن، ترکی، شام اور لبنان میں قاضی تعینات رہے۔ طویل عمر پائی، چند تصانیف ہیں جس میں "قصۃ المولد (منظوم)" مطبع الارشاد لاذقیہ سے چھپی (۲۶)

۲۔۶۔ ابو ہاشم سید احمد شریف حسینی رحمۃ اللہ علیہ: (پ: ۱۹۵۳)

مصر کے علاقہ دقھلیہ میں پیدا ہوئے، شافعی عالم، رفاعی صوفی اور ۱۹۸۸ء میں اسلامی علوم میں ایم اے کیا محکمہ انکم ٹیکس میں افسر نیز وزارت اوقاف کی جانب سے ایک مسجد میں پچیس برس تک امام رہے۔ پچاس کے قریب کتب ہیں جس میں "القول الجلی فی رد علی منکر مولد النبوی" شامل ہے (۲۷)

۲۔۷۔ محمود علی رفاعی حسینی:

آپ کا مولود نامہ "السر الاسرار فی مولد المختار" دار الرفاعی نے ۱۹۹۷ کو شائع کیا (۲۸)

۲۔۸۔ عبد اللہ بن محمد شیبی عبدری حبشی ہرری رحمۃ اللہ علیہ:

صومالیہ کے مغرب میں تاریخی شہر ہرر میں پیدا ہوئے بیروت میں وفات پائی۔ کچھ عرصہ شام و فلسطین میں مقیم رہے۔ اور ۱۹۵۰ء میں بیروت میں سکونت اختیار کی۔۔ فقیہ شافعی، اصولی، شاعر، رفاعی سلسلہ کے مرشد، معمرِ، جمیعت المشاریع الخیریۃ بیروت نیز اس کے ترجمان ماہنامہ "منار الھدی" کے سرپرست۔ امریکا و یورپ میں تبلیغی خدمات انجام دیں۔ چوبیس سے زائد کتب ہیں۔ دار المشاریع بیروت

نے یہ مولود نامہ "الروائح الزکیۃ فی مولود خیر بریۃ ﷺ" ۲۰۰۹ء میں پانچویں بار شائع۔ جمعیت اشاعت اہل سنت کراچی نے اسے اردو ترجمہ کے ساتھ ۲۰۰۶ء میں شائع کیا(۲۰)

۲۔۹۔ محمد ابو الوفا بن محمد رفاعی حسینی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۷۶۵ء۔۱۸۴۷ء)

حلب میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی قبرستان صالحین میں مدفون ہیں عالم جلیل، خطیب، قاری و نعت خواں۔ ادیب و شاعر، رفاعی مرشد، نظم و نثر میں اکیس سے زائد کتب ہیں جس میں "رسالۃ فی خواص الاسماء السہرور دیہ اسنادہ بالاذن بھا" شامل ہے۔ نثر و نظم میں کل چھ مولود نامے تالیف کئے ان میں سے ایک "مولد السراج المنیر" منظوم ہے۔ جو مصر سے ۱۳۰۰ھ شائع ہوئی۔(۳۰)

(۳)۔شاذلی صوفیہ کی مولود نگاری

۳۔۱۔ سید عزالدین بن احمد بن محمد ماضی ابو العزائم رحمۃ اللہ علیہ:(۱۹۲۶ء۔۱۹۹۴ء)

آپ مصر کے شہر قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ صوفیہ کے سلسلہ شاذلیہ کی شاخ عزمیہ کے سرخیل ہیں جو آپ کے دادا سے منسوب ہے۔ آپ نے دو اشاعتی ادارے "دار المدینۃ المنورۃ" اور "دار الکتاب الصوفی" قائم کئے۔ ۱۹۸۷ء میں قاہرہ سے ماہ نامہ "الاسلام وطن" جاری کیا۔ جشن میلاد النبی ﷺ کا وسیع اہتمام کیا کرتے تھے۔ آپ نے "احیاء مولود البشیر بیدد ظلمۃ قلوب اہل التکفیر" کے نام سے ایک مولود نامہ تصنیف کیا۔ یہ پہلی مرتبہ ۱۹۹۱ء میں شائع ہوا۔ بعد ازاں ماہ نامہ "التصوف الاسلامی" قاہرہ میں قسط وار اشاعت ہوئی۔ آپ کا وصال قاہرہ میں ہوا۔ آپ کا مزار آپ کے ابائی شہر ایتائی البارود میں واقع ہے۔(۳۱)

۳۔۲۔ حمد بن محمد بن ناصری سلاوی صاوی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۷۸۷ء۔۱۸۴۹ء)

مراکش کے ساحلی شہر سلا میں پیدا ہوئے، سوڈان کے دارالحکومت خرطوم میں وفات پائی۔ مالکی عالم، محدث، مفسر، نعت گو شاعر، صوفیہ کے سلسلہ شاذلیہ سے وابسطہ، فاس اور جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی پھر آخر الذکر میں استاذ ہوئے۔ ۱۲۴۱ ہجری میں قاضی خرطوم تعینات کئے گئے جہاں تیئس برس خدمات سرانجام دیں۔ نیز درس و تدریس میں فعال رہے۔ بکثرت تصانیف ہیں، تفسیر قرآن مجید پانچ جلدوں کے علاوہ صحیح بخاری، الشمائل النبویۃ، الشفاء، المواہب اللدنیۃ کی شروح لکھیں۔ آپ کا شہرہ آفاق مولود نامہ "اشراق مصابیح التنویر فی شرح مولود البشیر النذیر" ہے(۳۲)

۳۔۳۔سید محمد بن محمد بدیری رحمۃ اللہ علیہ:(متوفی،۱۸۷۲ء)

مصر کے شہر دمیاط کے باشندے ہیں وفات بھی وہیں پائی،ابو حامد، شمس الدین،ابن میت ،برہان الدین شامی، محدث شافعی،صوفی کامل شاذلی سلسلہ سے وابستہ،پانچ سے زائد کتب کے مصنف۔ آپ نے مولود نامہ ” اظہار السرور بمولود النبی المبرور“ تصنیف کیا جسے جامعہ ازہر میں علوم حدیث کے پروفیسر مرسی محمد حسن کی تحقیق کے ساتھ دار اصول الدین قاہرہ نے ۲۰۱۹ءمیں شائع کیا۔(۳۳)

۳۔۴۔ابراہیم عبد الباعث احمد غنیم رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۸۱ء۔۱۹۷۰ء)

مصر کے علاقے دسوق کے گاؤں سیفر میں ولادت ہوئی اور اسکندریہ میں وفات پائی۔ مقام عامود میں مدفون ہوئے۔ پھر جمعرات ۲۳مارچ ۱۹۷۲کو جسد خاکی منتقل کیا گیا۔اب مسجد مرشدی کے احاطے میں مزار شریف واقع ہے۔حافظ، نعت گو شاعر، مسجد مرشدی اسکندریہ کے امام و خطیب،صوفیہ کے سلسلے شاذلیہ سے وابستہ رہے نظم ونثر میں ستر سے زائد تصانیفات ہیں۔مصر کے مشہور عالم وصوفی،مسند و مصنف سید محمد بن ابراہیم کتانی(پیدائش:۱۹۴۶ء) آپ کے فرزند ہیں جن سے علامہ محمد عبدالحکیم قادری نے اسلامی علوم میں روایت کی اجازت پائی۔ آپ نے منظوم مولود نامہ ”تحفۃ الابرار فی مولود النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم“ تحریر فرمایا۔(۳۴)

۳۔۵۔ مصطفیٰ کمال بن محمد الشریف رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۴۶ء۔۱۸۹۹ء)

دمشق میں ولادت ہوئی اور وہیں وفات پائی جہاں عارف باللہ ابو بکر بن قوام (متوفی: ۱۲۶۰ء) کے احاطہ مزار میں مدفون ہوئے۔عالم جلیل و صوفی کامل شاذلی،ادیب و شاعر ،سماجی کارکن ،عربی کے علاوہ ترکی زبان پر عبور تھا۔انیس کتب کے مصنف تھے، نظریہ وحدت الوجود پر مشتمل کتاب نیز فصوص الحکم کی شرح لکھی۔ آپ کا مشہور زمانہ مولود نامہ ”التحفۃ النیقۃ فی مولود سید الخلیقۃ“ ہے۔(۳۵)

۳۔۶۔سید احمد بن منصور قرطام مدظلہ العالی:(پ:۱۹۶۰)

لبنان کے شہر طرابلس کے نواح میں فلسطینی مہاجرین کے کیپ البداوی میں پیدائش ہوئی۔ جب کہ اصل وطن مقبوضہ فلسطین کے شہر حیفا کے نزدیک گاؤں تھا۔۱۹۴۸ء میں صہیونی ریاست اس خطہ پر مسلط ہوئی تو آپ کا خاندان ترک وطن پر مجبور ہوا۔ مالکی عالم،اشعری، مسند(گدی نشین) شاذلی

مرشد، تیونس و مراکش وغیرہ میں تعلیم حاصل کی۔ پینتالیس سے زائد تصانیف ہیں جس میں "التعریف بسندی الی عرف التعریف بالمود النبوی الشریف" بھی شامل ہے۔ آپ کے والد ۱۹۷۳ء میں جہاد فلسطین میں شہید ہوئے۔(۳۶)

۳۔۷۔ محمد بن محمد سنباوی امیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ:(۱۷۴۲ء۔۱۸۱۷ء)

مصر کے علاقے اسیوط کے گاؤں سنبو میں ولات ہوئی اور قاہرہ میں وفات پائی، جہاں قبرستان صحراء میں قبر ہے شمس الدین، فقیہ مالکی، مفسر، مدرس، جامعہ ازہر، صوفیہ کے سلسلہ شاذلیہ سے وابستہ شاعر، متعدد کتب کے مصنف ہیں جس میں "تعلیقات علی مولود المدابغی" بھی شامل ہے(۳۷)

۳۔۸۔ عبداللہ بن علی دلمیجی سویدان رحمۃ اللہ علیہ:(متوفی:۱۸۱۹ء)

مصر کے باشندے تھے ازہری الاصل، فقیہ شافعی، محدث، اصولی، واعظ، نحوی، صوفیہ کے سلسلہ شاذلیہ سے وابستہ، نابینا اور بارہ کتب کے مصنف تھے۔ ابن ہجر ہتیمی کی تصنیف پر حاشیہ "حاشیة سویدان الدلمیجی علی مولود ابن حجر" لکھا۔(۳۸)

۳۔۹۔ محمد متولی اشعراوی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۹۱۱ء۔۱۹۹۸ء)

مصر کے صوبہ دقھلیہ کے گاؤں دقادوس میں ولادت ہوئی۔ مبلغ اسلام، مدرس، صوفیہ کے سلسلہ شاذلیہ کے مرشد، شاعر، مجدد جامعہ ازہر میں تعلیم پائی پھر اسی میں استاذ مقرر ہوئے۔ بعد ازاں الجزائر میں اس کے نمائندے رہے شریعت کالج مکہ مکرمہ کے پروفیسر، وزیر اوقاف مصر، رابطہ عالمی کے بانی ورکن، مصری ٹیلی ویژن پر عمر بھر دروس دیتے رہے، صاحب تفسیر الشعراوی۔ حکومت مصر نیز ریاست دبئی نے آپ کی خدمات کے اعتراف میں اعلی ترین ایوارڈ سے نوازا۔ قصور سے پروفیسر محمد الیاس اعظمی اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے "تفسیر الشعراوی کی روشنی میں آیات سیرت کا خصوصی مطالعہ" پر کام کررہے ہیں۔(۳۹)

۳۔۱۰۔ محمد زکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ:(۱۹۱۶ء۔۱۹۹۸ء)

قاہرہ میں ولادت ہوئی۔ عالم جلیل، فقیہ و محدث، ادیب و شاعر، حافظ شاذلی مرشد کبیر، مصر کی مشہور اسلامی تنظیم "العشیرۃ المحمدیۃ" کے بانی و سرپرست نیز قاہرہ سے جماعت کا ترجمان ماہ نامہ

"المسلم" جاری کیا جو مقبول ہوا۔ جامعہ ازہر سے تعلیم پائی، "المجلس الاعلیٰ للشؤن الاسلامیة" کے رکن، ایک سو کے قریب تصانیف ہیں۔

عبد العلیم صدیقی میر ٹھی مدنی نیز عبد الحامد بدایونی سے قادری سلسلہ میں اجازت و خلافت پائی۔ اور ۱۹۶۱ء میں جمیعت علمائے پاکستان کے تین رکنی وفد عبد الحامد بدایونی، شاہ احمد نورانی صدیقی اور عمر الٰہی دہلوی نے قاہرہ کا دورہ کیا تو عشیرہ محمدیہ کی جانب سے ان کے اعزاز میں دعوت و جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ جس سے شاہ احمد نورانی نے خطاب کیا۔ علاوہ ازیں محمد عبد الحکیم شرف قادری اور سید وجاہت رسول قادری نے قاہرہ کا دورہ کیا تو آپ کے عرس کی تقریب میں شرکت کا موقع ملا۔ آپ نے "حول مولود الرسول و حکم اقامة موالد الصالحین والتحذیر مما یحدث فی الموالد من البدع" مولود نامہ تصنیف کیا۔ (۴۰)

۳۔۱۱۔ محمد منصور بن محمد مدنی: (پ: ۱۹۳۷ء)

تیونس کے شہر منستیر سے دس کلو میٹر کے فاصلہ پر واقع قصبہ مدیونی کے باشندے ہیں، مالکی حافظ، صوفیہ کے سلسلہ شاذلیہ علاویہ مدنیہ کے مرشد، امام و خطیب۔ والد کی وفات کے بعد ۱۹۵۹ء سجادہ نشین ہوئے اور ۱۹۷۸ء سے ریڈیو پر پروگرام پیش کرتے ہیں، حکومت نے خدمات کے اعتراف میں تین ایوارڈ سے نوازا۔ ۱۹۶۹ء سے خانقاہ مدنیہ مدیونی میں آپ کے زیر اہتمام عظیم الشان سالانہ محفل میلاد کا اہتمام جاری ہے جس میں آپ کا خصوصی خطاب ہوتا ہے انہی تقاریر "خطب المولود النبوی الشریف" مجموعہ مطبوع ہے۔ (۴۱)

۳۔۱۲۔ علی بن محمود خلوتی اسمنتی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۶۰ء۔ ۱۹۶۰ء)

مصر کے علاقے قنا کے گاؤں اسمنت میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی، جہاں مزار مشہور و مرجع خلائق نیز عرس کا اہتمام ہے۔ حافظ، مالکی عالم، مبلغ و مصلح، ادیب و شاعر، شاذلی خلوتی سلاسل سے وابستہ، جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم حاصل کی، قوص شہر کی مرکزی مسجد میں امام وخطیب رہے۔ "الدرر البهية فی مولود خير البرية صلی اللہ علیہ وسلم" مطبع علمیہ قاہرہ سے یہ مولود نامہ ۱۹۱۱ء میں چھپا۔ (۴۲)

۳۔۱۳۔ علی بن عبد الحق قوصی حجاجی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۷۸۸ء۔۱۸۷۷ء)

مصر کے شہر میں پیدا ہوئے اسیوط میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔فقیہ مالکی، غیر مقلد، ادیب و شاعر، ماہر فلکیات، صوفیہ کے سلسلہ شاذلیہ سنوسیہ سے وابستہ، سیاح و مبلغ، ترکی زبان پر عبور تھا جامعہ ازہر قاہرہ سے فارغ التحصیل، مصر میں صوفیہ کے امام ابو الحجاج یوسف بن عبد الرحیم اقصری (متوفی: ۶۴۲ھ) کی نسل کے اہم فرد، پانچ سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔" النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللدر دیر" کے نام سے (مولود نامہ) تحریر کیا۔(۴۳)

۳۔۱۴۔ سید صالح بن محمد جعفری رحمۃ اللہ علیہ: (۱۹۱۱ء۔۱۹۷۹ء)

شمالی سوڈان کے مقام "ونقلہ" میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ مصر ہجرت کی وہیں وفات پائی۔اور جامعہ ازہر سے نزدیک اپنی تعمیر کرائی گئی مسجد و خانقاہ میں مزار مشہور نیز عرس کا اہتمام ہے۔مالکی عالم، عالمی مبلغ اسلام، نعت گو شاعر، صاحب کرامات، احمدی محمدی شاذلی سلسلہ کے مرشد کبیر پھر جعفری شاخ آپ سے منسوب ہے۔جامعہ ازہر میں تعلیم پائی پھر اسی کی مسجد میں طویل عرصہ خطیب وامام اور مدرس رہے۔آپ سے اخذ کرنے والوں میں محدث اعظم حجاز سید محمد بن علوی مالکی، مفتی اعظم مصر ڈاکٹر علی جمعہ جیسے اکابر شامل ہیں۔عقائد و معمولات اہل سنت کی توضیح و تشریح نیز اپنے سلسلہ کی تعلیمات پر بکثرت تصانیف اور بارہ کے قریب نعتیہ دیوان ہیں۔خانقاہ میں سالانہ محفل میلاد کا وسیع اہتمام کیا کرتے۔وفات کے بعد آپ کے بیٹے عبد الغنی جعفری (متوفی: ۲۰۱۲ء) سجادہ نشین ہوئے اور خیر بھلائی کے امور کو آگے بڑھایا۔" السیرۃ النبویۃ الحمدیۃ المسماۃ بالاقمار النورانیۃ" کے مقدمے میں خود بتایا کہ یہ مولود نامہ میں نے جامعہ ازہر میں تالیف کیا اور خاتمہ پر سال تالیف رجب ۱۳۸۸ھ لکھا ہے۔ سلسلہ سے وابستگان کے ہاں محافل میلاد میں پڑھا جاتا۔(۴۴)

۳۔۱۵۔ سید عبد القادر بن محمد سلیم گیلانی اسکندرانی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۷۵ء۔۱۹۴۳ء)

مصر کے شہر اسکندریہ میں پیدا ہوئے، دمشق ہجرت کی اور وہیں وفات پائی، حنفی عالم، ادیب وصحافی اور صوفیہ کے سلسلہ شاذلیہ دسوقیہ سے وابستہ تھے۔بیس سے زائد تصنیفات ہیں۔محافل میلاد کے انکار پر رشید احمد گنگوہی کے مشہور فتویٰ کے ردو تعاقب میں علمائے عرب کے مضامین ماہنامہ الحقائق میں شائع کیے۔معراج الوصول کے محقق ڈاکٹر مسلم طیبہ دمشقی نے مولود نامہ" طلع السعود فی ظہور اشرف مولود" کا ذکر کیا ہے۔(۴۵)

۳۔۱۶۔ محمد بن قمر الدین المجذوب رحمۃ اللہ علیہ:(۱۷۹۶ء۔۱۸۳۲ء)

سوڈان کے مقام متمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں کے مقام دامر میں وفات پائی جہاں مشہور اور عرس منعقد ہوتا ہے۔ عالم مالکی، نعت گو شاعر، مرشد اور صوفیہ کا سلسلہ شاذلیہ سوڈان میں آپ کے توسط سے متعارف ہوا۔ ۱۸۱۹ء میں سید محمد عثمان میر غنی (متوفی: ۱۸۵۲ء) سوڈان گئے تو مجذوب نے بیعت کی پھر اسی برس مدینہ منورہ حاضر ہوئے جہاں نو برس قیام کیا۔ جس کے دوران عارف باللہ سید احمد بن ادریس فاسی شاذلی (متوفی: ۱۸۳۷ء) سے اخذ کیا اور ۱۸۲۸ء میں سوڈان آئے جہاں ساحلی مقام سواکن میں خانقاہ قائم کی اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ بعد ازاں دامر منتقل ہوئے، نثر و نظم میں چند تصنیفات ہیں اور محض ۳۷ برس کی عمر پائی۔ یہ مولود نامہ "العقد المنظم فی ذکر مولود الرسول المکرم (منظوم)" قافیہ رائیہ میں نظم کیا ہے اور اشعار کی تعداد ۱۴۸ ہے۔ (۴۶)

۳۔۱۷۔ فتح اللہ بن ابی بکر بنانی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۶۴ء۔۱۹۳۴ء)

مراکش کے شہر رباط میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ جہاں اپنی قائم کردہ خانقاہ میں مزار واقع ہے۔ ابو لفضل، ففقیہ مالکی، حافظ، شیخ الاسلام، صوفیہ کے سلسلہ فتحیہ شاذلیہ کے مرشد، صحیح بخاری کے محشی، بائیس سے زائد کتب ہیں۔ "فتح اللہ فی مولد خیر خلق اللہ" پہلی بار ۱۳۲۳ھ میں مطبع حمیدیہ مصر سے چھپی (۴۷)

۳۔۱۸۔ سید محمد بن خلیل قاوقجی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۰۹ء۔۱۸۸۸ء)

لبنان کے شہر طرابلس میں پیدا ہوئے اور حج کے دوران مکہ مکرمہ میں وفات پائی، قبرستان المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ ابولمحاسن، شمس الدین، فقیہ حنفی، محدث، مسند، محقق، ادیب و شاعر صاحب کرامت، صوفیہ کا سلسلہ قاوقجیہ شاذلیہ آپ سے منسوب ہے۔ جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم حاصل کی۔ سو سے زائد کتب ہیں۔ آپ کا مولود نامہ "الفتح المبین مولد الامین" ہے۔ (۴۸)

۳۔۱۹۔ سید محمد عبدالرحیم بن عبدالوارث حسنی النشابی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۴۹ء۔۱۹۲۰ء)

مصر کے شہر جرجا میں پیدا ہوئے اور وہیں کے شہر طنطا میں وفات پائی۔ جہاں کے محلہ سیجر کی مسجد کے احاطہ میں مزار ہے۔ ابوالمعارف، شیخ الغربیۃ، حافظ و شافعی عالم، شاعر، صوفی تھے۔ سلسلہ نسب

سیدی عبد اللہ ابی نشابہ مصری سے متصل ہے۔ جامعہ ازہر قاہرہ پھر طنطا شہر میں امام الصوفیہ سید ابو العباس احمد بن علی بدوی کے مزار سے ملحق مسجد و مدرسہ میں تعلیم پائی۔ پھر طنطا میں ہی مدرس اور بعد ازاں خطیب ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں شارح بخاری و کتاب الشفاء حسن عدوی حمزاوی، نیز ضیاء الدین احمد بن مصطفیٰ کمشخانوی حنفی نقشبندی مجددی خالدی کے نام ہیں۔ جب کہ شاذلیہ قاوقجیہ کے مرشد کبیر ابی المحاسن محمد بن خلیل قاوقجی حنفی طرابلسی کے شاگرد خاص اور خلیفہ تھے، بعد ازاں شاذلیہ قاوقجیہ نشابیہ شاخ آپ سے منسوب ہے۔ "امدادات ابی المعارف فی مولود و شمائل ملجاء الخاءف" کتاب تحریر کی جو آپ ہی کی زندگی میں مطبع الفتوح الادبیہ مصر سے چھپی۔(۴۹)

۳۔۲۰۔ مصطفیٰ بن محی الدین نجا رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۵۳ء۔۱۹۳۲ء)

بیروت میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ شافعی عالم، مفسر، ادیب و شاعر مفتی اعظم لبنان، صوفیہ کے سلسلہ شاذلیہ سے وابستہ، "جمیعت المقاصد الخیریہ" کے صدر، خلافت عثمانیہ نے ایوارڈ پیش کئے۔ تیرہ سے زائد کتب ہیں۔ "فرائد الموهب اللدنیة فی مولد خیر البریة" عبد الرحمٰن الحلو کی تحقیق سے ۲۰۰۱ء میں بیروت سے چھپی۔(۵۰)

۳۔۲۱۔ حسن بن محمد کوہن فاسی رحمۃ اللہ علیہ: (متوفی:۱۹۳۶ء)

مراکش کے شہر فاس میں ولادت ہوئی۔ اور حجاز مقدس میں وفات پائی، مالکی عالم، شاذلی صوفی، مؤرخ، متعدد تصنیفات میں "الطبقات الشاذلیة" آپ کی پہچان ہے۔ یہ مولود نامہ "تحفة الصفا فی مولود المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم"، مطبع فتوح ادبیہ قاہرہ نے ۱۳۴۹ھ میں پہلی بار چھاپا۔(۵۱)

۳۔۲۲۔ محمد احمد عمارہ: (پیدائش:۱۹۵۳)

مصر کے مقام تلامنوفیہ کے عالم و صوفی۔ شاذلی سلسلہ کی شاخ نشابیہ قاوقجیہ میں صاحب کتاب "الفیض المحمدی" سید محمد بن عبد الرحیم نشابی حسنی ازہری شافعی طنطاوی (متوفی: ۱۹۱۹ء) کے مرید تھے۔ اور مرشد کے احوال پر کتاب "مظاهر التکریم فی مناقب شیخی مولائی السید محمد عبد الرحیم" لکھی۔ یہ مولودنامہ "بشائر القبول فی مولود الرسول" آپ نے تصنیف فرمایا۔(۵۲)

(۴)۔ نقشبندی صوفیہ کی مولود نگاری

۴۔۱۔ عیسیٰ بن حسن بیانونی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۷۳ء۔۱۹۴۳ء)

آپ شام کے شہر حلب کے باشندے ہیں فقیہ شافعی، نعت گو شاعر، مدرسہ خسرویہ کے معلم، صوفیہ کے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے مرشد، عاشق رسول، خواب میں اور حالت بیداری میں بہ کثرت انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ شام پر مسلط فرانسیسی استعمار کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ چالیس سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ نظم و نثر میں چھوٹے بڑے بیس سے زائد مولود نامے قلم بند کئے آپ کا مشہور مولود نامہ " الابتہاج بالمود والمعراج" ہے۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا اور تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ (۵۳)

۴۔۲۔ وکیل احمد بن قلندر حسین رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۴۳ء۔۱۹۰۴ء)

ہندوستان کے شہر سکندر پور کے باشندے تھے، آپ کا شمار معروف عالم جلیل، نقشبندی صوفی، حکیم، شاعر، مسلک اہل سنت کے بے باک ترجمان تھے عربی، فارسی اور اردو میں نوے کتب تصیف کیں۔ آپ کا عربی زبان میں مشہور مولود نامہ "ارشاد العنود الی طریق ادب عمل المولود" ہے۔ (۵۴)

۴۔۳۔ محمد مظہر بن احمد سعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۳۲ء۔۱۸۸۳ء)

دہلی میں ولادت ہوئی، مدینہ منورہ ہجرت کی اور وہیں وفات پائی۔ قبرستان بقیع میں مدفون ہوئے۔ عالم جلیل، حافظ، مدرس، نقشبندی مرشد، مدینہ منورہ میں مدرسہ کے بانی، عربی و فارسی میں چند تصانیف ہیں۔ نسل مدینہ منورہ میں ہے۔ " الدر المنظم فی قیام تجاہ القبر المکرم صلی اللہ علیہ وسلم" احسن المطابع مدراس سے ۱۹۰۶ء مین اس کی شرح "السلك المعظم" کے ساتھ چھپی۔ میلاد و قیام کے علاوہ چند صفحات وسیلہ و زیارت کے موضوعات پر ہیں۔ (۵۵)

۴۔۴۔ رشید بن مصطفیٰ راشد تاذفی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۹۷ء۔۱۹۸۹ء)

شام کے سب سے بڑے شہر حلب کے قریب قصبہ تاذف میں پیدا ہوئے، حلب میں وفات پائی، وہیں عثمانی مسجد کے پہلو میں قبر ہے۔ عالم جلیل، مدرس، خطیب، نعت گو شاعر، صوفیہ کے سلسلے نقشبندیہ مجددیہ خالدیہ سے وابستہ تھے۔ نظم و نثر میں ستر سے زائد تصنیفات جو اوراد و اذکار، زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، درود شریف، نورانیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، معجزات، وسیلہ، کرامات اولیاء،

حلقات ذکر، ارکان خمسہ وغیرہ موضوعات پر ہیں۔ایک اہم تصنیف "الدر المنظم فی وجوب محبة السید الاعظم ﷺ" خاص طور پر قابل ذکر ہے۔" الدر السنیة فی فضل الاحتفال بمولود خیر البریة" مولود نامہ ۱۹۶۹ء میں حلب سے چھپا(۵۶)

۴۔۵۔ محمد نجیب بن محمد خیاطہ رحمۃ اللہ علیہ:(۱۹۰۵ء۔۱۹۶۷ء)

حلب میں پیدا ہوئے، مشہور قاری، فقیہ، نقشبندی مجددی خالدی سلسلہ سے وابستہ رہے۔اٹھارہ سے زائد کے کتب کے مصنف تھے مشہور مفسر محمد علی صابانی حلبی حنفی کے استاد تھے آپ نے مولود پر "اقرب الوصول الی ھدی الرسول" قلم بند کی۔(۵۷)

۴۔۶۔ محمد زاہد حسن کوثری رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۷۹ء۔۱۹۵۲ء)

استنبول کے مشرق میں واقع دوزجہ قصبہ کے قریب گاؤں الحاج حسن آفندی میں پیدا ہوئے قاہرہ میں وفات پائی جہاں مزار امام شافعی کے پہلو میں قبر واقع ہے۔فقیہ حنفی، محدث، محقق، نقشبندی مجدد خالدی سلسلہ سے وابستہ رہے۔ خلافت عثمانیہ میں نائب شیخ الاسلام کے منصب پر تعینات، ادیب و شاعر، ترکی کے علاوہ عربی، فارسی اور جرکسی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔عثمانی سلطنت کے خاتمے اور ترکی قوم پرست سیکولر جنرل کمال پاشا کے تسلط جمانے کے بعد وطن کو خیر آباد کہہ کر دمشق پھر قاہرہ پہنچے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ترکی اور عربی میں پچاس سے زائد تصانیف ہیں۔امام ربانی شیخ احمد سرھندی نقشبندی کے حالات پر ترکی زبان میں کتاب لکھی۔دس سے زائد عربی تصانیف پاکستان سے شائع ہوئیں۔وفات کے بعد مولود سے متعلق مقالہ جات "مقالات الامام الکوثری حول المولود النبوی شریف" کے نام سے شائع ہوئے۔آپ کا مشہور مولود نامہ "ذکریٰ المود" ہے(۵۸)

۴۔۷۔ سید طارق بن محمد سعدی:

لبنان میں واقع فلسطینی مہاجرین کے کیمپ میں عین الحوہ میں مقیم نقشبندی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ شمس الزماں، شافعی عالم، نقشبندی مرشد، لبنانی جامعات سے ایم اے نیز اقتصادیات میں پی ایچ ڈی کی۔ پھر جامعہ ازہر قاہرہ سے اسلامی قوانین پر دوسری بار پی ایچ ڈی کی اور ۲۰۰۱ء میں مرکز و خانقاہ قائم کر کے دعوت و ارشاد کے اعمال جاری کئے۔پچاس سے زائد کتب ہیں۔جب کہ آپ کا مولود نامہ "زاد الابرار فی حقوق یوم مولود الرسول محمد المختار" ہے(۵۹)

۴۔۸۔ عمر ضیاء الدین بن عبد اللہ داغستانی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۴۹ء۔۱۹۲۲ء)

داغستان کے علاقہ اواریہ کے گاؤں میرطہ میں پیدا ہوئے اور عثمانی دارالحکومت استنبول میں وفات پائی جہاں مسجد سلیمانیہ کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔ محدث، محقق، مدرس، نقشبندی مجددی خالدی سلسلہ کے مرشد تھے۔ روس کے توسیع پسندانہ عزائم کے باعث ۱۲۸۸ھ کے بعد استنبول ہجرت کی جہاں اکابر علماء سے تعلیم پائی نیز مصر کا سفر کر کے وہاں کے علماء سے اخذ کیا۔ پھر عثمانی حکومت کی طرف سے مفتی تعینات ہوئے اور ۱۳۳۸ھ میں مرشد اسماعیل نجاتی نے وفات پائی تو استنبول میں ان کے خلیفہ و سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کی کتب کی تعداد بیس کے قریب ہے۔ مشہور پاکستانی عالم محمد شریف کوٹلوی نے ۱۵ محرم ۱۳۲۸ھ کو مدینہ منورہ میں ملاقات کے موقع پر آپ سے روایت حدیث کی اجازت پائی۔ مولود نامہ "زبدۃ الموالد" ۱۹۱۲ء میں شائع ہوا۔(۶۰)

۴۔۹۔ محمد شاکر بن محمد مصری رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۷۵ء۔۱۹۵۱ء)

شام کے شہر حمص میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی اور قبرستان باب تدمر میں مدفون ہوئے۔ امام و خطیب، مدرس، مفسر نعت گو شاعر، صوفیہ کے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ خالدیہ کے مرشد۔ مشہور صوفی شاعر ابو القاسم شرف الدین کے کلام کے شارح، گیارہ سے زائد تصانیف ہیں۔ محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے "سعادۃ الدارین و منحۃ سید الکونین" (منظوم) تالیف کی۔(۶۱)

۴۔۱۰۔ محمود بن صبغت اللہ مدراسی رحمۃ اللہ علیہ:(پ:۱۹۱۲ء)

مدراس کے شافعی عالم، شاہ عبد الغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی مہاجر مدنی کے شاگرد، شاہ محمد مظہر مجددی دہلوی مہاجر مدنی کے مرید، ایک برس کے قیام کے ارادہ سے ۱۳۳۰ھ میں مدینہ منورہ پہنچے تو وہیں پر احمد رضا خان بریلوی کی "الدولۃ المکیۃ" پر تقریظ لکھی۔ اپنے مرشد شاہ محمد مظہر مجددی کی تصنیف پر شرح، مسجد نبوی مدینہ منورہ کے اندر کتب خانہ میں "السلك المعظم علی الدر المنظم" کا قلمی نسخہ ہے اور مطبع المطابع مدراس سے ۱۹۰۶ء میں چھپی (۶۲)

۴۔۱۱۔ ابو بکر بن محمد الملا رحمۃ اللہ علیہ:

سعودی عرب کے مشرقی صوبہ کے مرکزی و تاریخی شہر الاحساء جسے ہفوت بھی کہتے ہیں وہاں پیدا ہوئے مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور قبرستان المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ فقیہ حنفی، واعظ، شاعر، صوفیہ کے

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ خالدیہ کے مرشد، کثیر التصانیف جس میں سے چند شائع ہوئیں "قصة المولود النبی" کا قلمی نسخہ ہفوف میں آپ کی نسل کے حنفی عالم یحییٰ بن محمد الملا کے ہاں محفوظ ہے۔(۶۳)

۴۔۱۲۔ محمد سعید بن محمد انیس حسین آغا رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۷۸ء۔۱۹۵۸ء)

شام کے شہر حمص میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی اور قبرستان باب ترکمان میں والد کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ شافعی عالم، شاعر، نقشبندی مجددی خالدی سلسلہ کے مجاز۔ حمص کی مرکزی مسجد مصطفیٰ پاشا میں مدرس، علماء حمص کی جماعت "رابطہ علمیہ" کے اہم رکن۔۱۹۰۱ء میں "قصة مولد النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم (منظوم)" کیا۔(۶۴)

(۵)۔ تجانی صوفیہ کی مولود نگاری

۵۔۱۔ سید ادریس بن محمد بن عابد عراقی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۹۱۸ء۔۱۹۹۰ء)

مراکش کے شہر فاس میں پیدا ہوئے۔ابو العلاء، مالکی، عالم، حافظ، صوفی، معمر، قرویین یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ پھر اسی یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ صوفیہ کے سلسلے تجانی میں والد گرامی وغیرہ سے اجازت و خلافت پائی۔ پھر سلسلہ کے سرتاج ابو العباس احمد محمد تجانی(وفات:۱۸۱۵ء) کے فاس میں مزار پر سجادہ نشین نیز ملحق مسجد کے امام و مدرس رہے۔ متعدد ممالک دورے کئے۔ تصوف وفلکیات اور شرعی علوم پر بیس کتب تصنیف کیں۔ آپ نے ایک ضخیم مولود نامہ "الاسعاد الفائق بمولود خیر الخلائق" تصنیف کیا جس کا مخطوطہ محفوظ ہے۔(۶۵)

۵۔۲۔ سید محمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۵۷ء۔۱۹۲۷ء)

مراکش کے شہر فاس میں جنم لیا اور وہیں وفات پائی اور شہر کے مضافات میں سپرد خاک کئے گئے۔ پھر اندرون شہر میں زمین خرید کر ایک برس بعد جسد خاکی مبارک منتقل کر کے اس پر عظیم الشان مزار تعمیر کیا گیا۔ مالکی عالم، محدث کبیر، عارف باللہ، مؤرخ۔ صوفیہ کے سلسلہ تجانیہ سے وابسطہ، دمشق و مدینہ منورہ میں مقیم رہے، تراسی سے زائد تصانیف ہیں۔ احمد رضا خان بریلوی کی "الدولة المکیة" پر تقریظ لکھی جو تاحال شائع نہیں ہو سکی۔ شاہ محمد معصوم بن عبد الرشید مجددی دہلوی مہاجر مکی(متوفیٰ ۱۹۲۳ء) سے نقشبندی سلسلہ سے اجازت پائی۔ آپ کا مشہور مولود نامہ "قصة المولود النبوی" ہے۔ مراکش میں جسے حفظ کرنے اور محافل میلاد میں پڑھنے کا وسیع اہتمام کیا جاتا ہے۔(۶۶)

۵۔۳۔سید احمد بن علی البیرواوی حسنی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۹۲۵ء۔۲۰۰۳ء)

نائجیریا کے صوبے برنو کے دارالحکومت میدی غری سے قریبا اٹھتر کلو میٹر پر گاؤں سندیا میں پیدا ہوئے، کنو نامی شہر سے مید غری سفر کے دوران سڑک کے حادثے میں وفات پائی۔ ابو الفتح، عالم، مرشد، نعت گو شاعر، عالمی مبلغ۔ نیز تجانی سلسلے میں سینیگال کے مشہور پیر طریقت ابراہیم بن عبد اللہ انیاس کے خلیفہ تھے۔ حج و زیارت کے لیے بہ کثرت سفر کئے اور مکہ مکرمہ کے علوی بن عباس مالکی (متوفی ۱۹۷۱ء) سے روایت حدیث کی اجازت پائی۔ بعد ازاں ان کے فرزند سید محمد مالکی سے روابط رہے۔ آپ نے مولود شریف پر "افادۃ الانام فی تاریخ مولود خیر الانام" تحریر فرمائی۔(۶۷)

۵۔۴۔سید احمد بن محمد بن خضری جوملی عمرانی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۸۰ء۔۱۹۵۱ء)

فاس کے باشندے ہیں اور وہیں وفات پائی۔ ابو العباس، فقیہ مالکی، محدث، مدرس، صوفیہ کے چار سلاسل قادریہ، تجانیۃ، کتانیہ، وزانیہ میں مجاز، قرویین یونیورسٹی فاس کے پروفیسر تھے۔ "بلوغ السعد والتھانی فی مولود صاحب سبع مثانی" ۱۳۳۶ ہجری میں تالیف کی، طبع جدید ۱۳۵۰ ہجری میں ہوئی۔(۶۸)

۵۔۵۔سعید بن واحد بنیس:

مراکش کے معاصر عالم، تجانی صوفی، محقق۔ میلاد النبی ﷺ سے متعلق افریقی ممالک میں صوفیہ اسلام کے مقبول سلسلہ تجانیہ کے سرتاج مراکش کے سید ابو العباس احمد بن محمد تجانی مالکی فاسی (متوفی: ۱۸۱۵ء) کے اقوال جمع کر کے "تنسیم النفس الرحمانی فی مولود عین الکمال" کا نام دیا(۶۹)

۵۔۶۔مالک بن عثمان بن معاذ سی تکروری رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۵۵ء۔۱۹۲۲ء)

سینیگال کے علاقہ داغنا کے گاؤں غایہ میں پیدا ہوئے اور وہیں کے شہر تواون میں وفات پائی جہاں خانقاہ مشہور ہے۔ عالم، حافظ، نعت گو شاعر، تجانی سلسلہ کے مرشد کبیر، نثر و نظم میں دس سے زائد کتب ہیں جس میں آپ کا مولود نامہ "ری الظمآن لمولود سید بنی عدنان ﷺ" بھی ہے(۷۰)

۵۔۷۔محمد بن محمد بنانی رحمۃ اللہ علیہ:(متوفی: ۱۹۲۶ء)

فاس میں وفات پائی جہاں باب عجیبیہ کے اندرون قبر واقع ہے فقیہ مالکی، قاضی، صوفیہ کے سلسلہ تجانیہ سے وابستہ تھے آپ کی چند تصانیف ہیں جس میں "السر الربانی مولد النبی العدنانی" بھی ہے(۷۱)

۵۔۸۔ حسن بن عمر مزور رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۶۹ء۔۱۹۵۷ء)

فاس میں پیدا ہوئے۔اور وہیں وفات پائی۔ابو علی،فقیہ مالکی،مدرس، معمر،مسند،حکیم تجانی سلسلہ سے وابستہ،قرویین یونیورسٹی فاس کے رئیس،تین سے زائد کتب ہیں" شفاء القسیم بمولود النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم"،مطبع جدیدہ فاس سے ۱۳۵۰ھ میں چھپی (۷۲)

۵۔۹۔ ابراہیم بن عبد اللہ انیاس رحمۃ اللہ علیہ:(۱۹۰۰ء۔۱۹۷۵ء)

ملک سینیگال کے شہر کولخ کے قریب گاؤں میں پیدا ہوئے اور لندن میں وفات پائی اور وصیت کے مطابق کولخ کے نواح میں اپنی قائم کردہ خانقاہ میں مدفون ہوئے ابو اسحاق ،مالکی عالم ، حافظ ، مدرس، تجانی سلسلہ کے مرشد کبیر،قطب ، شیخ الاسلام، ادیب و شاعر۔مریدین کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ ۱۹۶۱ء میں مصر کے دارالحکومت قاہرہ کا دورہ کیا توصوفیہ کی ملک گیر تنظیم "المجلس الصوفی الاعلی" کے مرکز مشیخۃ الطرق الصوفیہ نے آپ کے اعزاز میں تقریب منعقد کی۔جس میں مجلس کے سرپرست شیخ مشایخ الطرق الصوفیہ سید محمد محمود علوان (متوفی:۱۹۷۰ء) نے خطاب کیا اور افریقی ممالک کی آزادی میں تصوف وصوفیہ کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے خراج تحسین پیش کیا۔نظم ونثر میں ۷۵ کے قریب تصانیف ہیں جس میں الفیض الاحمدی فی المولد المحمدی بھی شامل ہے(۷۳)

۵۔۱۰۔ سید محمد بن محمد حجوجی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۸۰ء۔۱۹۵۱ء)

فاس میں پیدائش ہوئی،دمنات میں وصال ہوا۔آپ کی قبر مبارک بھی وہیں ہے، محدث،فقیہ مالکی، مدرس، محقق،مؤرخ،تجانیہ سلسلے کے مرشد کبیر، قرویین یونیورسٹی فاس میں تعلیم پائی، آپ نوے کتب کے مصنف ہیں۔ مولود پر آپ کی کتاب "بلوغ القصد والمرام بقرآۃ مولود خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔اپنی دوسری کتاب "شفاء الاسقام بمولود خیرالانام" کو مختصر کرکے یہ نام دیا جو فاس میں دوسری بار ۱۳۴۶ ہجری میں شائع ہوئیں(۷۴)

(۶)۔ کتانی صوفیہ کی مولود نگاری

۶۔۱۔ سید محمد عبد الحئی بن عبد الکبیر کتانی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۸۶ء۔۱۹۶۲ء)

مراکش کے شہر فاس میں پیدا ہوئے، فرانس کے دارالحکومت پیرس میں وفات پائی، مضافات کے قدیم قبرستان میں تدفین ہوئی۔ابوالاقبال،ابوالاسعاد،مالکی، محدث، مسند العصر، محقق، مؤرخ،

مبلغ، سیاح، ماہر مخطوطات، صوفیہ کے سلسلے کتانیہ کے مرشد تھے۔ حج وزیارت کے موقع پر مکہ مکرمہ میں احمد رضا خان بریلوی سے اجازت و خلافت پائی۔ آپ کی کتاب ”التراتیب الادا ریۃ“ کا اردو ترجمہ حافظ محمد ابراہیم فیضی صاحب کے قلم سے پہلی جلد کا ترجمہ ”نظام حکومت نبویہ“ کے نام سے ہوا۔ اس کی دوسری جلد کا ترجمہ زوار اکیڈمی پبلی کیشن کراچی نے بنام ”عہد رسالت اور عہد صحابہ میں علمی سرگرمیاں“ سامنے آئی۔ یہ مولود نامہ ”انارۃ الاغوار و الانجاد بدلیل معتقد و لاۃ النبی“ مراکش شہر سے موصولہ ایک سوال کے جواب میں ۱۹۱۰ء میں تالیف کیا۔ پھر سات اکابر علماء نے تقاریظ لکھیں اور ۱۹۲۱ء میں مطبع النھضۃ تیونس نے طبع کیا۔(۷۵)

۶۔۲۔ سید محمد باقر بن محمد بن عبد الکبیر کتانی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۹۱۰ء۔۱۹۶۴ء)

مراکش کے شہر فاس میں پیدا ہوئے اور وہاں کے شہر سلا میں وفات پائی جہاں خانقاۃ کتانیہ میں آپ کا مزار شریف واقع ہے۔ مالکی عالم، محقق، مؤرخ، مسند، صوفیہ کے سلسلہ کتانیہ کے مرشد، مجاہد اور دو سو سے زائد کتب تصنیف کیں۔ محمد عبد الباقی بن علی محمد لکھنوی فرنگی محلی مہاجر مدنی (متوفی: ۱۹۴۵ء) سے اجازت اخذ کی۔ آپ نے ممتاز میلاد نامہ ”البساتین الزاھیۃ فی مولود نبی الانسانیۃ مولود الکبیر“ تصینیف فرمایا۔(۷۶)

۶۔۳۔ سید جعفر بن ادریس کتانی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۳۰ء۔۱۹۰۵ء)

مراکش کے شہر فاس میں ولادت ہوئی۔ اور وہیں وفات پائی۔ جہاں باب الفتوح کی بیرونی جانب مزار واقع ہے۔ ابو المواہب، ابو الفضل، فقیہ مالکی، محدث، مفسر، مسند، ماہر انساب، صوفیہ کے سلسلہ کتانیہ وغیرہ کے مرشد، شاہی مشیر اور ایک سو سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ مولود نامہ ”حقیقۃ الحقائق فی مولود الشفیع المشفع و خیر الخلائق“ کا قلمی نسخہ بخط مصنف آپ کے پوتا محمد ابراہیم بن احمد بن جعفر کتانی (متوفی: ۱۹۹۰) کے ذخیرہ میں محفوظ ہے۔(۷۷)

۶۔۴۔ سید محمد بن عبد الکبیر کتانی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۷۳ء۔۱۹۰۹ء)

مراکش کے شہر فاس میں پیدا ہوئے، سیاسی مؤقف کی بناء پر قید، بیڑیاں، کوڑے جیسی صعوبتیں برداشت کیں۔ حتی کہ قید تنہائی کے دوران فاس جدیدہ میں شہید کر کے وہیں دفن اور قبر ہموار کر دی گئی۔ ابو عبد اللہ، ابو الفیض، فقیہ مالکی، حافظ، محدث مفسر، مسند، فلسفی اسلام، اصولی، شاعر، صوفیہ کے

کے سلسلہ کتانیہ کے مرشد کبیر، صاحب کرامات، تین لاکھ سے زائد مریدین اور تین سو سے زائد کتب ہیں۔ سفر حج و زیارت کے موقع پر خطہ ہند کے بعض علماء و مشائخ سے اخذ کیا۔ اور محمد حسین چشتی الہٰ آبادی اجمیری سے تدبیج کیا یعنی ایک دوسرے کو جمیع اسلامی علوم کی اجازت و خلافت پیش کی۔ خانقاہ کتانیہ کی محفل میلاد میں "السانحات الاحمدیة والنفثات الروعیة فی مولود خیر البریة، بلسان اهل الباطن" پڑھا جاتا ہے۔(۷۸)

۶۔۵۔سید احمد بن جعفر کتانی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۷۶ء۔۱۹۲۲ء)

فاس میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی جہاں باب فتوح کی بیرونی جانب مزار واقع ہے مالکی عالم، محدث، صوفی کامل، نعت گو شاعر، قرویین یونیورسٹی فاس میں استاذ، ایک سو سے زائد رسائل و کتب کے مصنف، شارح صحیح بخاری، عقائد و معمولات اہل سنت کے ترجمان و شارح، علم غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر مستقل کتاب لکھی۔ مشہور مفکر و داعی اجتہاد محمد ابراہیم کتانی (متوفی: ۱۹۹۰ء) کے والد۔ رباط میں واقع مصنف کے فرزند کے ذخیرہ میں "السر الابهر فی ولادة النبی الاطهر" قلمی نسخہ موجود ہے۔(۷۹)

(۷)۔خلوتی صوفیہ کی مولود نگاری

۷۔۱۔احمد بن نجاری حفناوی مصیلحی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۰۸ء۔۱۸۹۸ء)

مصر کے شہر دمیاط میں پیدا ہوئے اور وہیں برلس کے مقام پر وفات پائی۔ ابوالفضل، شافعی عالم، شاعر، صوفیہ کے سلسلے حفناویہ خلوتیہ سے وابستہ رہے۔ جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی۔ درود شریف وغیرہ کے موضوعات پر آٹھ سے زیادہ کتب تصنیف کیں۔ مولود پر آپ کی معروف کتاب "انظر العقود علی بهجة الودود فی فضل اشرف مولود قصة مولود المصطفیٰ" ہے۔(۸۰)

۷۔۲۔محمد بن عبداللہ ناصری ادراوی مغربی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۷۶۴ء۔۱۸۲۵ء)

مراکش کے شہر ادرا میں پیدائش ہوئی اور شام کے شہر لاذقیہ میں وفات پائی۔ جہاں مزار و مسجد مشہور ہے۔ مالکی ثم حنفی عالم، صوفی، صاحب کرامت، قطب شام، مدینہ منورہ، بیت المقدس، دمشق وغیرہا میں مقیم رہے بالآخر لاذقیہ میں سکونت اختیار کی۔ لاذقیہ کے عالم و شاعر عبدالفتاح بن مصطفیٰ محمودی خلوتی (متوفی: ۱۹۰۳ء) نے آپ کے حالات و کرامات پر مشتمل کتاب "نخبة الاخیار فی مناقب

القطب الشهير محمد الغربي الناصري" لکھی جو "التجليات الحقيقة في مولود خير البريه" کے ساتھ مطبع تشرین شام سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔(۸۱)

۷۔۳۔احمد بن محمد صاوی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۷۶۱ء۔۱۸۲۵ء)

مصر کے ساحلی مقام صاء الحجر میں ولادت ہوئی۔ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو وفات ہوئی۔ قبرستان بقیع الغرقد میں مدفون ہوئے۔ حافظ، فقیہ مالکی، مفسر، صوفیہ کے سلسلہ خلوتیہ کے عظیم مرشد، صاحب کرامت، جامعہ ازہر میں تعلیم پائی، تفسیر جلالین کے محشی، سترہ کتب کے مصنف۔ حسن بن علی مدابغی کے مولود نامہ "حاشية على مولود النبي صلی اللہ علیہ وسلم" لکھا جو آپ کے شاگرد محمد ششی نے جمع و قلم بند کیا۔(۸۲)

۷۔۴۔عبد الرحیم بن عبد الرحمٰن سیوطی جرجاوی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۶۴ء۔۱۹۲۴ء)

مصر کے مقام جرجا کے باشندے قاہرہ میں زندگی بسر کی۔ فقیہ مالکی، ادیب و نعت گو شاعر، نحوی، صوفیہ کے سلسلہ خلوتیہ سے وابستہ رہے بیس سے زائد تصانیف ہیں۔ جعفر بن حسن برزنجی کے مولود نامہ کی شرح "تلحين الصنج على مولود البرزنجی" لکھی(۸۳)

۷۔۵۔عبد اللطیف بن محمود نشابہ رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۵۱ء۔۱۹۳۷ء)

لبنان کے شہر طرابلس میں پیدائش ہوئی اور وہیں تدفین ہوئی۔ عالم، مدرس، خطیب، ادیب و شاعر، جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم حاصل کی۔ صوفیہ کے سلسلہ خلوتیہ کے مرشد، شہر کی مرکزی مسجد منصوری میں درس دیا کرتے تھے۔ محکمہ تعلیم کے مقامی منتظم تھے طرابلس کی ایک سڑک آپ کے نام سے منسوب ہے مولود پر آپ کی کتاب "الثغر الباسم عن مولود ابي القاسم صلی اللہ علیہ وسلم" ہے جس کا موضوع مزید تحقیق طلب ہے۔(۸۴)

۷۔۶۔سید محمود بن عبد المحسن موقع رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۴۱ء۔۱۹۰۴ء)

دمشق میں ولادت ہوئی اور وہیں وفات پائی اور قبرستان وحدح میں مدفون ہوئے۔ شافعی عالم، ادیب و شاعر، سیاح، صوفیہ کے سلسلہ قادریہ و خلوتیہ میں مجاز، عثمانی خلیفہ نے ایوارڈ سے نوازا سات سے زائد کتب کے حامل ہیں، جب کہ آپ نے یہ مولود نامہ رقم کیا "حصول الفرج وحول الفرح في مولود من انزل عليه الم نشرح"(۸۵)

۷۔۷۔ محمود بن فضل اللہ ہدائی اسکداری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:۱۶۲۸ء)

ترکی کے مقام سوری حصار میں پیدا ہوئے اور اسکدار میں وفات پائی جہاں اپنے مختص کردہ مقام پر مزار ہے۔ حنفی عالم، ادیب و شاعر، شاہی واعظ، صوفیہ کے سلسلہ خلوتیہ کے مرشد، قطب الاقطاب، عثمانی خلیفہ احمد بن محمد بن مراد (متوفی:۱۶۱۷ء) عقیدت مند تھے، ترکی و عربی زبانوں میں پچیس کے قریب تصانیف ہیں۔ آپ کے مولود نامہ کا نام "خلاصۃ الاخبار فی احوال النبی المختار" ہے۔(۸۶)

۷۔۸۔ رضوان بن عدل بیبری جزری رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۴۸ء۔۱۹۲۶ء)

مصر کے صوبہ دقھلیہ کے گاؤں جزیرہ قباب میں پیدا ہوئے۔ ابو نعیم، شافعی عالم، صوفیہ کے سلسلہ خلوتیہ شبراویہ کے مرشد نیز شاذلیہ میں مجاز، جامعہ ازہر میں تعلیم پائی، حج و زیارت کے لئے بکثرت سفر کئے۔ درود و سلام وغیرہ کے موضوعات پر چھ سے زائد تصانیف ہیں۔ "خلاصۃ الکلام فی مولود المصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام" مطبع بولاق قاہرہ سے ۱۸۹۵ء میں چھپی۔(۸۷)

۷۔۹۔ سید زین العابدین بن حسین حسینی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۸۸۸ء۔۱۹۷۷ء)

تیونس کے شہر میں پیدا ہوئے اور دمشق میں وفات پائی جہاں قبرستان باب صغیر میں قبر بنی۔ مالکی عالم، لغوی، مدرس، صوفیہ کے سلسلہ خلوتیہ کے مرشد، ادیب و شاعر، زیتونہ یونیورسٹی تیونس میں تعلیم حاصل کی۔ فرانس سے آزادی تیونس کے رہنما، تیرہ سے زائد تصانیف ہیں۔ محافل میلاد میں پڑھنے کے لئے "ذکریٰ المولود النبوی صلی اللہ علیہ وسلم" خاص طور پر لکھی گئی(۸۸)

۷۔۱۰۔ محمد بن حسن منیر سمنودی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۶۸۸ء۔۱۷۸۵ء)

مصر کے مقام سمنود میں پیدا ہوئے، قاہرہ میں وفات پائی قبرستان مجاورین میں مدفون ہوئے۔ جمال الدین، فقیہ شافعی، محدث، شاعر، قاری، فلکی، معمر، خلوتی مرشد، صاحب کرامات۔ صائم الدھر، سات سے زائد کتب کے مصنف تھے۔ صاحب منتہی العبارات، حسن بن علی شمہ فوی (متوفی:۱۷۶۲ء) نے یہ مولود نامہ "الدر الثمین فی مولود سید الانبیاء والمرسلین" مصنف سے پڑھا۔(۸۹)

۷۔۱۱۔ محمد بن احمد طاہر صغیر حامدی رحمۃ اللہ علیہ: (۱۹۰۱ء۔۱۹۷۷)

مصر کے صوبہ قنا کے شہر قصر کے قریب گاؤں ارمنت حیط میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی، مزار واقع ہے۔ عباسی النسب، عالم و حافظ، مدرس، شاعر، خلوتی سلسلہ میں عارف باللہ عبد الجواد

محمد دوی (متوفی:۱۹۳۴ء) کے خلیفہ، جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی۔ پھر اسیوط، قنا، اسناد، الاقصر وغیرہ میں استاذ رہے تصوف وغیرہ موضوعات پر دس سے زائد کتب ہیں جس میں سے چند شائع ہوئیں۔ یہ مولود نامہ "قصة المولد النبويه الشريف" ۱۹۳۹ء میں تالیف کیا اور اسیوط کی سرکاری سطح پر محفل میں خود پڑھا۔(۹۰)

۷۔۱۲۔ محمد طیب پاشا ابن مبروک یحیاوی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۷۳ء۔۱۹۲۵ء)

الجزائر کے شہر تبسہ کے قریب گاؤں مرسط میں پیدائش ہوئی اور وہیں وفات پائی۔ حافظ، عالم، مدرس، امام و خطیب، قاضی، شاعر، صوفیہ کے سلسلہ رحمانیہ خلوتیہ سے وابستہ رہے۔ زیتونہ یونیورسٹی تیونس میں تعلیم پائی۔ نظم و نثر میں تین کتب ہیں۔ آپ کا مولود نامہ "رسالة الاستعاذة لمولود الرسول ﷺ" مشہور ہے۔(۹۱)

۷۔۱۳۔ سید حسین بن محمد الجسر رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۴۵ء۔۱۹۰۹ء)

لبنان کے شہر طرابلس میں پیدا ہوئے وہیں وفات پائی۔ فقیہ، ادیب و شاعر، صحافی فلسفی اسلام، سلسلہ خلوتیہ کے مرشد، مدرس، علم توحید کے خصوصی ماہر، جامعہ ازہر قاہرہ میں تعلیم پائی۔ طرابلس سے "طرابلس" نامی اخبار جاری کیا نیز سنتالیس تصنیف کیں۔ آپ کا یہ مولود نامہ "البدر التمام في مولود خير الانام" مشہور و معروف ہے۔(۹۲)

۷۔۱۴۔ سید محمد نسیب بن حسین ابن حمزہ رحمۃ اللہ علیہ:(۱۷۸۶ء۔۱۸۵۹ء)

دمشق میں پیدائش ہوئی وہیں وفات پائی قبرستان وحداح میں مدفون ہوئے۔ فقیہ حنفی، ادیب و شاعر، خلوتی سلسلے سے وابستہ رہے۔ چند تصانیفات ہیں۔ آپ نے منظوم مولود نامہ "قصة المولود النبوي الشريف" تصنیف کیا۔ دوسری ابن حجر ہیتمی کی "مختصر النعمة الكبرىٰ" کو منظوم کیا جو ۱۸۸۳ء میں دمشق میں سرکاری مطبع سے شائع ہوئی۔(۹۳)

۷۔۱۵۔ محمد بن محمد سنباوی امیر صغیر رحمۃ اللہ علیہ:(متوفی:۱۸۳۲ء)

قاہرہ کے مشہور مالکی عالم، محدث، مسند (گدی نشین)، صوفی، چند تصانیفات کے حامل ہیں، والد اور بیٹے کا نام "" محمد" دونوں ہی جلیل القدر علماء، صاحب تصانیف اور میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر

دونوں نے قلم اٹھایا۔ مؤرخین کے ہاں والد ''امیر کبیر'' اور بیٹے ''امیر صغیر'' کے لقب سے معروف ہیں۔ مولود پر ''تحفة السنية في الكلام على مولود خير البرية'' کے علاوہ قاہرہ کے مالکی عالم و خلوتی مرشد کبیر کی تصنیف ''الامیر صغیر علی مولود النبی لاحمد الدردیر'' پر حاشیہ رقم فرمایا۔(۹۴)

۷۔۱۶۔احمد بن محمد دردیر رحمۃ اللہ علیہ:(۱۷۱۵ء۔۱۷۸۶ء)

مصر کے مقام بنی عدی میں ولادت ہوئی اور قاہرہ میں وفات پائی جہاں کے محلے کحکین میں مزار واقع ہے ابوالبرکات، شہاب الدین، فقیہ مالکی، استاذ العلماء، قطب، شیخ الاسلام، صوفیہ کے سلسلے خلوتیہ کے مرشد، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی۔ متعدد تصانیفات ہیں۔ مولود ابن حجر ہیتمی پر ''تعلیقات الدردیر علی مولود ابن حجر'' لکھی(۹۵)

(۸)۔سمانی صوفیہ کی مولود نگاری

۸۔۱۔حسن بن فاتح بن قریب اللہ عباسی رحمۃ اللہ علیہ:(وفات ۲۰۰۵)

آپ سوڈان کے شہر ام درمان میں پیدا ہوئے۔ حافظ، عالم، صوفیہ کے سلسلہ سمانیہ قریبیہ کے مرشد تھے، ایڈنبرا یونیورسٹی برطانیہ سے ۱۹۷۰ء میں پی ایچ ڈی کی پھر ام درمان اسلامی یونیورسٹی میں پروفیسر کے فرائض انجام دیتے ہوئے ۱۹۸۵ء میں سربراہ ہوئے۔ متعدد علمی اداروں کے رکن نیز آپ کی نگرانی میں دو سو سے زائد مقالاجات برائے ایم فل اور پی ایچ ڈی لکھے گئے۔ سوڈان و مصر کی حکومتوں نے اعلیٰ ایوارڈ پیش کئے۔ محدث اعظم حجاز سید محمد بن علوی مالکی کی مشہور کتاب ''مفاهيم يجب ان تصحح'' پر تقریظ لکھی جس کا اردو دہلی و لاہور سے شائع ہوا۔ آپ کا مولودنامہ ''اسانيد المولود و الحوليات'' کے نام سے مشہور ہے(۹۶)

۸۔۲۔یوسف بن محمد امین ہندی رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۶۹ء۔۱۹۴۲ء)

سوڈان کے مقام حلہ شریف یعقوب میں ولادت ہوئی اور خرطوم میں وفات پائی۔ عالم، نعت گو شاعر، مؤرخ، صوفیہ کے سلسلہ سمانیہ کی ہندیہ شاخ آپ کے والد سے منسوب ہے تحریک آزادی سوڈان کے رہنما، سماجی کارکن، ملک بھر میں دینی مدارس قائم کئے، بکثرت کنوئیں کھدوائے، اخبار ''حضارة السودان'' بانی رکن، برطانوی استعمار کے خلاف مزاحمت پر قید ہوئے۔ نظم و نثر میں بیس کتب میں تین

دیوان اور ”الصوفیۃ نشاءتہا وتطورھا فی سودان“ ہے جب کہ مولود پر ”حسن الختام فی مولود سید الانام“ دوسری تصنیف ”المولود الکبیر“ ہے۔(۹۷)

۸۔۳۔عبد المحمود بن نور الدائم بن احمد طیب بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ:(۱۸۴۵ء۔۱۹۱۵ء)

سوڈان کے جزیرہ ام ظریفی کے درملی میں پیدا ہوئے اور وہاں کے مقام طابت میں مزار مشہور ہے، مالکی عالم حافظ، ادیب و شاعر، صوفیہ کے سلسلہ سمانیہ قادریہ کے مرشد کبیر تھے۔۱۳۲۴ھ میں حج و زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ نیز برطانوی استعمار کے خلاف اٹھنے والی مہدی سوڈانی تحریک کے سرخیل سید احمد بن عبد اللہ (متوفی: ۱۸۸۵ء) کے احباب میں سے تھے۔ مختلف موضوعات پر ۸۵ سے زائد تصنیفات میں سے سترہ مطبوعہ ہیں۔ سوڈان میں آپ کا مشہور و متداول مولود نامہ ”ریاض الخیرات فی مولود سید السادات صلی اللہ علیہ وسلم“ جو ۱۹۵۷ء میں خرطوم سے شائع ہوا۔(۹۸)

ماحصل:

(۱)۔ تمام مولود نگاران صاحب تصنیف ہیں۔

(۲)۔ اکثر نے عصری جامعات سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے۔

(۳)۔ کسب معاش کا ذریعہ اعلیٰ عہدہ کی ملازمت ہے۔

(۴)۔ بعض مولود نامہ ایسے ہیں جن کی کئی شروح لکھی گئی ہیں۔

(۵)۔ بعض مولود ناموں کے ترجمے پاکستان اور ہندوستان میں ہوئے۔

(۶)۔ تمام سلاسل سے منسلک صوفیہ نے مولود نامہ رقم کیا ہے۔

(۶)۔ صوفیہ کے القابات میں اختصار پایا جاتا ہے۔

(۷)۔ عرب و عجم کے صوفیہ نے عربی میں مولود نامہ تحریر کیا ہے۔

(۸)۔ بعض صوفیہ نے مولود ناموں کو جمع و ترتیب دیا ہے۔

(۹)۔ بعض صوفیہ ایسے ہیں جو پاکستان بھی تشریف لائے۔

(۱۰)۔ عربی ادب میں مولود نگاری پر وسیع ذخیرہ موجود ہے۔

(۱۱)۔ مولود کا اہتمام عرب و عجم میں کیا جاتا ہے۔

(۱۲)۔ مولود کے انعقاد میں صوفیہ کا کلیدی کردار ہے۔

(۱۳)۔ اکثر مولود نامے بہاء الدین زکریا لائبریری چکوال میں موجود ہیں۔

حوالہ جات وتعلیقات

(۱)۔صفی الرحمٰن، مولانا، مبارک پوری، الرحیق مختوم، ص۸۳۔

(۲)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۴۸۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۳)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۴۷، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۴)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۶۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۵)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۷۰، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۶)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۷۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۷)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۰۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۲۱، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۹)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۳۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۱۰)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۴۱، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۱۱)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۴۳۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۱۲)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۵۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۱۳)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۷۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۱۴)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۸۲، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۱۵)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۱۱، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۱۶)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۸۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۱۷)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۳۰۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۱۸)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۳۲۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۱۹)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۳۳۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۲۰)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۲۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۲۱)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۴۶۲، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۲۲)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۴۶۷، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۲۳)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۳۶۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۲۴)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۳۴۹، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۲۵)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۳۹۲، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۲۶)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۳۲۴، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۲۷)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۳۳۴، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۲۸)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۶۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۲۹)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۵۰، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۳۰)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۵۰۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۳۱)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۰۹، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۳۲)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۲۲، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۳۳)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۲۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۳۴)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۶۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۳۵)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۶۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۳۶)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۷۴، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۳۷)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۷۷، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۳۸)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۹۴، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۳۹)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۰۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۴۰)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۱۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۴۱)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۱۴، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۴۲)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۲۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۴۳)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۶۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۴۴)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۷۹، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۴۵)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۸۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۴۶)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۹۷، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۴۷)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۳۰۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۴۸)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۳۰۹، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۴۹)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۳۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۵۰)۔عابد حسین شاہ پیرزادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۳۱۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۵۱)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۶۹، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۵۲)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۴۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۵۳)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۹۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۵۴)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۵۵)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۲۲، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۵۶)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۲۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۵۷)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۲۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۵۸)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۳۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۵۹)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۵۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۶۰)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۵۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۶۱)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۶۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۶۲)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۲۶۷، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۶۳)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۹۲، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۶۴)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۳۳۰، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۶۵)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۲۰، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۶۶)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۲۱، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۶۷)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۳۰، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۶۸)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۴۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۶۹)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۸۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۷۰)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۵۴، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۷۱)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۶۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۷۲)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۸۴، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۷۳)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۳۱۷، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۷۴)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۴۹، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۷۵)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص۱۳۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور
(۷۶)۔عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۴۳، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۷۷)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۱۰، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۷۸)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۶۰، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۷۹)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۶۴، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸۰)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۳۷، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸۱)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۶۱، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸۲)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۷۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸۳)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۷۹، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸۴)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۸۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸۵)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۰۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸۶)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۱۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸۷)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۱۶، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸۸)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۳۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۸۹)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۲۰، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۹۰)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۳۲۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۹۱)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۴۴، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۹۲)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۴۰، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۹۳)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۶۴، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۹۴)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۲۸، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۹۵)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۱۵۷، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۹۶)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۹۷)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۰۲، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

(۹۸)۔ عابد حسین شاہ پیر زادہ، عربی مولود ناموں کی تاریخ، ص ۲۲۵، مطبوعہ ورلڈ ویو پبلیشرز لاہور

International Advisory Board

Dr. Nargis Jabri Nasab(Tehran)
Dr.Aleem Ashraf (India)
Dr. Rizwan Fazal-ur Rehman(Madina)
Dr. Halil Toker (Turkey)
Dr. Ahmad (Madina)
Dr. Ghulam Zarqani (USA)
Dr. Muhammad Hussain Tasbihe (Iran)
Dr.Shah Kawthar Mustafa (Bangladesh)
Dr.Sheikh Salim Alwan Al-Husainyy(Australia)
Muhammad Masood Ahmed Suharwardi Ashrafi (U.S.A)

National Advisory Board

Dr. Saleem Mazhar
(University of The Punjab)

Dr. Muhammad Akram Rana
(Minhaj University, Lahore)

Dr.Muhammad Sohail Shafiq
(Karachi University)

Dr. Humayun Abbass Shams
(G.C University Faisalabad)

Dr. Mumtaz Ahmed Sadidi
(Minhaj University Lahore)

Dr. Tanzeem ul Firdaus
(Karachi University)

Dr. Shakir Hussain Khan
(Visiting Faculty, Islamic studies, KU)

Dr.Ismail Badayuni
(Superior College Shah Faisal Colony)

Dr.Muhammad Hassan Imam
(Federal Urdu University)

Dr. Muhammad Tufail Hashmi
(HITEC University Islamabad)

Dr. Mujeeb Ahmed
(International Islami University)

Dr. Syed Attaullah Bukhari
(SZAB, University of Law, Karachi)

Dr. Saleem Mazhar
(Punjab University Lahore)

Dr. M. Meharban Barvi Shami
(Federal Urdu University)

Dr. Mahmood Alam Aasi
(Allama Iqbal University, Karachi Region Visiting Faculty)

Name of the Journal:	Shahid Research Journal
Editor Name:	Prof. Dr. Dilawar Khan
Pages:	
Issue No:	20, July – December 2024
Volume No:	10
Price: (single Copy)	Rs. , $.
Publisher:	Shahid Research Foundation.

This Journal has been indexed in following international Agencies

(1)Journal Index (2) Directory of Research journal Indexing (3)Directory of abstract and Indexing for Journal (4) Cosmos Impact factor

Note:

Views expressed in the articles of this journal are of authors and do not reflect the views of Advisory/ Editorial board of the Shahid Research Journal.

Shahid Research Foundation

C-327/3, Block no 1, Gulistan e Johar, Karachi.
Cell no: 0322-2413267, 0333-2177442.
Email: prof.dilawarkhan@gmail.com

Shahid Research Journal

July – December 2024, Volume: 10, Issue: 20,

Patron in-chief:

Prof. Dr. Abdul Jabbar Qureshi

Ex-Chairman: Department of Islamic Studies
Federal Urdu University Karachi

Editor:

Prof. Dilawar khan

Principal: Govt College Education,
Education City Malir Karachi

Sub Editor:

Dr. Fayaz Shaheen

Lecturer: Hamdard University,
Karachi

Shahid Research Foundation Pakistan

C-327/3, Block No 1, Gulistan –e-Johar Karachi
Call No: 0322-2413267, Email: prof.dilawarkhan@gmail.com

ISSN: 2411-0949

RESEARCH JOURNAL

SHAHID

INTL

Special Issue

Seerah Writings of Sufies

BLIND PEER REVIEWED JOURNAL BI-ANNUAL

VOLUME #10,ISSUE NO.20

JUNE TO DECEMBER 2024

FOUNDER EDITOR:

PROF. DR. DILAWAR KHAN

SHAHID RESEARCH FOUNDATION

PAKISTAN

E-mail: prof.dilawarkhan@gmail.com

ISSN DRJI Cosmos DOAJ